عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

ناشر

کتب خانہ مظہری

گلشن اقبال ۲ پوسٹ بکس ۱۱۱۸۲

کراچی فون ۳۴۱۸۱۱۲-۴۹۹۲۱۷۶

نام وعظ ——————— مواعظ دردِ محبت
واعظ ——— عارف باللہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم
جامع و مرتب ——————— سید عشرت جمیل میر
کتابت ——————— محمد علی زاہد

٭

باہتمام : ابراہیم برادران سلمہم الرحمٰن

ناشر

کُتب خانہ مظہری

گلشن اقبال ۲ پوسٹ بکس ۱۱۱۸۲
کراچی فون ۴۶۸۱۱۲ ۴۹۹۲۱۷۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ ناشر

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ

عارف باللہ حضرت اقدس مرشدنا ومولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب اطال اللہ ظلہم وادام اللہ فیوضہم وانوارہم کے مواعظ کی تیسری جلد "مواعظ دردِ محبت (جلد سوئم)" کے نام سے شائع کی جارہی ہے جس میں سلسلہ مواعظ حسنہ کے وعظ نمبر اکیس سے تیس تک شامل ہیں۔ حضرت اقدس دامت برکاتہم کے ارشادات عالیہ میں اللہ تعالیٰ نے عجیب و غریب تاثیر عطا فرمائی جس سے ملک اور بیرون ملک ہزاروں بندگانِ خدا کی زندگیوں میں انقلاب آگیا۔

یہ سب حضرت والا دامت برکاتہم کے اخلاص کا فیض ہے کہ خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال کراچی اور انجمن احیاء السنہ لاہور سے حضرت اقدس کے مواعظ ملک اور بیرون ملک برسوں سے مفت تقسیم کیے جارہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت والا کے فیوض و برکات کو ہمیشہ جاری رکھے (آمین ثم آمین) الحمدللہ تعالیٰ کتب خانہ مظہری کو مواعظ دردِ محبت جلد سوئم کو شائع کرنے کی بھی سعادت حاصل ہورہی ہے۔ اس سے قبل جلد اول بھی کتب خانہ شائع کرچکا ہے جس کے ایک سال میں چھ ہزار نسخوں کے تین ایڈیشن الحمدللہ طبع ہوکر ختم ہوچکے ہیں اور مواعظ دردِ محبت جلد دوئم کے تین ہزار نسخے بھی شائع کرچکے ہیں۔

اللہ تعالیٰ عالم کے گوشہ گوشہ میں حضرت والا کے دردِ دل کی آواز نشر فرمادے اور شرفِ قبول عطا فرمادے اور قیامت تک کے لیے صدقۂ جاریہ بنادے۔ آمین!

حافظ محمد ابراہیم عفا اللہ تعالیٰ عنہ
ناظم کتب خانہ مظہری گلشن اقبال ۲ کراچی ۴۷

حسن ترتیب

سلسلہ مواعظ حسنہ نمبر ۲۱

عارف باللہ حضرتِ اقدس مولانا
شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

ناشر
کتب خانہ مظہری
گلشن اقبال، پوسٹ بکس ۱۱۱۸۲
کراچی فون ۴۹۹۲۱۷۶-۴۸۱۸۱۱۲

نام وعظ : اہل اللہ اور صراط مستقیم
واعظ : عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم
جامع و مرتب : حضرت سید عشرت جمیل میر صاحب مدظلہم تعالیٰ
کتابت : محمد علی زاہد

ناشر
کتب خانہ مظہری
گلشن اقبال ۲ پوسٹ بکس ۱۱۱۸۲
کراچی فون ۴۹۹۲۱۷۶-۴۹۸۱۸۱۳

فہرست

نزولِ سکینہ بر قلبِ عارف
میرے پینے کو دوستو! سُن لو
آسمانوں سے مے اُترتی ہے
اس میکدۂ غیب سے کیا جام ملا ہے
ہے دُور مجھ سے دوستو دُنیا کے تفکر

عرضِ مرتب

مرشدی و مولائی عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم کا پیشِ نظر وعظ اہل اللہ اور صراطِ مستقیم دین میں اہل اللہ کی ضرورت و اہمیت کو غیر ضروری سمجھنے والوں کے لیے دعوتِ فکر اور متلاشیانِ حق کے لیے شمعِ ہدایت ہے جس میں حضرت والا نے کلام رب العالمین کی آیات اور ان کی تفسیر سے ثابت فرمایا کہ صراطِ مستقیم در اصل صراطِ منعم علیہم ہے۔ جو شخص صراطِ منعم علیہم یعنی اہل اللہ کے راستے سے روگرداں ہوا وہ صراطِ مستقیم سے بھٹک گیا کیونکہ صراطِ منعم علیہم صراطِ مستقیم کا بدل الکل من الکل ہے۔ پس جو شخص منعم علیہم یعنی انعام یافتہ بندوں کی راہ کو چھوڑ کر صراطِ مستقیم کا خواب دیکھتا ہے اس کا یہ خواب کبھی شرمندۂ تعبیر نہیں ہو سکتا اور عمر بھر اس کو وصول الی اللہ نصیب نہیں ہو سکتا

یہ عظیم الشان عالمانہ و عاشقانہ بیان مورخہ ۲۶ صفر المظفر ۱۴۱۵ھ مطابق ۵ اگست ۱۹۹۴ء بروز جمعہ بوقت ساڑھے گیارہ بجے صبح مسجد اشرف خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال کی محراب سے حضرت والا دامت برکاتہم کی زبان مبارک سے نشر ہوا اور طالبانِ حق کو سیراب کر گیا۔ حضرت والا کا یہ ایک ہی وعظ حضرت اقدس دامت برکاتہم کے رسوخ فی العلم، سوزِ عشق اور دردِ دل کا آئینہ دار ہے جس کے علمی دلائل منصوص تمام شبہاتِ باطلہ کے قاطع اور طالب حق کو اللہ تک پہنچانے کے لیے کافی ہیں۔ جو لوگ صحبتِ اہل اللہ کے قائل نہیں ہیں اُمید ہے کہ اس کے مطالعہ سے ان کو بھی نفع ہوگا۔

اس بیان کو حضرت والا کے مجازِ بیعت مکرمی جناب سہیل احمد صاحب انجینئر مقیم خانقاہ امدادیہ اشرفیہ نے ٹیپ سے نقل فرمایا اور احقر راقم الحروف نے مرتب کیا اور آج مورخہ ۲۰ محرم الحرام ۱۴۱۶ھ مطابق ۲۹ جون ۱۹۹۵ء بروز جمعرات طباعت کے لیے دیا جارہا ہے۔ اللہ تعالیٰ شرفِ قبول عطا فرمائیں اور حضرت دامت برکاتہم اور حضرت کے صدقہ میں جامع و مرتب و جملہ معاونین کے لیے اس کو سرمایۂ آخرت اور اُمتِ مسلمہ کے لیے قیامت تک شمعِ ہدایت بنائیں۔

اٰمِیْنَ یَا رَبَّ الْعَالَمِیْنَ بِحُرْمَۃِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰہِ خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالتَّسْلِیْمُ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ۔

عرض گذار
احقر محمد عشرت جمیل عرف میر عفا اللہ عنہ
یکے از خدام
حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم
خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال ۲، کراچی

اہل اللہ اور صراطِ مستقیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ
فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ○ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ
غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ ○ وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی اُولٰٓئِكَ
مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَ
الشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِیْقًا ○ (پ۵، نساء، آیت ۶۹)

الحمد للہ کی چار تفسیریں

اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ نے سورۂ فاتحہ کے اندر پہلے اپنی عظمتِ شان بیان فرمائی کہ دنیا میں جتنی تعریفیں ہوتی ہیں حقیقت میں وہ اللہ تعالیٰ ہی کی تعریف ہوتی ہے میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے الحمد للہ کی تفسیر میں فرمایا تھا کہ بندہ اللہ کی تعریف کرے یا اللہ بندہ کی تعریف کرے یا بندہ بندہ کی تعریف کرے یا اللہ خود اپنی تعریف کرے، تعریف کی یہ چاروں قسمیں سب اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہیں۔ الحمد للہ میں لامِ تخصیص کے لیے ہے اور اللہ کو کیسے پہچانو گے؟

معرفتِ الٰہیہ کا تعلق ربوبیتِ الٰہیہ سے

اللہ تعالیٰ نے اپنی پہچان کا طریقہ آگے بتلا دیا کہ کون ہے؟ رب العالمین ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ ساری

تعریفیں اس اللہ کے لیے خاص ہیں جو رب العالمین ہے، پروردگار ہے تمام عالم کا عالم کا ایک ایک ذرہ گواہی دے رہا ہے کہ میرا کوئی پیدا کرنے والا ہے زمین و آسمان چاند و سورج سیارے پہاڑ دریا اور سمندر اور عالم کی عجیب و غریب مخلوقات حق تعالیٰ کی وحدانیت و ربوبیت پر شہادت دے رہے ہیں حتیٰ کہ درختوں کے پتوں اور پھول کی پنکھڑیوں کے باریک باریک رگ و ریشے سب میں حق تعالیٰ کی ربوبیت کار فرما ہے۔ لہٰذا الحمد للہ کے بعد رب العالمین فرما کر بتا دیا کہ اگر تم ہمیں پہچاننا چاہتے ہو، ہماری معرفت حاصل کرنا چاہتے ہو تو ہماری صفت ربوبیت کو دیکھو کیونکہ تمام عالم کے ذرہ ذرہ میں ہماری ربوبیت کا تم اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر رہے ہو کہ کیسا ناپاک قطرۂ منی پر کیسی بخیہ گری اور کیسے کیسے عجیب تصرفات ہم نے کیے ہیں، ایک قطرہ میں بینائی، شنوائی گویائی کے خزانے کس نے رکھے ہیں ایک بے جان قطرہ کو گوشت پوست کا انسان کس نے بنایا ہے؟ وَفِيْ أَنْفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُوْنَ کیا تم اپنی ذات میں ہمیں نہیں دیکھتے ہو۔

مری ہستی ہے خود شاہد وجود ذات باری کی
دلیل ایسی ہے یہ جو عمر بھر رد ہو نہیں سکتی

لیکن اللہ تعالیٰ کو پہچاننے کے لیے صرف عقل کافی نہیں ہے۔ اسی لیے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تَفَكَّرُوْا فِيْ خَلْقِ اللّٰهِ مخلوقات اللہ تعالیٰ کی ربوبیت اور پرورش کا مظہر ہیں لہٰذا تم اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں غور کرو لیکن وَلَا تَتَفَكَّرُوْا فِي اللّٰهِ اللہ کی ذات میں فکر مت کرنا فَإِنَّكُمْ لَنْ تَقْدِرُوْا قَدْرَهٗ (خطبات الاحکام بحوالہ الترغیب والترہیب) اللہ کا تم اندازہ نہیں کر سکتے ہو

غیر محدود ذات کو اپنی عقل کی چھوٹی سی ڈبیہ میں لا نہیں سکتے ہو۔

تفکر فی المخلوقات سے استدلال توحید پر مغفرت

روایت میں ہے کہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ بدوی تھے آسمان کے نیچے گاؤں میں لیٹنے کی عادت ہوتی ہے، گاؤں میں لیٹے ہوئے تھے۔ آسمان کی طرف دیکھا اور یہ کہا یَا اَیُّھَا السَّمَآءُ وَالنُّجُوْمُ اَنَّ لَکِ رَبًّا وَّخَالِقًا اے آسمانو، اے ستارو! تمہارا کوئی پیدا کرنے والا ہے کوئی رب ہے کوئی تمہارا خالق ہے پھر اس نے کہا اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ اے اللہ! مجھ کو بخش دیجئے۔ اسی وقت وحی نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ اپنے اس اُمّتی کو خوشخبری سُنا دیں کہ میں نے اس کے اس استدلالِ توحید کو قبول کر لیا کہ اس نے مجھے کس طرح سے پہچانا، ”اے آسمانو“ اے ستارو! تمہارا کوئی رب اور پیدا کرنے والا ہے“ اے اللہ مجھ کو بخش دیجئے۔ تو ایک دیہاتی اور بدوی کے اس استدلال کو اللہ تعالیٰ نے پسند فرما کر اس کی مغفرت فرما دی میں آپ لوگوں سے بھی یہ کہتا ہوں کہ کبھی تو ایسے ستارے نظر آتے ہیں یا نہیں۔ راتوں میں کبھی آپ بھی یہی گفتگو کر کے اپنی مغفرت کا سامان کر لیجئے۔ اگر عربی کی عبارت یاد نہ ہو تو اُردو میں کہہ لیجئے کہ اے آسمانو“ اے ستارو! تمہارا کوئی پیدا کرنے والا ہے اور رب ہے۔ ایک جملہ اس میں پوشیدہ ہے کہ وہی ہمارا بھی خالق ہے، ہمارا بھی وہی پالنے والا ہے پھر کہیے اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ اے اللہ ہم کو بخش دیجئے ان الفاظ میں مغفرت کا سامان ہے۔ شاپنگ کر لیجئے۔ آج کل بازاروں میں سودا خریدتے ہو، بس اللہ تعالیٰ کی مغفرت کا سودا خرید لو۔ ان الفاظ میں اللہ تعالیٰ نے قبولیت

کا اثر، مغفرت کا اثر رکھا ہوا ہے لہٰذا جب آسمان پر نظر ہو ستارے نظر آئیں تو جو عربی داں ہیں، مولانا لوگ ہیں وہ تو یہ کہہ دیں یَا اَیُّھَا السَّمَآءُ وَالنُّجُوْمُ اَنَّ لَکِ رَبًّا وَّ خَالِقًا اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ اور جو عربی نہیں جانتے وہ اُردو میں کہہ لیں کہ اے آسمانو اور ستارو! تمہارا کوئی پیدا کرنے والا اور پالنے والا ہے اے خدا ہم کو بخش دیجئے۔ اِن شاء اللہ مغفرت ہو جائے گی کیونکہ اللہ کی رحمت کے دروازے قیامت تک کے لیے کُھلے ہوتے ہیں۔

قرآنِ پاک میں عاشقانِ حق کی شان

تو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مخلوقات میں فکر کرو

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِھِمْ میرے خاص بندے جب اُٹھتے ہیں تو کہتے ہیں اللہ جب بیٹھتے ہیں تو کہتے ہیں اللہ جب کروٹ بدلتے ہیں تو کہتے ہیں اللہ، آہ! یہ کیا معنی ہیں؟ یہ عشق و محبت سکھا رہے ہیں کہ عاشقوں کا شیوہ یہی ہونا چاہیے کہ اُٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے وہ ہم کو یاد کرتے رہیں اگر مچھلی ایک سیکنڈ کے لیے دریا سے الگ ہو جائے گی تو مچھلی کی موت ہے۔ اگر تم ہم کو ایک لمحہ کو بھول جاؤ گے تو اے انسانو تمہاری موت ہو جائے گی، موت ایمانی ہو جائے گی۔ جانور بھی تو زندہ ہے۔ جانوروں کی طرح زندہ رہو گے لیکن ایمانی زندگی تمہاری باقی نہیں رہے گی تو اللہ تعالیٰ اپنے عاشقوں کی نشانی بتا رہے ہیں کہ وہ ہر حالت میں مجھے یاد رکھتے ہیں۔ یہ معنی کہ میری فرماں برداری سے مجھے خوش رکھتے ہیں اور نافرمانی کر کے مجھے ناراض نہیں کرتے۔ یہ معنی ہیں ذکر کے۔ اس کے بعد فرمایا کہ میرے خاص بندے ذکر کے ساتھ ساتھ ایک کام اور کرتے ہیں۔

تفکر فی خلق اللہ شیوۂ خاصان خدا

وَ يَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کہ آسمانوں میں زمینوں میں سمندر میں اللہ کی مخلوق میں غور کرتے ہیں کہ کیا شان ہے اس کی! اتنی بڑی دُنیا جس پر ہم بیٹھے ہیں سا چوبیس ہزار میل کا دائرہ ہے اور آٹھ ہزار کا قطر ہے، پہاڑ اور سمندر سب بھرا ہوا ہے، نیچے کوئی ستون، سپورٹنگ پلر نہیں ہے، کوئی کھمبا نیچے نہیں لگا ہوا ہے۔ وہ زمانہ گیا جب نانی اماں اور دادی اماں کہتی تھیں کہ ایک بیل کے سینگ پر ہے یہ دُنیا۔ سال بھر میں جب وہ تھک جاتا ہے تو سینگ بدلتا ہے بے چارہ۔ سال بھر میں تھکتا ہے، پہلے نہیں تھکتا۔ اس کے بعد ایک سینگ سے اُٹھا کر دنیا کو دوسرے سینگ پر لاتا ہے تو بھیا پھر زلزلہ آجاتا ہے۔ یہ ہماری دادی بتایا کرتی تھیں۔ لیکن اب وہ زمانے ختم ہوگئے، سائنسی دور نے بتادیا کہ اتنی بڑی دُنیا کے نیچے کوئی ستون نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے قائم ہے۔ اتنے بڑے مالک ہیں کہ جو زمین کو، ستاروں کو، سُورج کو، چاند کو بغیر ستون کھمبا قائم کیے ہوئے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کیا پھر اپنے بندے کے دل کو دین پر قائم نہیں رکھ سکتے مگر چاہتے ہیں کہ پہلے فریاد کرو پھر دیں گے۔

دین پر ثبات قدمی کی مسنون دُعا

مانگنے کا انتظار ہے وہاں اسی لیے بہ روایت بخاری شریف سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعا سکھادی کہ یوں کہو اللہ سے۔ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ اے ہماری ماں! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی باری جب آپ کے یہاں ہوتی تھی تو کون سی دُعا زیادہ پڑھتے تھے؟ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا ہماری ماں ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی ہیں فرمایا کہ حضور صلی اللہ

علیہ وسلم کثرت سے یہ دُعا پڑھتے تھے، یَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِیْ عَلٰی دِیْنِكَ اے دلوں کے بدلنے والے میرے دل کو دین پر قائم رکھیے۔ تو جو مانگے گا اس کو دیں گے۔

گڑگڑا کے جو مانگتا ہے جام
ساقی دیتا ہے اس کو مے گلفام
ناز و نخرے کرے جو مے آشام
ساقی رکھتا ہے اس کو تشنہ کام

جو اللہ سے گڑگڑا کے مانگتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو استقامت دیتے ہیں اسی لیے علماء نے لکھا ہے کہ جس کی استقامت خطرے میں رہتی ہو یعنی کبھی توبہ کرتا ہے کبھی توبہ توڑتا ہے، چند دن تو مستقیم رہتا ہے بعد میں ٹیڑھا راستہ گناہوں کا اختیار کر لیتا ہے، ایسے شخص کو کثرت سے یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ پڑھنا چاہیے۔ اس میں اسم اعظم ہے کہ اے زمین اور آسمانوں کو سنبھالنے والے میرا دل سنبھالنا آپ پر کیا مشکل ہے اور یہ بخاری شریف کی دُعا یَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِیْ عَلٰی دِیْنِكَ کثرت سے پڑھتے رہیے دل لگا کر پڑھیے، ورد سے پڑھیے۔

اعمال میں کمیت و کیفیت دونوں مطلوب ہیں

جو لوگ پڑھتے ہیں وہ کبھی کبھار پڑھتے ہیں، کثرت سے نہیں پڑھتے، دل لگا کر نہیں پڑھتے، محرومی کا سبب یہی ہے۔ آپ بتایئے کسی کو ایک گلاس پانی چاہیے، ڈاکٹر نے بتایا کہ ایک گلاس گلوکوز کا خوب ٹھنڈا شربت اس کو پلا دو ورنہ مر جائے گا اور آپ ایک چمچہ پلائیں

تو بتائیے بچے گا یا مر جائے گا، اسی طرح سخت پیاس میں کوئی ایک گلاس گرم پانی پلائے تو کیا پیاس بجھے گی؟ لہٰذا کمیت اور کیفیت دونوں مطلوب ہیں۔ تو جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم معصوم ہونے کے باوجود کثرت سے پڑھتے تھے تو ہم کو آپکو کتنا پڑھنا چاہیے لہٰذا کثرت سے پڑھتے رہیے یَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ اے دلوں کے بدلنے والے ثَبِّتْ قَلْبِیْ عَلٰی دِیْنِكَ ہمارے دل کو اپنے دین پر قائم فرما۔

حصولِ رحمت کی دُعا

اور دوسری دُعائیں بھی برابر سکھاتا رہتا ہوں کہ جس شخص کو گناہ میں ابتلا ہے یہ شخص خدا کی رحمت سے محروم ہے اس لیے یہ دُعا یاد کر لیجئے پھر سکھا رہا ہوں۔ اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنِیْ بِتَرْكِ الْمَعَاصِیْ اے خدا! مجھ پر وہ رحمت نازل کر دے جس سے گناہ چھوڑنے کی توفیق ہو جاتی ہے۔ معلوم ہوا کہ رحمت وہ ہے جو ہم سے گناہ چھڑا دے، اور جو گناہ میں مبتلا ہے یہ ظالم خدائے تعالیٰ کی رحمتوں سے اپنی خباثتوں اور نالائقیوں کی وجہ سے اپنے کو محروم کر رہا ہے۔ پڑھو بھائیو! اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنِیْ بِتَرْكِ الْمَعَاصِیْ اے خدا اپنی رحمت سے مجھ کو گناہ چھوڑنے کی توفیق دے وَلَا تُشْقِنِیْ بِمَعْصِیَتِكَ اور اپنی نافرمانی سے مجھ کو بدنصیب، بدبخت نہ بنا، معلوم ہوا کہ گناہ انسان کو بدبخت کرتے ہیں، بدنصیب کرتے ہیں اور تقویٰ انسان کو اللہ کی رحمت کی گود میں لے جاتا ہے۔

توبہ کی تیز رفتاری

اور توبہ کی سواری اس قدر تیز رفتار ہے کہ دُنیا میں کوئی سواری، کوئی راکٹ ایسا

نہیں ہے جو دم میں اللہ تک پہنچ جاتے ۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

مرکب توبہ عجائب مرکب است

توبہ کی سواری عجیب و غریب سواری ہے ۔

تا فلک تازد بیک لحظہ زپست

ایک سیکنڈ میں آسمان تک اُڑا کر لے جاتی ہے ، اللہ سے ملا دیتی ہے اور اسی وقت وہ بندہ جو خباثت سے اور گناہوں کی وجہ سے اللہ سے دُور تھا توبہ کے صدقہ میں اللہ سے قریب ہوا اور محبوب بھی ہوگیا ۔ اَلتَّائِبُ حَبِیْبُ اللّٰہِ یعنی اَلَّذِیْ تَابَ کَانَ حَبِیْبَ اللّٰہِ جو توبہ کرتا ہے فوراً اللہ کا محبوب ہوجاتا ہے ۔

اچھا یہ بتلایئے کہ گناہ اچھی چیز ہے یا خراب چیز؟ جب خراب چیز ہے تو خراب چیز کو چھوڑنا اچھا ہے یا پالنا؟ خراب چیز کو جلد چھوڑ دینا چاہیے اور چھوڑ کر خوش ہونا چاہیے ۔

استحضارِ معیتِ الٰہیہ کی جرأت علی المعصیت کا سبب ہے

بس ایک بات اور عرض کرتا ہوں بعض لوگ مخلوق کے سامنے گناہ سے بچتے ہیں دو چار دوست بیٹھے ہوں تو وہاں اُن کے سامنے گناہ نہیں کرتے کیونکہ مخلوق میں ذلیل ہو جائیں گے یا مخلوق ان سے انتقام لے سکتی ہے ۔ لیکن میں یہ پوچھتا ہوں کہ جس خلوت اور تنہائی میں انسان گناہ کرتا ہے اس وقت خدا اُس کے ساتھ ہے یا نہیں؟ تو مخلوق زیادہ طاقتور ہے یا خالق زیادہ طاقتور ہے؟ بڑی طاقت کے سامنے تو گناہ کرتے خوف نہ لگا اور کمزور مخلوق کے ڈر سے گناہ چھوڑ رہا ہے! اللہ تعالیٰ فرماتے

ہیں، وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ جہاں بھی تم ہو اللہ تمہارے ساتھ ہے اتنی عظیم الشان طاقت والا ہمارے آپ کے حجروں اور کمروں میں ساتھ ہے کوٹھڑیوں میں ساتھ ہے لیکن انسان کی فطرت دیکھئے کہ چند انسان اس کو دیکھ رہے ہوں تو وہاں گناہ سے بچتا ہے اور پھر گناہ کے لیے تنہائی تلاش کرتا ہے، راستے بند کرتا ہے، دروازے بند کرتا ہے کہ کوئی دیکھ نہ لے لیکن وہ ذات پاک جو مخلوق سے بے شمار گنا عظیم الشان اور عظیم القدرۃ ہے وہ وہیں ساتھ میں ہے وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ۔ بندروں سے ڈر گیا اور شیر سے نہیں ڈرا ایسے سیاح کو ڈاکٹر جمعہ کو دکھانا چاہیے ایسا بیوقوف سیاح جو جنگل میں بندروں سے ڈر رہا ہو اور لومڑیوں سے ڈر رہا ہو مگر شیر کے سامنے سینہ تانے ہوئے ہو اس کا کیا حال ہوگا؟ جو اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا وہ اس شخص سے زیادہ احمق ہے جو شیر سے نہیں ڈرتا۔

رحمتِ حق کو متوجہ کرنے والا عجیب عنوانِ دُعا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قربان جائیے، سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر لاکھوں کروڑوں صلوٰۃ وسلام نازل ہوں کیسی پیاری دُعا سکھا دی، اَللّٰهُمَّ لَا تُخْزِنِيْ فَإِنَّكَ بِيْ عَالِمٌ اے اللہ ہم کو ذلیل نہ فرما کہ جس کوٹھڑی میں ہم گناہ کر رہے تھے وہاں آپ بھی موجود تھے۔ آپ ہمارے سارے عیوب کو جانتے ہیں لہٰذا اے خدا ہم کو رسوا نہ فرما۔ مخلوق سے تو ہم چھپ لیے لیکن آپ اس وقت بھی موجود تھے جب ہم گناہ کر رہے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ دُعا سکھا رہے ہیں۔ قربان جائیے کیا پیاری دُعا ہے! اَللّٰهُمَّ لَا تُخْزِنِيْ فَإِنَّكَ بِيْ عَالِمٌ پس تحقیق کہ آپ خوب جانتے ہیں جو ہم تنہائیوں

میں خلوتوں میں کوٹھڑیوں میں حجروں میں چھپ چھپ کے گناہ کرتے ہیں تو اے خدا!
آپ وہی ہوتے ہیں اور آپ اپنی قدرت قاہرہ کے ساتھ ہمیں دیکھتے ہیں۔ یہ
آپ کا کمال حلم و کرم ہے کہ جلدی بدلہ نہیں لیتے۔ موقع دیتے ہیں کہ شاید اب توبہ
کرلے، شاید اب توبہ کرلے۔ وَلَا تُعَذِّبْنِیْ فَاِنَّکَ عَلَیَّ قَادِرٌ اور مجھ کو عذاب
نہ دیجئے کیونکہ آپ مجھ پر پوری قدرت رکھتے ہیں۔ آپ جو چاہیں کردیں چاہیں تو دم
میں کینسر پیدا کردیں، چاہیں تو گردے بے کار کردیں، چاہیں تو موٹروں سے ایکسیڈنٹ
کرادیں، چاہیں تو فالج کرادیں، اتنی بیماریاں پیدا کردیں کہ مریض کی چیخ سے پورا ہسپتال
لرز جاتے۔ میں نے بنگلہ دیش میں ایک ہسپتال میں دیکھا۔ ایک شخص کا پیشاب
بند تھا، گردے میں درد تھا، زور سے چلا رہا تھا کہ ہسپتال کی حدود سے دُور دُور تک
آواز جا رہی تھی۔ اے خدا ہم سب کو بچا اور ہم پر ہماری نافرمانیوں کی وجہ سے اپنا
عذاب نازل نہ فرما۔ یہ دُعا لکھ لیجئے یا پوچھ لیجئے۔ اسی لیے عرض کرتا ہوں کہ ایک چھوٹی
سی کاپی یا ڈائری ساتھ رکھیے اور ایک قلم بھی ساتھ میں رکھیے۔ یہ طریقہ طالب علموں
کا ہے جب کوئی دُعا سُنی فوراً قلم نکالا اور نوٹ کرلیا۔ یہ بزرگوں کا طریقہ ہے۔

دل کو اللہ کے لیے خالی کرلیا

مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے
فرمایا کہ میں حکیم الامت کے ساتھ خانقاہ
سے حضرت کے گھر تک جا رہا تھا، راستہ میں حکیم الامت نے کاغذ نکالا، پنسل نکالی
معلوم ہوا کہ ساتھ کاغذ پنسل رکھنا یہ طریقہ اللہ والوں کا چلا آ رہا ہے۔ حکیم الامت
ہمارے آپ کے پردادا ہیں آخر ان کے طریقہ کو ہم آپ کیوں نہیں سیکھتے؟
ایک پنسل ایک کاغذ ہم آپ بھی ساتھ رکھیں۔ تو حضرت نے اک پنسل نکالی اور کاغذ

پر کچھ لکھا پھر اس کو جیب میں رکھ لیا اور فرمایا مفتی صاحب! میں نے کیا کیا۔ مفتی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت آپ نے کاغذ نکال کر پنسل سے کچھ لکھا اور دوبارہ جیب میں رکھ لیا۔ فرمایا کہ دیکھو ایک بات بار بار یاد آرہی تھی کہ کہیں بھول نہ جاؤں کہیں بھول نہ جاؤں دل اس میں پھنس گیا تھا۔ اب دل کا بوجھ میں نے کاغذ پر رکھ دیا اور دل کو اللہ کے لیے خالی کر لیا۔ تو دوستو ایک چھوٹی سی ڈائری چند روپوں کی ملتی ہے اگر ہر وقت آپ کے پاس ہوتی تو جلدی سے یہ دُعا نوٹ کر لیتے یا نہیں؟ بولیے۔ جو وعظ کہتا ہے اس کی حیثیت اُستاد کی ہوتی ہے وہاں جلدی سے نوٹ کر لینا چاہیے: اَللّٰھُمَّ لَا تُخْزِنِیْ فَاِنَّکَ بِیْ عَالِمٌ اے اللہ آپ مجھے ذلیل نہ فرمائیے کیونکہ آپ میرے گناہوں سے باخبر ہیں۔ مخلوق سے تو چھپ گئے مگر اے میرے خالق آپ سے ہم کہاں چھپ سکتے ہیں؟ وَلَا تُعَذِّبْنِیْ فَاِنَّکَ عَلَیَّ قَادِرٌ اور ہمیں عذاب نہ دیجئے کہ آپ کو ہم پر پوری قدرت ہے، جو چاہیں سو کردیں آپ بتائیے کہ اللہ تعالیٰ زمین پھاڑ دیں اور دھنسا دیں، اللہ کو قدرت ہے یا نہیں؟

علامتِ قہرِ الٰہی

گناہوں پر، نافرمانی پر جرأت کرنے والا اس کی عقل پر عذاب ہے، قہر ہے، شیطان کا نشہ اس پر ہے۔

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

از شرابِ قہر چوں مستی دہی

اے خدا آپ جس کو اپنے قہر اور عذاب کی مستی دیتے ہیں۔

نیست ہارا صورتِ ہستی دہی

تو ان مٹی کی فانی شکلوں میں اس کو پتہ نہیں کیا نظر آتا ہے۔ یہ مرنے والے،

یہ مُردے، یہ لاشیں جو لاشے ہیں مگر انہیں کے اندر وہ پاگل ہو جاتا ہے۔ اسی لیے ان کو دیکھنا ہی حرام ہے۔ دیکھنا اسی لیے حرام ہے کہ تم پاگل نہ ہو جاؤ۔ صورتوں کو حُسن دینے والے نے حکم دیا ہے کہ میں نے ان کو ایسا جمال اور صورت دی ہے کہ خبردار ان کو دیکھنا مت، ورنہ تمہاری عقل خراب ہو جائے گی۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا جس پر عذاب ہوتا ہے وہی ان سے دل لگاتا ہے۔ یہ قہرِ الٰہی کی علامت ہے کہ فانی چیزوں سے دل لگا بیٹھے۔

علامتِ مُردودیت

اور اچانک ایک بات حکیم الامت کی یاد آگئی جس کو بار بار کہتا رہتا ہوں کہ جس شخص کو اپنے گناہوں پر پریشانی اور ندامت نہ ہو تو سمجھ لو یہ اللہ تعالیٰ کے عذاب میں مبتلا ہے جیسا کہ ابلیس کو آج تک شرمندگی نہیں ہے۔ بتاؤ بھائی ابلیس کو ندامت ہے؟ اس ظالم کو ندامت کہاں! یہی علامتِ مردودیت ہے لہٰذا گناہوں پر پریشانی کا ہونا یہ علامت اچھی ہے۔

گناہوں پر ندامت علامتِ قبولیت ہے

بزرگوں نے فرمایا کہ جیسے انسان کے پیٹ میں زہر چلا جائے اور اس کو قے ہو جائے تو سمجھ لو اچھا ہو جائے گا۔ اسی طرح گناہ کر کے دل میں پریشانی ہو جائے اور رونے لگے تو سمجھ لو اس نے قے کر دی۔ دو رکعات توبہ پڑھ کر اللہ سے رونے لگے یہ علامت ہے کہ گناہ اس کو راس نہیں آیا۔ یہ علامت اس کے عنداللہ مقبول ہونے کی ہے۔

مناجات وذکر وتلاوت کے فوائد

دوستو! بازار میں مناجات مقبول ملتی ہے اس میں سات منزلیں ہیں ہر روز ایک منزل آپ پڑھ لیں تو یہ ساری دعائیں آپ کو آ جائیں گی، پانچ منٹ دس منٹ لگیں گے۔ ایک منزل روزانہ پڑھ لیجئے۔ میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ساتوں منزل روزانہ پڑھتے تھے اور سب زبانی یاد تھیں ہم آپ ایک منزل بھی پڑھ لیں تو بڑی چیز ہے۔ آپ ایک منزل پڑھیں تو ان شاء اللہ سب دُعائیں یاد ہو جائیں گی ــــــ سال چھ مہینے جب آپ پڑھیں گے تو بغیر ارادہ خود بخود یاد ہو جائیں گی بلکہ اگر ارادہ بھی کرو کہ ہم یاد نہیں کریں گے لیکن آپ چھ مہینہ پڑھ کے تو دیکھئے سب دعائیں خود بخود یاد ہو جائیں گی۔ قرآن شریف کی دُعائیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ارشاد فرمودہ دعائیں ہیں اس کا معمول بنا لیجئے اور جو شیخ نے ذکر بتایا ہے اس پر عمل کریں۔

تلاوت کا خاص اہتمام چاہیے

اور ایک پارہ تلاوت کریں یا آدھا پارہ سہی جتنا ہو سکے کم از کم دس آیات تو روزانہ تلاوت کرنا چاہیے ورنہ قیامت کے دن مواخذہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ تم نے میرا کلام اٹھا کر طاق میں رکھ دیا تھا کم از کم دس آیات کا تو معمول بنا لیجئے۔ دو تین منٹ کا کام ہے۔ یہ تو ادنیٰ درجہ ہے لیکن اللہ والوں کا یہ شیوہ نہیں ہے۔ اس لیے ایک پارہ یا آدھا پارہ تلاوت قرآن شریف ایک منزل مناجات مقبول اور جو شیخ نے ذکر بتایا ہے وہ کر لے۔ ان شاء اللہ محروم نہیں رہے گا۔

معیتِ حق کا کمالِ استحضار اور اس کی مثال

اتنا دل میں نور آجائے گا کہ گناہ کرنے کی اس میں ہمت ہی نہیں رہے گی۔ ایک صاحب نے اپنے ایک مہمان سے کہا کہ اس کمرہ میں سو جائیے۔ اس کمرہ میں شیر کا بچہ اندھیرے میں لوہے کی زنجیر میں بندھا ہوا تھا لیکن اتنا فاصلہ تھا کہ شیر اس کو کھا نہیں سکتا تھا۔ مہمان صاحب کو خبر نہ تھی کہ کمرہ میں شیر ہے رات کو انہیں پیشاب لگا اور لیٹرین باہر تھا۔ اب جو اس نے دیکھا تو شیر کا منہ اس کی طرف تھا شیر کی آنکھیں اندھیری رات میں لال انگارہ معلوم ہوتی ہیں بس اس نے جو دیکھا کہ یہ سرخ انگارہ سا کیا ہے؟ مارچ جلا کر دیکھا تو پورا شیر بس لیٹرین جانے کی ضرورت نہیں ہوئی جو ایکسپورٹ کرنا تھا وہ وہیں چادر پر سب کچھ نکل گیا لیکن وہاں سے بھاگا اور پھر رات بھر نہیں سویا اور صبح میزبان سے لڑائی کی کہ تم نے تو میرا ہارٹ فیل کر دیا ہوتا۔ اس نے کہا ارے یار میں نے تو مذاق کیا تھا۔ اس نے کہا ایسا مذاق شرعاً حرام ہے کہ جس سے مسلمان کو اذیت پہنچے خدانخواستہ ہارٹ ہی فیل ہو جاتا لیکن مذاقیہ لوگ بھی عجیب ہوتے ہیں۔ یہ کوئی مذاق ہے جس سے آدمی خوف زدہ ہو جائے۔

لیکن مجھے اس مثال سے یہ بتانا ہے کہ ایک شیر کے ڈر سے یہ حال ہو گیا مگر شیر کے پیدا کرنے والے سے جو نہیں ڈرتا، مجھے رونا ہے اپنے اوپر بھی اور ان سب دوستوں پر بھی جو اللہ سے نہیں ڈرتے۔ اگر اللہ کا ڈر دل میں پیدا ہو جائے تو پھر گناہ کرنے کی ہمت نہیں ہوگی لہٰذا ہم سب کو چاہیے کہ جلد توبہ کر لیں۔ حضرت مفتی اعظم پاکستان رحمۃ اللہ علیہ کا شعر ہے ؎

ظالم ابھی ہے فرصت توبہ نہ دیر کر
وہ بھی گرا نہیں جو گرا اور سنبھل گیا

جلدی سنبھل جاؤ دوستو! پتہ نہیں اللہ کب بلالے۔ یہ نہ سوچئے کہ کل توبہ کریں گے، پرسوں کریں گے۔ اس سے پہلے بھی موت آسکتی ہے۔

نہ جانے بلالے پیا کس گھڑی
تو رہ جائے تکتی گھڑی کی گھڑی

ذکر برائے خالق، فکر برائے مخلوق

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ میری عظمتوں کی پہچان کے لیے میری مخلوقات میں غور کرو۔ میری پرورش اور ربوبیت میں آسمانوں، زمینوں، سورج اور چاند، پہاڑوں اور سمندروں میں غور کرو کہ میں کتنا عظیم الشان ہوں۔ یہی میرے اللہ ہونے کی دلیل ہے میری مخلوق میں فکر کرو۔ حکیم الامت فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کے لیے فکر کا لفظ نازل کیا اور اپنے نام کے لیے ذکر کا لفظ نازل کیا یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ نازل کیا اور یَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ نازل فرمایا۔ حکیم الامت قرآن پاک کی تفسیر بیان القرآن کے حاشیہ مسائل السلوک میں فرماتے ہیں کہ اس آیت سے پتہ چلتا ہے کہ فکر برائے مخلوق اور ذکر برائے خالق ہے۔ آہ! کیا علوم ہیں ہمارے بزرگوں کے۔

ممانعتِ تفکر فی اللہ کی حکمت

اور حدیث پاک میں اللہ کی ذات میں فکر کرنے سے کیوں منع کیا گیا؟ لَا تَتَفَکَّرُوْا فِی اللّٰہِ۔ اللہ کی ذات کے بارے میں مت سوچو کہ وہ کیسے

ہیں؟ اس کی علت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی فَاِنَّکُمْ لَنْ تَقْدِرُوْا قَدْرَہٗ فائے تعلیلیہ ہے پس تحقیق چونکہ تم لوگ اللہ تعالیٰ کو عقل کی ڈبیہ میں، عقل کے برتن میں نہیں لاسکتے ہو۔ عقل تمہاری محدود، اللہ تعالیٰ کی ذات غیر محدود۔ پس غیر محدود کو محدود میں کیسے نہیں لاسکتا؟ صراحی اپنے اندر مٹکے کو نہیں لاسکتی مٹکا اپنے اندر حوض کو نہیں لاسکتا، حوض اپنے اندر دریا کو نہیں لاسکتا، دریا اپنے سمندر کو نہیں لاسکتا جب کہ یہ سب محدود ہیں۔ جب چھوٹے محدود بڑے محدود کو اپنے اندر نہیں سما سکتے تو خدائے تعالیٰ تو غیر محدود ہیں ہم محدودوں کے اندر وہ کیسے آسکتے ہیں؟ اکبر الٰہ آبادی نے کہا تھا ؎

تُو دل میں تو آتا ہے سمجھ میں نہیں آتا
مَیں جان گیا بس تری پہچان یہی ہے

اس لیے اللہ تعالیٰ اہل اللہ کے دل میں تو آجاتے ہیں۔ دل میں نظر دے دیتے ہیں۔ وہ اپنے قلب کی آنکھوں سے گویا اللہ کو دیکھتا ہے لیکن عقل اس کا احاطہ نہیں کرسکتی۔ اکبر الٰہ آبادی ہی کا ایک اور شعر ہے ؎

عقل جس کو گھیرے لا انتہا کیونکر ہوا
جو سمجھ میں آگیا پھر وہ خدا کیونکر ہوا

ربوبیتِ الٰہیہ کا رحمتِ الٰہیہ سے ربط

لیکن سب سے بڑی نعمت الحمد للہ رب العالمین کے بعد الرحمٰن الرحیم ہے کہ میں نے تمہاری پرورش رحمت سے کی ہے۔ شیخ شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ایک لوہار اگر قینچی بناتا

ہے، چاقو بناتا ہے تو لوہے کو آگ میں ڈالتا ہے، پھر اس پر ہتھوڑے مارتا ہے تب جا کے قینچی چاقو بناتا ہے۔ لیکن اے ظالمو! اے مجھ کو بھولنے والو اماؤں کے پیٹ میں میں نے کتنے ہتھوڑے تمہیں لگائے؟ اس طرح سے تمہاری ترکیب و تربیت کی، اس طرح سے تمہیں بنایا کہ تمہیں احساس بھی نہیں ہوا اور تمہاری ماں کو بھی اس کا احساس نہیں ہوا کہ کب آنکھیں بن رہی ہیں اور کب کان بن رہے ہیں اور کب سینہ میں دل رکھا جا رہا ہے۔ تو ہمارے شیخ فرماتے تھے کہ ارحم الراحمین کی یہ علامت ہے کہ کس رحمت سے تم کو پیدا کیا، کس رحمت سے بنایا!

مالکِ یوم الدین میں شانِ عظمت و شانِ رحمتِ الٰہیہ کا ظہور ہے

پھر مالکِ یوم الدین فرمایا کہ میں مالک ہوں قیامت کے دن کا۔ اس دن میری حیثیت منصف اور جج کی نہیں ہوگی جج قانونِ مملکت کا پابند ہوتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں اپنے قانون اور سلطنت اور قوانین کا پابند اور غلام نہیں ہوں میں مالک ہوں گا قیامت کے دن کا۔ اگر میرے قانون سے کوئی بخشا نہ جاسکا تو اپنے شاہی رحم سے معاف کردوں گا یہ ہے مالکِ یوم الدین کا راز۔

مراحمِ خسروانہ

جس کو شاہ عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ شاہ ولی اللہ محدث رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے نے فرمایا کہ عرشِ اعظم کے سامنے لکھا ہوا ہے۔ سَبَقَتْ رَحْمَتِیْ عَلٰی غَضَبِیْ۔ میری رحمت اور میرے غصہ میں جو دوڑ ہوئی تو میری رحمت آگے بڑھ گئی۔ شاہ عبدالقادر صاحب مصنف تفسیر موضح القرآن اور شاہ ولی اللہ صاحب کے بیٹے لکھتے ہیں کہ عرشِ اعظم پر اللہ

نے یہ کیوں لکھا ہے؟ فرمایا کہ یہ شاہی رحم کے طور پر لکھا ہے۔ اس کا نام کیا ہے از قبیل
مراحم خسروانہ۔ مراحم جمع ہے رحمت کی۔ از قبیل مراحم خسروانہ کے معنی ہیں شاہی رحم
کے طور پر۔ اگر میرا کوئی بندہ قانون سے نہ بخشا جاسکا تو میں اپنے شاہی رحم کو محفوظ رکھتا
ہوں، اس شاہی رحم سے اس کو معاف کردوں گا جیسے جب کوئی مجرم قانون سے
نجات نہیں پاتا اور سپریم کورٹ سے پھانسی کی قطعی سزا ہوجاتی ہے تو اب آگے کیونکہ
کوئی اور عدالت نہیں ہے لہٰذا سلطان مملکت سے رحم کی درخواست کرتا ہے اور
اخباروں میں آجاتا ہے کہ مجرم نے سپریم کورٹ میں ہارنے کے بعد پھانسی کی سزا سُن
کر اب مملکت کے بادشاہ سے رجوع کیا ہے اور شاہی رحم کی بھیک مانگی ہے۔ تو
اللہ تعالیٰ نے اپنے شاہی رحم کی بھیک کو محفوظ کرلیا ہے۔ آہ! مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ
کا راز سُن لیجئے۔ وہ مالک ہے قیامت کے دن کا۔ جج قانون کا پابند ہوتا ہے،
مالک پابند نہیں ہوتا۔ اللہ کی قضا اللہ کے سامنے محکوم ہے۔ قضائے الٰہی یعنی اللہ کا
فیصلہ اللہ تعالیٰ پر حکومت نہیں کرسکتا ہے۔ یہ مولانا رومی کا عنوان ہے کہ اے خدا
آپ کی قضا آپ کی محکوم ہے آپ پر حاکم نہیں ہوسکتی اس لیے سُوءِ قضا کو حُسنِ قضا سے
تبدیل فرما دیجئے۔

اور آگے بیان فرمایا

نفس و شیطان کی غلامی سے آزادی کی درخواست

کہ اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ ہم آپ ہی کے بندے ہیں، ہم نفس اور شیطان
کے بندے نہیں ہیں۔ آپ کی غلامی کرتے ہیں مگر چونکہ نفس اور شیطان ہم کو دبوچے
ہوئے ہیں، ہم جنگلی سور کے منہ میں ہیں اور ہرن کے شکار کرنے کا ارادہ کرکے نکلے

تھے لیکن جھاڑی سے جنگلی سُور نے نگل لیا یعنی اللہ تک پہنچنے کا ارادہ کر کے سلوک میں داخل ہوتے تھے مگر نفس کا جنگلی سُور ہمیں خبیث گندے اعمال میں مبتلا کر کے دبوچے ہوئے ہے اور اپنے بڑے لمبے لمبے دانتوں سے ہمیں کھا رہا ہے اور ہم دل میں سوچ رہے ہیں کہ اے خدا ہم تو ہرن کے شکار کے لیے چلے تھے یعنی آپ تک پہنچنے کے لیے لیکن یہ مجھ کو کیا ہو گیا کہ نفس کے جنگل میں پھنس کر آپ سے اب تک دُور پڑا ہوا ہوں۔

اشتغال باللذائذ مانع قرب ہے اور اس کی تمثیل

مولانا رومیؒ فرماتے ہیں

کہ انگور کھانے کے لیے ایک کیڑا چلا لیکن ظالم ایک پتہ ہرا ہرا دیکھ کر یہ سمجھا کہ شاید یہی انگور ہے۔ ساری زندگی اس پتہ کو کھاتا رہا، انگور کے درخت کے ہرے پتے کو، اور وہیں مر گیا، اسی پتہ پر قبرستان بنا لیا۔ اگر یہ ظالم ہرے پتے کی رنگینیوں میں مبتلا نہ ہوتا، اس سے صرف نظر کر کے، اپنی نگاہ کی حفاظت کر کے آگے بڑھتا تو انگور پا جاتا۔ اگر ہم مرنے والی لاشوں سے اپنی نگاہوں کو بچا کر آگے بڑھ جائیں تو ہمیں اللہ مل جاتے مگر ان مُردہ لاشوں میں نفس و شیطان ہمیں مبتلا کر کے اللہ کے قرب کے انگور سے محروم کرنا چاہتا ہے۔ جو مضمون پیش کر رہا ہوں یہ جلال الدین رومیؒ کا فارسی زبان میں ہے جس کو اختر آپ کے سامنے اردو زبان میں پیش کر رہا ہے۔

لہٰذا آج سے ارادہ کر لیجیے کہ پتوں پر جان نہیں دیں گے، ان لاشوں سے ان حسینوں سے آگے بڑھ جائیں گے اور ہمیں اللہ کے قرب کا انگور نصیب ہو جائے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

صراطِ مستقیم منعم علیہم کا راستہ ہے

اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ
اے اللہ ہم کو سیدھا راستہ دکھا

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں صراطِ مستقیم کیا ہے؟ اس کا بدل صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ ہے یعنی اے اللہ جن پر آپ نے انعام نازل کیا جو آپ کے پیارے بندے ہیں۔ ان کا راستہ دکھا۔ یہ اللہ تعالیٰ نازل فرمارہے ہیں کہ سیدھے راستہ کا خواب مت دیکھنا خالی کتابوں سے، سیدھے راستہ کا خواب مت دیکھنا اسبابِ دنیویہ سے، سیدھا راستہ ان کا ہے جن کو میں نے انعام سے نوازا ہے' جو میرے مقرب بندے ہیں۔

انعام یافتہ بندے کون ہیں؟

اب انعام کیا ہے؟ کلفٹن کے بنگلے؟ نہیں! کباب اور بریانیاں؟

نہیں! پھر انعام کیا ہے؟ اُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ۔ میں نے جن پر انعام نازل کیا وہ انعام کیا ہے؟ مِنَ النَّبِیّٖنَ جن کو نبوت عطا کی۔ وَالصِّدِّیْقِیْنَ جن کو اپنا صدیق بنایا۔ وَالشُّھَدَآءِ جن کو جامِ شہادت نوش کرنے کا شرف بخشا۔ وَالصّٰلِحِیْنَ جن کو نیک اور صالح بنایا تو نبوت، صدیقیت، شہادت اور صالحیت چار نعمتیں جن کو حاصل ہیں سیدھے راستہ سے ان کا راستہ مراد ہے۔

مستند رستے وہی مانے گئے
جن سے ہو کر تیرے دیوانے گئے

ان کا راستہ ہی صراطِ مستقیم ہے جو اللہ تک پہنچتا ہے۔ جو اُن کی راہ پر نہ چلے گا اللہ تک نہیں پہنچ سکتا، واپس کردیا جائے گا۔

لوٹ آئے سب جتنے فرزانے گئے
تا بہ منزل صرف دیوانے گئے

صراطِ مستقیم کے لیے منعم علیہم بندوں کی رفاقت شرط ہے

ان سے تعلق قائم

کرو وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا آخر میں اللہ نے فرمایا کہ یہ بہترین رفیق ہیں۔ جملہ خبریہ صورت امر میں ہے یعنی ہے تو خبر مگر اندر انشاء پوشیدہ ہے یعنی جب تم ان اللہ والوں کو، ان انعام یافتہ لوگوں کو اپنا رفیق، اپنا ساتھی بناؤ گے تب جا کر تم کو صراطِ مستقیم ملے گی اور تب خدا ملے گا لہذا ان کو اپنا رفیق بنالو۔

علامہ محمود نسفی نے تفسیر خازن میں لکھا ہے کہ یہاں حَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا معنی میں افعال تعجب کے ہے۔ یعنی مَا أَحْسَنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا کیا ہی پیارے یہ رفیق ہیں۔ یہ حَسُنَ معنی میں مَا أَحْسَنَ کے ہے مَا أَحْسَنَ وَأَحْسِنْ بِهٖ مَا أَفْعَلَ وَأَفْعِلْ بِهٖ دو صیغے افعال تعجب کے ہیں مطلب یہ کہ سبحان اللہ! کتنے پیارے لوگ ہیں یہ اللہ والے۔ اس کا کیا مطلب ہوا؟ کیا یہ خالی خبر ہے یا اس میں انشاء پوشیدہ ہے۔ اگر آپ کہیں کہ آج میرے یہاں گرما گرم کباب تیار ہے تو کیا مہمان اس کو خالی خبر سمجھے گا یا دعوت بھی سمجھے گا۔ آہ! اللہ تعالیٰ دعوت دے رہے ہیں کہ اے لوگو! میں دعوت دیتا ہوں کہ میرے مقبول بندوں کو جلدی سے اپنا ساتھی بنالو۔ مگر اس رفاقت میں حُسن ڈالنا وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا حسین رفاقت اختیار کرنا حسین رفاقت جب ہوتی ہے جب اتباع بھی ہو۔ اپنے رفیق و مربی کے مشوروں پر عمل بھی کیا جائے۔ وہ شخص حُسنِ رفاقت سے محروم ہے جو شیخ کے بتائے ہوئے طریقوں

سے الگ نفس کے کہنے پر عمل کرتا ہے۔

صراطِ منعم علیہم صراطِ مستقیم کا بدل الکل ہے

تو صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ کو علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جتنے اللہ والے ہیں یہ صراطِ مستقیم کے بدل الکل من الکل ہیں۔ اس بدل کے تین نام ہیں۔ بدل الکل من الکل، بدل المطابق، بدل الموافق یعنی صراطِ مستقیم پورا پورا اللہ والوں کا راستہ ہے جس نے اللہ والوں کا راستہ اختیار نہ کیا وہ صراطِ مستقیم سے محروم ہے۔

کلام اللہ کا اعجازِ بلاغت اور علماءِ نحو کی حیرانی

اب ایک اشکال علمی اس پر ہے کہ ترکیب بدل میں بدل مقصود ہوتا ہے مبدل منہ مقصود نہیں ہوتا جیسے جَاءَ زَيْدٌ اَخُوْهُ آیا زید یعنی اس کا بھائی تو زید نہیں آیا ہے اس کا بھائی آیا ہے بھائی اس کا بدل ہے یہاں اس کا بھائی مقصود ہے زید مقصود نہیں۔ اس پر اشکال نہ ہوتا ہے کہ جب مبدل منہ کلام میں غیر مقصود ہوتا ہے اور بدل مقصود ہوتا ہے تو اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ مبدل منہ ہے تو نعوذ باللہ اللہ کے کلام میں کیا غیر مقصود بھی آ گیا۔ تو حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ مبدل منہ میں اللہ نے ایک لفظ بڑھا دیا جو بدل میں نہیں ہے۔ وہ کیا ہے؟ مستقیم، صفتِ استقامت اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ مبدل منہ میں صفتِ مستقیم نازل کر کے اور بدل میں یہ صفت نازل نہ کر کے اللہ نے اپنے کلام میں مبدل منہ کو بھی مقصود بنا دیا کہ دیکھو صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ یہی مستقیم اور سیدھا راستہ ہے لیکن

یہ صفت میرے مبدل منہ میں ہے بدل میں نہیں ہے لہٰذا میرا بدل بھی مقصود ہے اور میرا مبدل منہ بھی مقصود ہے؛ لہٰذا علمائے نحات کے کہنے میں مت آنا یہ قانون میرے بنائے ہوئے ہیں؛ یہ نحو کی قانون سازی میری عطا ہے۔ ان کی کھوپڑی کی عقل میں تھوڑی سی روشنی میں نے دی ہے۔ لہٰذا قانون نحوی کوئی چیز نہیں ہے میں نے اپنے کلام میں مبدل منہ میں مستقیم کا لفظ نازل کرکے اس کو مقصود بنا دیا کیونکہ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ سے قیامت تک کسی کو پتہ نہ چلتا کہ یہ اللہ والوں کا راستہ مستقیم بھی ہے یا نہیں، سیدھا بھی ہے یا نہیں وہ مبدل منہ میں اللہ تعالیٰ نے نازل فرما دیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کے کلام کا کمالِ بلاغت ہے کہ ساری دُنیا کے علمائے نحات، ساری کائنات کے قانونِ قواعد و گرامر کے عالم حشی کہ علماء عرب بھی حیرت زدہ رہ گئے کہ اللہ اکبر کلام اللہ کی یہ بلاغت! ساری دنیا کے علمائے نحات کا اجماع ہے کہ ترکیب بدل میں مبدل منہ غیر مقصود ہوتا ہے مقصود بدل ہوتا ہے مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے کمالِ بلاغت سے مبدل منہ میں ایک صفت ایسی نازل کر دی جو بدل میں نہ تھی جس سے خود مبدل منہ بھی مقصود ہو گیا سارے علمائے نحات، ساری کائنات کی مخلوقات خدا کے سامنے کیا بیچتی ہیں! اللہ تعالیٰ کے کلام کی بلاغت کے سامنے دُنیا کے فصحا اور بلغاء کیا بیچتے ہیں۔ ان کی کیا حقیقت ہے۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۝

منعم علیہم کا راستہ یہی بدل ہے، یہی صراطِ مستقیم ہے یہی اللہ کا راستہ ہے جس نے اللہ والوں کا راستہ نہیں پکڑا وہ صراطِ مستقیم نہیں پا سکتا۔

منعم علیہم اپنے اور مغضوب علیہم غیر ہیں

اب آگے ہے کہ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ دیکھو یہ نبیین، صدیقین، شہدا وصالحین یہ ہمارے اپنے ہیں لیکن جن پر ہمارا غضب نازل ہوا یہ غیر ہیں دیکھو غیروں سے مت ملنا۔

غیروں سے دل لگانے والا محروم رہتا ہے

منافقین والا کام مت کرنا بنافق کافروں سے بھی ملتے تھے اور صحابہ سے بھی ملتے تھے، جسم یہاں رکھتے تھے لیکن دل وہاں غیروں میں رکھتے تھے۔ جیسے جسم کوئی خانقاہ میں رکھے اور دل جوڑیا بازار میں رکھے یا الفنسٹن اسٹریٹ میں رکھے۔ اس شخص کو فائدہ ہوگا شیخ کی صحبت سے؟ جسم اور دل دونوں فدا کر دو خانقاہوں پر اللہ والوں پر۔ پھر دیکھو اللہ تعالیٰ آپ کے دل کے اندر وہ باغبانی کرے گا کہ آپ ساری زندگی اس کا شکر یہ ادا کریں گے اور یہ مصرعہ پڑھیں گے ؎

کاگا سے ہنس کیو اور کرت نہ لاگی بار

ہم تو کوا تھے گُو کھاتے تھے۔ اے میرے شیخ آپ نے کاگا سے مجھے ہنس چڑیا بنا دیا کہ اب ذکر اللہ کے موتی چگتے ہیں اور تمام گندے کاموں سے اللہ نے نجات عطا فرما دی ؎ کاگا سے ہنس کیو اور کرت نہ لاگی بار

بھیکا معالی پر واریاں دیں سو سو بار

بھیکا شاہ اپنے شیخ ابو المعالی پر سو سو بار قربان ہو جا کہ جس نے اپنے کرامت اور تربیت سے تجھ جیسے کوے کو ہنس کر دیا مگر دل بھی پیش کر جب باغ پیش

نہیں کرو گے تو باغبانی کیسے ہوگی اگر دل لفنسٹن اسٹریٹ میں ہے تو آپ نے دل کہاں پیش کیا؟ جسم پر کچھ ظاہری اعمال آجاتے ہیں گے مگر دل تو جب بنے گا جب اللہ والوں پر فدا کیا جائے، دل بھی خانقاہوں میں رکھا جائے۔ جسم تو خانقاہوں میں ہو اور دل جاہوں اور باہوں میں ہو تو شیخ جاہ کا جیم اور باہ کی ب کیسے نکالے گا اور آہ کیسے پیدا ہوگی؟ ایسا شخص تو ابے تبے ہی رہے گا۔

صراطِ مستقیم کے لیے مغضوب علیہم سے دوری بھی ضروری ہے

میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحبؒ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنوں کا ذکر بھی نازل کیا اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ جن پر ہم نے انعام نازل کیا، یہ ہمارے اپنے ہیں لیکن غیروں کا بھی تذکرہ کر دیا غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ جن پر ہم نے غضب نازل کیا، جو گمراہ لوگ ہیں خبردار ان کو غیر سمجھنا اور ان کے اعمال کو بھی غیر سمجھنا، معذب قوموں کے اعمال سے احتیاط رکھنا۔ یہ نہیں کہ اب تم کو وہ قوم لوط ملے گی۔ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم اب کہاں ہے لیکن جو ان کے اعمال کرتے ہیں گویا کہ وہ قوم لوط کی معذب قوم سے رابطہ رکھتے ہیں۔ اسی لیے محدثین نے لکھا ہے، علماء فرماتے ہیں کہ جس قوم معذب میں جو خصلت تھی آج جو شخص اس فعل کو کرے گا، معذب قوموں کے فعل کو اختیار کرے گا یعنی گناہ کرے گا تو اس کا حشر انہیں کے ساتھ ہوگا اگر توبہ نہ کی اِنْ لَمْ یَتُبْ۔ اس لیے دوستو غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ سے مراد ہے کہ جن پر اللہ تعالیٰ نے غضب نازل کیا۔

لہٰذا جو گمراہ لوگ ہیں ان سے بھی بچو اور ان کے اعمال سے بھی بچو یہ نہیں کہ وہ ہم سے دور رہیں اور ہم عمل ان کا کرتے رہیں۔ جس فعل پر اللہ کا غضب نازل ہے

جس فعل سے اللہ ناراض ہے اس سے بھی احتیاط کرو کہ وہ معذب قوموں کا ورثہ ہے
ہر گناہ کسی نہ کسی معذب قوم کی وراثت اور ترکہ ہے۔

اب میں منعم علیہم کی تفسیر اور شرح کرنا چاہتا ہوں اور خصوصاً صدیقین کی شرح کر کے تقریر ختم کرتا ہوں۔

نبی کی تعریف

مِنَ النَّبِيِّنَ جن کو ہم نے نبوت سے نوازا یعنی جن انسانوں پر فرشتہ اللہ کی طرف سے وحی لے آتا تھا مگر نبوت کا دروازہ اب بند ہو چکا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آخری نبی ہیں اور تمام نبیوں کے سردار ہیں۔ اب قیامت تک کوئی نبی نہیں آئے گا۔ پیغمبری اختیاری چیز نہیں ہے لیکن راہِ پیغمبری پر چلنا اختیاری چیز ہے۔ شیطان و نفس کے کہنے پر ڈسٹمپری کا راستہ اختیار نہ کیجئے راہِ پیغمبر پر چلیے اختر کا شعر سُنیے ؎

خاک ہو جائیں گے قبروں میں حسینوں کے بدن
ان کے ڈسٹمپر کی خاطر راہِ پیغمبر نہ چھوڑ

خدائے تعالیٰ ہم سب کو توفیق دے، صورتیں بدلنے والی ہیں بس چار دن کی چاندنی پھر اندھیری رات۔ اس چاند سے تعلق کرو جہاں اندھیرا نہیں ہوتا، اس سورج سے تعلق رکھو جو غروب نہیں ہوتا اور وہ اللہ تعالیٰ کی نسبت کا نام ہے۔ جس شخص کو حق تعالیٰ نے اپنی نسبت دے دی وہ خالقِ آفتاب سے وابستہ ہے وہاں سورج غروب نہیں ہوتا، وہاں کبھی اندھیرا نہیں ہوتا اسی لیے اللہ والے ہر وقت مست رہتے ہیں۔ اپنے اللہ کے قرب کے آفتاب سے ہر وقت روشن رہتے ہیں اور دوسروں کو بھی روشن کر دیتے ہیں بشرطیکہ وہ اپنی زمین ہوش

کریں۔ کاشت کے لیے زمین بھی تو دیں یعنی نفس کو اصلاح کے لیے کسی اللہ والے کے حوالے کر دیں۔

شہید کی تعریف

تو نبیین کا مطلب آپ نے سمجھ لیا، شہداء کے معنی بھی سمجھ لیجیے۔ شہادت کا سمجھنا آسان ہے۔ شہداء وہ لوگ ہیں جن کو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات پر ایسا یقین آیا کہ اللہ کی راہ میں جان دے کر اللہ تعالیٰ کے وجود اور وحدانیت کی گواہی دے گئے۔ اُحد کے دامن میں ستّر صحابہ ایک ہی دن میں شہید ہو گئے اور ہر جنازہ بزبانِ حال یہ شعر پڑھ رہا تھا، زبانِ قال سے نہیں، زبانِ حال سے گویا یہ کہہ رہا تھا ؎

اُن کے کوچہ سے لے چل جنازہ میرا
جان دی ہے میں نے جن کی خوشی کے لیے

بے خودی چاہیے بندگی کے لیے

جو تجھ بن نہ جینے کو کہتے تھے ہم
سو اس عہد کو ہم وفا کر چلے

صالحین کی تعریف

صالحین کے معنی مختصراً یہ ہیں کہ جن کی طبیعت میں ایسی سلامتی و صلاحیت ہے کہ وہ اتباعِ سنت اور اتباعِ شریعت کرتے ہیں اور اللہ کو راضی کرنے کی فکر میں رہتے ہیں، ایسے لوگ صالح کہلاتے ہیں۔ مگر میں اس وقت صرف صدیقین کی شرح کرنا چاہتا ہوں جو اولیاء اللہ کا سب سے زیادہ اونچا طبقہ ہے تاکہ ہم آپ آج ارادہ کر لیں کہ جب ہمارا تعلق مالکِ کریم سے ہے ہم اس اللہ سے ہم اونچی ولایت اور اونچی دوستی

کیوں نہ مانگیں، ولایتِ صدیقیت کا سوال کیوں نہ کریں۔ اپنی صلاحیت و قابلیت کو مت دیکھئے کیونکہ کریم کی تعریف ہی یہ ہے کہ جو بدون صلاحیت اپنی نعمت کو دے دے۔

کریم کی شرح

پہلے کریم کی شرح سُن لیجئے کریم کی چار تعریفیں ہیں۔

۱۔ اَلَّذِیْ یُعْطِیْ بِدُوْنِ الْاِسْتِحْقَاقِ وَالْمِنَّۃِ۔

کریم وہ ہے جو نالائقوں پر بھی مہربانی کر دے جیسے کئی سو برس پہلے بادشاہِ ایران نے اپنے خادم رمضانی سے کہا تھا۔

رمضانی مگساں می آئند

رمضانی مکھیاں آرہی ہیں۔ اس نے کہا حضور!

ناکساں پیشِ کساں می آئند

نالائق لائق کے پاس آرہی ہیں۔ آہ ظالم نے کیا جواب دیا۔ تو کریم وہ اللہ ہے جو نالائقوں پر بھی مہربانی کر دے مانگو تو سہی جب وہ قبول کر لیں تو اولیا۔ اللہ کے اعمال اور اخلاق دینا ان کے ذمہ ہے۔ ولایتِ صدیقیت مانگئے کہ اے اللہ ہمیں اولیائے صدیقین میں شامل فرما۔ جب اللہ قبول فرمالیں گے تو اعمالِ صدیقین اخلاقِ صدیقین، ایمانِ صدیقین، یقینِ صدیقین، کیفیاتِ احسانیہ صدیقین سب کچھ اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے آپ اللہ سے مانگئے۔ تو کریم کی چار تعریف ہے جو نالائقوں پر مہربانی کر دے اَلَّذِیْ یُعْطِیْ بِدُوْنِ الْاِسْتِحْقَاقِ وَالْمِنَّۃِ اور دوسری کیا ہے؟

۲۔ اَلَّذِیْ یَتَفَضَّلُ عَلَیْنَا بِدُوْنِ مَسْئَلَۃٍ وَّلَا وَسِیْلَۃٍ جو ہم پر مہربانی کر

دے بدون سوال اور وسیلہ کے۔

۳۔ اَلَّذِیْ یَتَفَضَّلُ عَلَیْنَا وَلَا یَخَافُ نَفَادَ مَا عِنْدَہٗ جو ہم پر مہربانی کردے اور اپنے خزانے کے ختم ہونے کا اس کو اندیشہ ہی نہ ہو کیونکہ اللہ غیر محدود خزانے والا ہے۔

۴۔ اَلَّذِیْ یَتَفَضَّلُ عَلَیْنَا فَوْقَ مَا نَتَمَنّٰی بِہٖ جو ہم پر اتنی مہربانی کردے کہ جو ہماری تمناؤں سے بھی زیادہ ہو۔ مانگو ایک بوتل، دے دے ایک مشک۔ ایک بوتل شہد کوئی مانگے اور کریم دے دے ایک مشک۔ اللہ تعالےٰ اس طرح سے دیتا ہے۔

اولیاء اللہ کا سب سے بڑا درجہ صدیقین کا ہے

لہذا نبوت کے بعد جو سب سے بڑا درجہ اولیاء اللہ کا ہے آپ سے عہد لیتا ہوں کہ ہم سب مل کر وہی درجہ خدائے تعالےٰ سے مانگیں کہ اے اللہ! نبوت کا دروازہ بند ہوا ہے اولیائے صدیقین کا دروازہ بند نہیں ہوا، قیامت تک کھلا ہوا ہے۔ اسی لیے جمع کا صیغہ صدیقین نازل کیا۔ اگر واحد کا صیغہ نازل ہوتا تو لوگ یہی سمجھتے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد شاید اب کوئی صدیق نہیں ہوگا لیکن صدیقین نازل فرمایا۔ معلوم ہوا کہ صدیقین قیامت تک پیدا ہوتے رہیں گے لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جیسا اب کوئی صدیق نہیں ہوگا۔ ان کے درجہ کو اب کوئی نہیں پہنچ سکتا لیکن صدیقین پیدا ہوتے رہیں گے۔ آپ پوچھیں گے کہ بھئی اولیائے صدیقین کیا ہوتے ہیں؟ ان کی کیا شان ہوتی ہے؟ لہٰذا میں اولیائے صدیقین کی شان علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ

کی تفسیر روح المعانی سے پیش کرتا ہوں کہ صدیق کس کو کہتے ہیں؟ تاکہ معلوم ہو جائے کہ ہمیں کیسا بننا ہے اور اللہ سے مانگنے میں مزہ آئے کہ اے اللہ! ہم کو نسبتِ صدیقین عطا فرما دے، اولیائے صدیقین میں شامل فرما دے لیکن اگر آپ کو صدیق کے معنیٰ نہیں معلوم تو بتائیے دُعا میں مزہ آئے گا؟ جیسے کسی نابالغ پانچ چھ سال کے بچے سے کہو جو گلی ڈنڈا کھیل رہا ہے یا پتنگ اُڑا رہا ہے کہ میں تیری شادی کر دوں؟ تو کہے گا کہ شادی میں کیا ہوتا ہے؟ انھوں نے کہا کہ کپڑا مکان روٹی دینی پڑتی ہے تو کہے گا اچھا بس آئندہ بات بھی نہ کرنا۔ لیکن جب بالغ ہو جائے، پہچان لے شادی کی معرفت ہو جائے گی پھر اس سے کہو تو پیر دبائے گا اور کان میں کہے گا بھیا ذرا جلدی کرنا دیر نہ کرنا۔ اب بھیا کہے گا آپ کو اور اگر بڑی عمر کے ہیں تو چاچا کہے گا کہ چاچا دیکھو جلدی کرنا دیر نہ کرنا۔ تو معرفت کے بعد طلب بڑھ جاتی ہے، میں صدیقین کے درجہ کی معرفت پیش کرنا چاہتا ہوں۔

صدیقین کی تعریف

اولیائے صدیقین کون لوگ ہیں؟ صدیق وہ ولی اللہ ہے کہ نبی پر جو کچھ وحی نازل ہو، اس کا دل خود بخود اس کی تصدیق کرے یعنی صدیق آئینۂ نبوت ہوتا ہے اور علامہ آلوسی نے تفسیر روح المعانی میں صدیق کی یہ تعریف کی ہے:

جس کا قال اور حال ایک ہو

اَلَّذِیْ لَایُخَالِفُ قَالُہٗ حَالَہٗ صدیق وہ ہے جس کے قول میں اور جس کے حال باطن میں فرق نہیں ہوتا جو زبان پر ہے وہی دل میں ہے۔ صدیقین وہ اولیاء اللہ ہیں جن کا حالِ باطن یکساں ہوتا ہے جتنا ایمان

ان کی زبان پر ہوتا ہے اتنا ہی ان کے قلب میں ہوتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقامِ صدیقیت کو شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ایک دن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب میں قیامت کے دن دوزخ اور جنت کو دیکھوں گا تو میرا ایمان ذرہ نہیں بڑھے گا اتنا ایمان مجھے دنیا ہی میں حاصل ہے بہ صدقہ صحبت نبی صلی اللہ علیہ وسلم اِذَا رَأَیْتُ النَّارَ وَالْجَنَّۃَ یَوْمَ الْمَحْشَرِ مَازَدَدْتُ یَقِیْنًا جب میں قیامت کے دن جنت و دوزخ کو دیکھوں گا تو میرے یقین میں ایک ذرہ برابر اضافہ نہیں ہوگا اتنا یقین تو مجھے دُنیا میں ہی حاصل ہے۔ میرے مرشد شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مرشد حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو خط لکھا تھا کہ حضرت آپ کی غلامی کے صدقے میں اللہ نے میرا ایمان و یقین اس مقام پر عطا فرمایا ہے کہ جب میں دُنیا کی زمین پر چلتا ہوں تو ایسا لگتا ہے میں آخرت کی زمین پر چل رہا ہوں۔ اس پر حکیم الامت مجدد الملت تھانوی نے فرمایا کہ یہ شخص اپنے وقت کا صدیق ہے۔ تو صدیق کی ایک تعریف ہے اَلَّذِیْ لَا یُخَالِفُ قَالُہٗ حَالَہٗ صدیق وہ ہے جس کا قال اور حال ایک ہو یعنی اس کے قول اور باطن میں فرق نہ ہو، زبان و دل ایک ہوجائے۔ صدیق کی دوسری تعریف ہے:

جس کا باطن ظاہری حالات سے متاثر نہ ہو

۲۔ اَلَّذِیْ لَا یَتَغَیَّرُ بَاطِنُہٗ مِنْ ظَاہِرِہٖ جس کا باطن اتنا زبردست اور قوی ایمان رکھتا ہو کہ ظاہری حالات سے متاثر نہ ہوتا ہو چاہے جرمن جاپان لندن کی تمام لڑکیاں اور سارے عالم کی ٹیڈیاں سامنے آجائیں کچھ بھی ہوجائے لیکن کبھی مغلوب نہ ہوتا ہو۔ یہ نہ کہے کہ کیا

کریں بھائی ایسے حالات میں کیسے نظر بچائیں، بچا کریں بھائی خاندان کی وجہ سے مروت آگئی اس لیے ویڈیو فلم بنوالی، ٹیپ ریکارڈر لگا تھا گانا سُن لیا۔ کیا کہیں وہ نہیں کہتا۔ وہ موثر ہوتا ہے، غالب ہوتا ہے۔ بقول ہمارے شیخ مولانا شاہ محمد احمد صاحبؒ

جہاں جاتے ہیں ہم تیرا فسانہ چھیڑ دیتے ہیں
کوئی محفل ہو تیرا رنگِ محفل دیکھ لیتے ہیں

لندن کی سڑک ہو یا جاپان کی اللہ والے جہاں بھی جاتے ہیں اللہ والے ہی رہتے ہیں۔ یہی دلیل ہے کہ ان کے دل میں اللہ ہے۔ شیر کا دوست لومڑی اور بندر سے ڈرے گا؟ سورج کا دوست ستاروں سے ڈرے گا؟ بس سمجھ لیجئے کہ اللہ کے دوستوں کا کیا مقام ہوگا؟ پس صدیق کا ایمان اس قدر قوی ہوتا ہے کہ ظاہری حالات سے متاثر نہیں ہوتا۔ کسی سے مرعوب نہیں ہوتا۔ لوگوں سے ڈر کر اللہ کی مرضی کے خلاف کوئی کام نہیں کرتا ؎

سارا جہاں خلاف ہو پروا نہ چاہئے
پیشِ نظر تو مرضیِ جانانہ چاہئے
پھر اس نظر سے جانچ کے تو کر یہ فیصلہ
کیا کیا تو کرنا چاہیے کیا کیا نہ چاہئے

اور صدیق کی تیسری تعریف ہے:۔

دونوں جہان خدا پر فدا کرنے والا

۳۔ اَلَّذِیْ یَبْذُلُ الْکَوْنَیْنِ فِیْ رِضَا مَحْبُوْبِہٖ صدیق

وہ ہے جو دونوں جہان اللہ پر فدا کر دیتا ہے۔ ابھی کل میں نے کچھ عرب کے لوگوں

کے سامنے یہ تعریف پیش کی تو ایک الجزائری نے پوچھا کہ میں دنیا تو اللہ پر فدا کر سکتا ہوں فکیف افدی الاٰخرۃ لیکن آخرت کو کوئی انسان کس طرح فدا کر سکتا ہے۔

آخرت کو اللہ پر فدا کرنے کے معنی

میں نے جواب دیا کہ آخرت کو فدا کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ نیک کام اللہ کی رضا کے لیے کرو، جنت کی لالچ میں نہ کرو۔ اللہ کی رضا درجۂ اولیں میں ہو، جنت کو درجۂ ثانوی میں کرلو۔ نیت یہ ہو کہ اے اللہ! میں یہ عمل جنت کے لیے نہیں کر رہا ہوں آپ کو خوش کرنے کے لیے کر رہا ہوں لیکن چونکہ جنت آپ کا محل لقاء اور محل دیدار ہے اس لیے جنت کا بھی سوال کرتا ہوں لیکن مقصود آپ کی رضا ہے۔ بس آپ نے آخرت فدا کردی، جنت کو اللہ پر فدا کر دیا اور دوزخ کے ڈر سے گناہ مت چھوڑو اللہ کی ناراضگی کے خوف سے چھوڑو۔ خدائے تعالیٰ کی ناراضگی سے بچنے کے لیے گناہ چھوڑو اور جہنم کو درجۂ ثانوی میں کرلو ان شاء اللہ تعالیٰ آپ نے جنت و جہنم اور آخرت کو فدا کر دیا۔ یہ سن کر اس عرب نے کہا سبحان اللہ! وہ بہت خوش ہوا اور یہ میں نے کہاں سے حاصل کیا؟ اللہ تعالیٰ نے براہِ راست دل میں یہ شرح عطا فرمائی۔ اس کے بعد حدیث پاک کی دلیل بھی مل گئی۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ رِضَاکَ وَالْجَنَّۃَ اے خدا! میں تجھ سے تیری رضا اور تیری خوشی مانگتا ہوں اور جنت کو بعد میں مانگتا ہوں۔ جنت کو بعد میں بیان کیا، پہلے کیا مانگا سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ رِضَاکَ اے اللہ میں تیری رضا چاہتا ہوں وَالْجَنَّۃَ اور جنت بھی۔ جنت کو درجۂ ثانوی کیا اور

وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ سَخَطِكَ میں تیری ناراضگی سے پناہ چاہتا ہوں وَالنَّارِ اور دوزخ سے۔ دوزخ کو درجۂ ثانوی کیا۔ پہلے اللہ کی ناراضگی سے پناہ مانگی اس حدیث سے اختر نے یہ سمجھا کہ آخرت کو یوں فدا کیا جاتا ہے۔ بس صدیق کی آخری تعریف ہے اَلَّذِیْ یَبْذِلُ الْکَوْنَیْنَ فِیْ رِضَاءِ مَحْبُوْبِہٖ جو اللہ پر دونوں جہان فدا کر دے۔

بس دعا کیجئے اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق دے۔ میرے شیخ کے خلیفہ صوفی غلام سرور صاحب نے لاہور سے فون کیا ہے کہ میری بیٹی ہسپتال میں داخل ہے اللہ تعالیٰ اس کو صحت عطا فرمائے۔ اے اللہ ہم سب کو سلامتی اعضاء سلامتی ایمان کے ساتھ حیات نصیب فرما اور سلامتی اعضاء سلامتی ایمان کے ساتھ دنیا سے اٹھا۔ یہ دعا ہمارے لیے ہمارے بچوں کے لیے ہمارے گھر والوں کے لیے ہمارے دوستوں کے لیے اور سارے عالم کے مسلمانوں کے لیے قبول فرما۔ یا اللہ ہم سب کے لیے تقویٰ کے راستہ کو آسان بلکہ لذیذ فرما دیجئے۔ اے خدا گناہوں کو چھوڑنا نہ صرف آسان بلکہ لذیذ فرما دیجئے اور ہم سب کو اللہ والی حیات نصیب فرما دیجئے۔ اے خدا گناہوں کو چھوڑ کر ہم ایک شکر نہیں کروڑ کروڑ شکر ادا کریں۔ جس گناہ سے آپ ہمیں نجات عطا فرما دیں تو اے خدا ہم اس عنوان سے شکر ادا کریں گے کہ اگر ساری دنیا کے ذرے ذرے زبان بن جائیں، ساری کائنات کے ہر ذرہ کی زبان سے اے اللہ ہم آپ کا شکر ادا کریں تو ایک گناہ سے نجات کا شکریہ ہم ادا نہیں کر سکتے اس لیے سارے گناہوں کو چھوڑ دینے کی توفیق عطا فرما دیجئے اور ہمیں اپنے دوستوں کی حیات نصیب فرما دیجئے، اختر کو بھی اور اس کی اولاد کو بھی اور میرے

سب دوستوں کو بھی اور میرے حاضرین دوستوں کو بھی جو اس وقت موجود ہیں اور جو خواتین بے چاری آئی ہیں ان کے لیے بھی اور ان کے گھر والوں کے لیے ان کے شوہروں کے لیے بھی ان کے بچوں کے لیے بھی دُعا کرتا ہوں کہ اے اللہ! ہم سب کو دونوں جہان کی نعمتوں سے نواز دے۔ اے مالکِ دو جہان! ہم آپ سے دونوں جہان کی بھیک مانگتے ہیں۔

دونوں جہاں کا ٹکڑا اختر تو رو چکا ہے
اب اس پہ فضل کرنا یارب ہے کام تیرا

یہ خواجہ صاحب کا شعر ہے جس میں نام کی ترمیم کر کے اللہ سے مانگ لیا۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ ۝

کتابت
محمد علی زاہد

اہلِ دُنیا اور اہلُ اللہ کے عیش کا فرق

۹ صفر المظفر ۱۳۹۳ھ مطابق ۱۳ مارچ ۱۹۷۳ء کو حضرتِ اقدس مولانا شاہ محمد اختر صاحب دامت برکاتہم کا بعض احباب کی دعوت پر سفر حیدرآباد ہوا تھا۔ حافظ عبدالقدیر صاحب، مالک مکتبہ اصلاح و تبلیغ، کے مکان پر کچھ احباب جمع ہوگئے، اس وقت ارشاد فرمایا

بعض لوگ ایسے ہیں کہ ان کے جسم پر دو ہزار کا لباس ہے، اور دو لاکھ کی کار میں ان کا جسم بیٹھا ہوا ہے، لیکن ان کا دل ویران ہے۔ حق تعالیٰ کے تعلق اور محبت سے بالکل خالی ہے: اللہ کے نزدیک ان کے دل کی کوئی قیمت نہیں ہے۔ اور بعض بندے ایسے ہیں کہ ان کے جسم پر پیوند لگے ہوئے ہیں اور کھانے میں چٹنی روٹی ہے، لیکن ان کے سینوں میں جو دل ہے وہ حق تعالیٰ کے قرب و معیت سے اس قدر قیمتی ہوگیا کہ وہ ایک دل اللہ کے نزدیک لاکھوں غافل اجسامِ انسانیہ سے زیادہ محبوب فائق تر اور قیمتی ہے، اور حق تعالیٰ کے تعلق کے فیض سے چٹنی روٹی اور افلاس میں ان کے دلوں کو وہ چین نصیب ہے کہ بادشاہوں نے خواب میں بھی نہیں دیکھا۔ برعکس جو خدا سے غافل ہیں۔ ان کا جسم اگرچہ کار میں بیٹھا ہوا ہے، اور دو ہزار کا سوٹ زیبِ تن کیا ہوا ہے، اور زبان پر مُرغ اور بریانی کا ذائقہ ہے، لیکن دل بے چین و بے سکون

ہے۔ معلوم ہوا کہ باہر کی چیزیں دل کو سکون نہیں دے سکتیں۔ اندر اگر سکون ہے تو باہر کی چیزیں کار، بنگلہ، بیوی، بچے اور عمدہ غذائیں اچھی معلوم ہوتی ہیں، اور اگر دل میں سکون نہیں ہے تو باہر کی چیزیں کانٹا معلوم ہوتی ہیں۔ پھر بیوی بچے بھی اچھے نہیں لگتے، کار اور بنگلہ بھی اچھا نہیں لگتا، مرغ اور کباب کا لقمہ بھی زہر معلوم ہوتا ہے۔ ؎

دل گلستاں تھا تو ہر شئے سے ٹپکتی تھی بہار
دل بیاباں ہوگیا، عالم بیاباں ہوگیا

اہلِ دُنیا کے لیے دنیا عذاب اس لیے ہوگئی کیوں کہ دنیا کی محبت ان کے دل میں داخل ہوگئی، ورنہ اہل اللہ کے پاس اگر دنیا آتی بھی ہے تو وہ دنیا کو دل سے باہر رکھتے ہیں، ان کے دل میں صرف اللہ ہوتا ہے اور ہر وقت حق تعالیٰ کے قربِ خاص، تعلقِ خاص و معیتِ خاصہ سے مشرف ہوتا ہے۔ ایسے دل کو اگر پُوری دُنیا کی سلطنت و بادشاہت بھی مل جائے اور وہ پُوری کائنات پر سلطنت و حکمرانی کرے، لیکن کائنات اس کے سامنے بے قدر محکوم اور مغلوب ہوتی ہے۔

کیونکہ سُورج کا ہم نشین ستاروں سے کب مرعوب ہوسکتا ہے۔

جس کو اللہ تعالیٰ کی ہم نشینی و مجالست یعنی اللہ تعالیٰ کی یاد کی توفیق اور ان کی محبت کی لذّت و حلاوت نصیب ہوگئی، ساری کائنات کی لذتیں اس کے سامنے ہیچ بے قیمت ہوجاتی ہیں۔

چوں سُلطانِ عزت علم بر کشد
جہاں سر بجیب عدم در کشد

وہ سُلطانِ حقیقی جس دل پر اپنی معیتِ خاصہ کا انکشاف فرمادیتا ہے۔ ساری کائنات مع اپنی لذتوں کے جیب عدم میں اپنا سر ڈال دیتی ہے۔ اس لئے وہ دل

پوری کائنات اور معاشرہ کی رفتار اور گمراہی پر غالب رہتا ہے، کیونکہ اس پر حق تعالیٰ کی محبت چھا گئی اس لئے یہ پوری کائنات اور زمانہ پر چھا گیا۔ ؎

میرا کمالِ عشق بس اتنا ہے اے جگر
وہ مجھ پہ چھا گئے میں زمانے پہ چھا گیا

اس لئے آدمی عین امارت و بادشاہت کی حالت میں اللہ کا ولی ہو سکتا ہے۔

لوگ سمجھتے ہیں کہ اللہ والے دنیا چھڑواتے ہیں حالانکہ اللہ والے دُنیا نہیں چھڑواتے وہ تو ہمیں دونوں جہان کی بادشاہت دینا چاہتے ہیں، وہ تو یہ چاہتے ہیں کہ جو ذات دونوں جہان کی مالک ہے اس کو راضی کر لو تاکہ دُنیا کی زندگی میں بھی وہ عیش مل جائے جس پر بادشاہ رشک کریں اور جنت کی دائمی سلطنت بھی مل جائے۔

جو شخص دونوں جہان کے مالک کو راضی کر لیتا ہے تو وہ مالکِ دو جہاں بھی اس کی زندگی کو عیش اور سکون والی زندگی بنا دیتا ہے اور کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کا کوئی کفو نہیں ہے

وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ

کوئی ان کی ہمسری اور برابری کرنے والا نہیں ہے۔

اس لئے ان کے نام پاک کی لذت کا بھی کوئی کفو اور کوئی بدل نہیں ہے حتیٰ کہ جنت کی نعمتیں بھی اللہ کے نام کی لذت کی برابری و ہمسری نہیں کر سکتیں۔

یہی وجہ ہے کہ اللہ والے دُنیا کے عوض نہیں بکتے، کیوں کہ ان کے دل اس عیش سے مشرف ہیں جس کا دونوں جہان میں کوئی کفو، بدل اور ہمسر نہیں ہے۔ برعکس اہلِ دنیا جو مٹی اور پانی کی چیزوں سے لذت و عیش درآمد کر رہے ہیں، ان کا جو عیش بھی نحوستِ معاصی کی وجہ سے زہر اور تلخ ہو جاتا ہے۔

دشمنوں کو عیش آب و گِل دیا
دوستوں کو اپنا دردِ دل دیا
اُن کو ساحل پر بھی طغیانی ملی
مجھ کو طوفانوں میں بھی ساحل دیا

(آخر کے یہ دو شعر تقریباً بارہ سال بعد ۲۱ ربیع الثانی ۱۴۰۶ھ مطابق ۳ جنوری ۱۹۸۶ء، بروز جمعۃ المبارک، بعد نماز عصر ریل میں بسندھ حیدر آباد ہی کے دینی سفر کے دوران ارشاد فرمائے۔ لیکن چونکہ مضمون مندرجہ بالا مضمون کے مناسب تھے، اس لئے لکھ دیئے گئے۔ جامع)

اس رسالہ کو ابتداء تا انتہا حرفاً حرفاً احقر نے پڑھ لیا ہے
محمد اختر عفا اللہ عنہ

۲۶ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۱ھ

چند اشعار عارفانہ

از حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

جاں بازی عشق

جان دے دی میں نے انکے نام پر
عشق نے سوچا نہ کچھ انجام پر

انجام حسن فانی

دوستو مت ناز ان گلفام پر
خاک ڈالو گے انہیں اجسام پر

سلسلہ مواعظ حسنہ نمبر ۲۲

مجلسِ ذکر

ٹورنٹو (کینیڈا)، کی مجلسِ ذکر میں کیا گیا دل نشین وعظ جس میں
ذکر اور تصوف کے اہم مسائل کو مدلل بیان کیا گیا ہے

از

عارف باللہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم
خلیفۂ ارشد
محی السنہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم

ضبط و ترتیب

حضرت مولانا محمد ایوب سورتی صاحب زید لطفہ
خلیفہ
محی السنہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم

ناشر

کتب خانہ مظہری
گلشن اقبال پوسٹ بکس ۱۱۱۸۲
کراچی فون ۴۹۹۲۱۷۶-۴۸۱۸۱۱۲

نام وعظ ــــــــــــــــ مجلسِ ذکر

واعظ ــــــ عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

جامع، مرتب ــــــــــ سید عشرت جمیل میر

کتابت ــــــــــــ محمد علی ادیب

ناشر
کتب خانہ مظہری
گلشن اقبال ۲۔ پوسٹ بکس ۱۱۱۸۲
کراچی فون ۴۹۹۲۱۷۶-۴۸۱۸۱۱۴

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

کسی ملک کا سفر اگر تبلیغ دین اور اشاعت حق کے لیے کیا جائے تو وہ سفر بہت مبارک سفر ہوتا ہے۔ پھر وہ سفر اگر کسی اللہ والے بزرگ کے ساتھ ہو تو اس کی افادیت بڑھ جاتی ہے اور نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ کا مصداق ہوتا ہے۔

کئی برس سے دل میں داعیہ تھا کہ کنیڈا اور امریکہ کا سفر اپنے دینی دوستوں کی ملاقات اور مسلمانوں کے دینی، تعلیمی و ثقافتی حالات معلوم کرنے کی غرض سے کیا جائے حُسن اتفاق کہ ہند و پاک کی معروف بزرگ شخصیت عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم امریکہ اور کنیڈا تشریف لے جاتے ہوئے احقر کی دعوت پر دو ہفتوں کے لیے انگلینڈ تشریف لائے۔ تقاضا ہوا کہ میں بھی اگلے سفر میں ان کا رفیق بنوں۔ احقر نے اپنے دلی داعیہ کے پیش نظر اور دینی نفع اور استفادہ کی خاطر اس کا ارادہ کرلیا اور سفر کی ضروری تیاریوں کے بعد کینڈا حاضر ہوگیا۔ یہاں حضرت اقدس مولانا حکیم محمد اختر صاحب مدظلہ کے بیانات اور ارشادات اور مجالس کا سلسلہ شروع ہوچکا تھا۔ احقر بھی ان میں شریک ہونے لگا۔

انہی مواعظ و ارشادات میں ایک وعظ حضرت ڈاکٹر محمد اسماعیل میمن صاحب مدظلہ (خلیفہ مجاز حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ جو احقر کے بھی مرشد اول تھے) کی دعوت پر ۲۴ ربیع الثانی ۱۴۱۵ھ مطابق

یکم اکتوبر ۱۹۹۴ء کو ان کی مجلس ذکر میں ذکر پورا ہونے کے بعد ہوا۔ حضرت ڈاکٹر اسماعیل میمن صاحب مدظلہ ہر ماہ کی پہلی سنیچر کو اسکاربرو (ٹورنٹو) میں محترم حاجی موصوف الٰہ آبادی کے وسیع اور کشادہ مکان میں تشریف لاتے ہیں اور قرب وجوار کے تمام متوسلین و مسترشدین ایک روز کے لیے وہاں جمع ہوتے ہیں۔

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب مدظلہ نے مجلس ذکر کی مناسبت سے ذکراللہ کے فوائد، ذکراللہ کا طریقہ اور نورِ ذکر کی حفاظت پر نیز تصوف کے کئی اہم مسائل کو قرآن کریم سے ثابت فرما کر انتہائی موثر اور دل نشین وعظ فرمایا۔ حاضرین نے اس کو بے حد پسند کیا اور بہت سے احباب نے اس کے طبع ہو جانے کی رغبت ظاہر کی۔ خود راقم الحروف کو دورانِ وعظ ہی اس کے قلم بند کرنے اور شائع کرنے کا خیال پیدا ہوا۔ چنانچہ جب حضرت حکیم صاحب مدظلہ اور حضرت ڈاکٹر صاحب مدظلہ سے اس کا تذکرہ کیا تو نہایت ہمت افزائی فرمائی اور حضرت والا نے وعظ کا نام بھی مجلس ذکر تجویز فرما دیا۔

حضرت والا اور جملہ رفقاءِ سفر کا قیام ٹورنٹو میں محترم جناب مجاہد اکبر صاحب حیدرآبادی کے یہاں تھا۔ میزبان نے قیام کے لیے بہتر سے بہتر انتظامات کر رکھے تھے۔ فرصت بھی میسر تھی چنانچہ اُن کے مکان پر بفضل اللہ بہت جلد یہ وعظ قلم بند ہو گیا اور جب طباعت کا وقت آیا تو مجاہد اکبر صاحب نے اپنی اور بعض احباب مجلس کی طرف سے اس کی طباعت کے مصارف کی ذمہ داری قبول فرمائی۔ فجزاہم اللہ خیرا۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ اس وعظ کو قبول فرما کر نافع و مفید خلائق بنائیں۔ آمین۔

بندہ محمد ایوب سورتی عفا اللہ عنہ

خادم مجلس دعوت الحق۔ یوکے (۲۹-۴-۱۴۱۵ھ/ ۶-۱۰-۹۴ء)

نوٹ: آخر میں جو تکملہ شامل ہے وہ حضرت والا کے دوسرے بیان سے ماخوذ ہے جو مورخہ ۹ اکتوبر ۱۹۹۱ء کو دارالعلوم اسلامیہ ایڈمنٹن (کینیڈا) میں ہوا جہاں حضرت مولانا احمد علی صاحب کی دعوت پر تشریف لے گئے تھے۔ چونکہ یہ مضمون مجلس ذکر سے متعلق تھا لہٰذا اس میں شامل کر دیا گیا۔ حق تعالیٰ قبول فرمائیں اور اُمتِ مُسلمہ کے لیے نافع بنائیں۔ (آمین)

لذتِ ذکر اللہ

ہر تلخیٔ حیات و غمِ روزگار کو
تیری مٹھاس ذکر نے شیریں بنا دیا

دل کی گہرائی سے ان کا نام جب لیتا ہوں مَیں
چومتی ہے میرے قدموں کو بہارِ کائنات

(حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم)

مجلسِ ذکر

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ
فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۝ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

وَاذْکُرِ اسْمَ رَبِّکَ وَتَبَتَّلْ اِلَیْہِ تَبْتِیْلًا ۝ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ فَاتَّخِذْہُ وَکِیْلًا ۝ وَاصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ وَاھْجُرْھُمْ ھَجْرًا جَمِیْلًا ۝

حضرات سامعین اور معزز حاضرین!

آج حضرت ڈاکٹر اسمٰعیل صاحب دامت برکاتہم کی محبت اور شفقت و عنایت و برکت سے آپ حضرات کی بھی زیارت و ملاقات نصیب ہو رہی ہے۔

مَیں ان آیات کا انتخاب اس لیے کر رہا ہوں کہ اس وقت مجلسِ ذکر تھی تو مَیں ذکر کے بارے میں جو احکامات الٰہیہ ہیں اس وقت وہی عرض کرنا چاہتا ہوں میں بوجہ ضعف کے مجلسِ ذکر میں شریک نہ ہو سکا، اس کے علاوہ قلب ضرب کا متحمل بھی نہیں ہے اس لیے ہم ضربِ خفیف سے ذکر کرتے ہیں۔ جہاں ضرب قوی لگتی ہے وہاں اقویا حضرات ہوتے ہیں۔ میں اپنے دل کو بچا کر کہیں اُوپر لیٹ گیا تھا مُغدا اور چیز ہے مگر میں طبعاً عقلاً اور روح اور قلب کے لحاظ سے آپ کے ساتھ تھا کہ اللہ کا نام لینے والوں ہی سے یہ دُنیا قائم ہے۔ ذکر اللہ ہی کی برکت سے یہ

آسمان اور زمین قائم ہیں۔ جس دن یہ اللہ کا ذکر کرنے والے نہیں رہیں گے اس دن قیامت آجائے گی۔

قیامت کی دو قسمیں

قیامت کی دو قسمیں ہیں، ایک اجتماعی قیامت اور ایک انفرادی قیامت۔ جب پوری کائنات میں کوئی اللہ کا نام لینے والا نہ ہو گا تو اجتماعی قیامت آجائے گی، آسمان زمین سب گر پڑیں گے سورج چاند اور جتنے مناظرِ قدرت ہیں ان کا وجود بھی نہیں ہو گا۔ جن مناظرِ قدرت کو ہم دیکھنے جاتے ہیں سب ختم ہو جائیں گے۔ اس لیے دل میں آبشار پیدا کیجئے۔ سورج اور چاند دل میں پیدا کیجئے۔

اور ایک انفرادی قیامت ہے کہ کوئی بندہ اللہ سے غافل ہو جائے تو اس کے دل پر قیامت آگئی۔ اس کے دل کے ستارے گر گئے، سورج چاند اکھڑ گئے، سب شامیانے اکھڑ گئے۔ اس پر حضرت کی برکت سے اچانک ایک شعر یاد آگیا۔ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم حج کر کے کراچی تشریف لائے اور جب حضرت والا جانے لگے تو میں نے عرض کیا کہ آپ کی جدائی میں اس وقت اپنا ایک شعر پیش کر رہا ہوں ؎

کون رخصت ہوا گلے مل کے
شامیانے اُجڑ گئے دل کے

شیخ کی جدائی پر یہ شعر ہے۔ شیخ بہت بڑی نعمت ہے۔ سمجھ لو حیاتِ ایمانی آج ان ہی بزرگوں کی برکت سے اور ان ہی کے طفیل میں نصیب ہوتی ہے۔ جملہ مشایخِ اہلِ حق کی زندگیوں میں اللہ تعالیٰ برکت نصیب فرمائے۔ (آمین)

تو میں عرض کر رہا ہوں کہ اس زمانہ میں اگر اجتماعی قیامت نہیں ہے مگر جو بھی اللہ تعالیٰ سے غافل ہوگا اس کے دل کا آسمان اور دل کی زمین اور دل کے چاند تارے اُکھڑ جائیں گے اور دل ویران ہو جائے گا۔

میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک بزرگ دوسرے بزرگ سے ملنے جا رہے تھے تو دوپہر کو بارہ بجے تھوڑی دیر ایک درخت کے سایہ میں آرام کرنے بیٹھ گئے۔ تین چار میل دور بزرگ کا گھر رہ گیا تھا اور آنے تھے دس میں میل سے اس درخت پر چڑیاں بیٹھی ہوئی آپس میں کہہ رہی تھیں کہ یہ بزرگ جن بزرگ سے ملنے جا رہے ہیں ان بزرگ کا تو انتقال ہو گیا یہ خواہ مخواہ جا رہے ہیں۔ ان کو کشف کے ذریعہ سے چڑیوں کی آواز کا مطلب منکشف ہو گیا۔ بزرگ نے سوچا کہ انتقال تو ہو گیا مگر چلو چل کے ان کے اعزہ سے تعزیت کر لیں گے۔ جب وہاں پہنچے تو دیکھا کہ وہ بزرگ ہٹے کٹے صحیح سالم موجود ہیں۔ کہا حضرت کیا اس زمانہ میں چڑیاں بھی جھوٹ بولنے لگی ہیں۔ بزرگ نے پوچھا کیا بات ہے؟ انہوں نے بتایا کہ چڑیوں نے تو مجھے آپ کے انتقال کی خبر دی تھی۔ بزرگ نے پوچھا کہ کیا وقت تھا وہ؟ انہوں نے بتایا کہ ٹھیک بارہ بجے کا وقت تھا۔ بزرگ نے فرمایا کہ چڑیوں نے صحیح کہا میں اس وقت اللہ کے ذکر سے غافل ہو گیا تھا، جو خدا سے غافل ہو جاتا ہے وہ مردہ ہی ہے۔

تو جس طرح سے حیات عالم حیات کائنات اللہ کے نام سے قائم ہے جس دن اللہ کا نام لینے والے نہ رہیں گے قیامت قائم ہو جائے گی۔ ایسے ہی جو انسان انفرادی طور پر اللہ سے غافل ہوتا ہے تو انسان بھی عالم کا ایک جزو ہے تو جو حکم کل پر ہوتا ہے وہی حکم اس کے جزو پر بھی ہوتا ہے۔ جیسے ہم اللہ کے بندے ہیں تو بجمیع اجزائہ وبجمیع اعضائہ

اللہ کے بندے ہیں۔ ایسا نہیں ہو سکتا کہ ہماری آنکھ آزاد ہو جائے اور جس کو چاہے دیکھ لیں، کان ہمارے آزاد ہو جائیں اور جو گانا بجانا چاہیں سُن لیں۔ سر سے پیر تک تمام پر آداب بندگی لازم ہیں' آدابِ شریعت لازم ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کی مجالس حضرت شیخ مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی برکت سے جگہ جگہ سارے عالم میں قائم کرا دیں۔ افریقہ میں بھی گیا تو دوستوں نے بتایا کہ یہاں حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اعتکاف فرمایا اور ذکر کی مجالس رہیں۔ یہ بہت بڑی نعمت اور اللہ تعالیٰ کا عظیم الشان کرم ہے۔

عبد اللطیف بنو

ایک ذاکر شخص کو شیطان نے آکر کہا کہ تم کیوں ذکر کرتے ہو اللہ کے یہاں سے کوئی جواب نہیں ملتا، ایسے اللہ کو یاد کرتے ہو جہاں سے کوئی جواب نہیں آتا؟ اس دن اس نے ذکر چھوڑ دیا۔ سادہ صوفی تھا دھوکے میں آگیا۔ رات کو حضرت خضر علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے خواب میں بھیجا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو سلام بھیجا ہے اور یہ پوچھا ہے کہ آج تم نے ہم کو یاد کیوں نہیں کیا؟ اس نے کہا کہ ایسے اللہ کو ہم کیا یاد کریں کہ اُدھر سے تو کوئی جواب نہیں آتا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تم کو سلام فرمایا ہے اور یہ فرمایا ہے کہ جب پہلے اللہ کے بعد تم دوسرا اللہ کہتے ہو تو میں تمہارے پہلے اللہ کو قبول کرتا ہوں تب تم کو دوسرے اللہ کہنے کی توفیق ہوتی ہے۔ لہذا ؎

زیرِ ہر اللہ تو لبیک ماست

تیرے ہر اللہ کے اندر میرا لبیک شامل ہے۔ جب تم دوسرا اللہ کہتے ہو تو میری طرف سے پہلے اللہ کی مقبولیت کی علامت ہے ورنہ اگر میں توفیق نہ دوں تو تم

دوسرا اللہ نہیں کہہ سکتے۔ کیا پیارا شعر ہے مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کا ؎

زیرِ ہر اللہ تو لبیک ما ست

ایں نیاز و سوز و دردت پیک ما ست

یہ تیرا رونا اور دردِ دل اور یہ سوز اور اللہ کی محبت میں گڑگڑانا یہی تو ہمارا لبیک ہے۔ حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ایک شخص نے لکھا کہ آپ نے جو ذکر بتایا ہے کررہا ہوں لیکن ہم کو کوئی نفع نہیں ہو رہا ہے۔ شیخ العرب والعجم حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ نے جواب لکھا کہ تم اتنے بڑے مالک کا نام لیتے ہو یہ کم نفع ہے بشکر ادا کرو مزہ کیا چیز ہے۔ بعض لوگوں نے حضرت کو لکھا کہ ذکر میں مزہ نہیں آتا۔ فرمایا کہ تم مزہ کے غلام مت بنو۔ اللہ کو اللہ کے لیے یاد کرو عبدُ اللطف نہ بنو عبد اللطیف بنو۔ یہ کیا ہے لطف اور لذت آئے تو اللہ کو یاد کیا اور لذت نہیں تو چھوڑ دیا۔ اللہ کا نام اللہ کی محبت میں لو اور پھر ان شاء اللہ مزہ بھی آجائے گا۔

اللہ تعالیٰ کے ذکر سے مزہ کی لذت دو طرح کی ملتی ہے۔ بعضوں کا دل اللہ تعالیٰ کے نام کی لذت سے میٹھا ہو جاتا ہے اور بعضوں کے منہ میں بھی مٹھاس آجاتی ہے۔ شیخ محی الدین ابو زکریا نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مسلم میں لکھا ہے کہ ذکر سے بعض لوگوں کا منہ بھی میٹھا ہو جاتا ہے۔ تھانہ بھون میں ایک سائیں توکل شاہ صاحبؒ تھے انھوں نے حضرت تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ حضرت جب میں اللہ کا نام لوں ہوں (یہ سہارنپور کی بولی ہے) تو میرا منہ میٹھا ہو جاوے ہے پھر کہا اللہ کی قسم مولوی جی میرا منہ میٹھا ہو جاوے ہے۔ اللہ تعالیٰ جو خالقِ شکرِ کائنات ہے گنوں میں رس پیدا کر رہا ہے اس کے لیے کیا مشکل ہے۔ اچھا اگر کسی کو اللہ کے ذکر میں حلاوت کم ملتی ہو تو سمجھ

لہٰذا وہ بدپرہیزی کرتا ہے۔ جیسے بلغم نزلہ زکام کسی کو ہے، نمونیا ڈبل ہے تو اس کو شربت میں مزہ آئے گا؟ شربت روح افزاء میں ، ایسے ہی بریانی، زردہ ، پلاؤ ، سموسوں میں مزہ آئے گا؟ تو دُنیا کی محبت، کبر، بڑائی، عجب، شہوت کا اتنا زبردست نقصان پہنچتا ہے کہ ذکر کی لذت ختم ہو جاتی ہے۔

مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم نے فرمایا کہ اگر حکومت اعلان کردے کہ پانی کا اسٹاک کرلو ورنہ پانی ایک ہفتہ تک نہیں ملے گا تو ہر آدمی ٹنکی میں پانی بھرے اور ٹنکی میں نیچے پانچ ٹونٹیاں بھی لگی ہوں مگر انہیں بند نہ کرے تو جتنا پانی بھرے گا سب بہہ جائے گا اور اسٹاک نہیں ہو سکے گا۔ ایسے ہی بعض لوگ جب اللہ اللہ کرتے ہیں تو ذکر کے نور سے دل کی ٹنکی کو بھر لیتے ہیں مگر پانچ ٹونٹیاں کھول لیتے ہیں۔ آنکھوں سے سڑکوں پر عورتوں کو دیکھتے ہیں، کانوں سے گانے سُن لیتے ہیں، زبان سے جھوٹ بول لیتے ہیں، ناک سے غلط جگہ سونگھ لیتے ہیں اور ہاتھ سے غلط مقام چھو لیتے ہیں۔ تو حواسِ خمسہ کی حفاظت نہ کرنے سے دل کا نور اور ذکر کی محنت ضایع ہو جاتی ہے۔ محنت کی کمائی مفت میں گنوائی۔ اس لیے جو شخص گناہ سے اپنے آپ کو بچائے گا اس کو ذکر میں زیادہ مزہ آئے گا۔ آپ یہ بتایئے کہ اگر کوئی شخص دس ہزار ڈالر والا عطر لگائے مگر پسینہ کی بدبو ہے اور پاخانہ وغیرہ بھی لگا لے تو اس کو مزہ آئے گا؟ تو گناہوں سے جب دل پاک ہو گا تب اس کو مزہ اور آئے گا۔

ذکر میں دیر نہ کرو

لیکن پاک ہونے کے انتظار میں ذکر میں دیر نہ کیجیے یہ نہ سوچیے کہ جب ہم بالکل پاک ہو جائیں گے تب ذکر کریں گے۔ نہیں، اگر گناہ ہوتے رہیں تب بھی اللہ کا ذکر شروع کر دیں

ذکر کی برکت سے ان شاء اللہ گناہ بھی چھوٹنے لگیں گے۔

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو اس طرح سمجھایا کہ ایک ناپاک کہ جس پر غسل فرض تھا اور دریا کے کنارے پر کھڑا تھا اس نے دریا سے کہا کہ اے دریا میں تیرے اندر آ کر نہانا چاہتا ہوں مگر میں ناپاک ہوں اور تو پاک ہے میں تیرے اندر آؤں گا تو گستاخی ہو جائے گی، بے ادبی ہو جائے گی۔ دریا نے ہنس کر کہا کہ او ناپاک شخص قیامت تک ناپاک کھڑا رہے گا باہر، اگر تجھ کو پاک ہونا ہے تو دھم سے کود پڑ، اسی ناپاکی کی حالت میں کود جا، تیرے جیسے لاکھوں ناپاک میرے اندر آ کر پاک ہوتے رہتے ہیں اور میرا پانی پاک رہتا ہے ناپاک نہیں ہوتا۔ تو اللہ کے نام میں اس کا بھی انتظار نہ کرو کہ ہم گناہوں سے پاک ہو جائیں گے تب ذکر کریں گے۔ جس حالت میں بھی ہو دیر مت کرو مچھلی کبھی انتظار نہیں کرتی کہ میں دریا میں اس شرط کے ساتھ جاؤں گی بلکہ لابشرطِ شئی جاتی ہے۔

تین چیزیں ہیں فلسفہ میں۔ بشرطِ شئی۔ لابشرطِ شئی۔ بشرطِ لاشئی۔ یہ کتنا مشکل مسئلہ ہے۔ میں نے بنگلہ دیش میں اپنے شیخ اور وہاں کے ایک بڑے بزرگ حافظ جی حضور رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ میں فلسفہ کا یہ مسئلہ ایک مثال سے سمجھا دیتا ہوں کہ جاہل بھی سمجھ لے اور اساتذہ اس کو سمجھاتے ہیں بڑے مشکل الفاظ سے کہ طلبہ نہیں سمجھ پاتے۔ میں نے عرض کیا کہ وہ مثال یہ ہے کہ دعوت کو اس شرط پر منظور کرے کہ جب شامی کباب کھلاؤ گے تب دعوت منظور ہے، اس کا نام ہے بشرطِ شئی اور یہ کہے کہ دعوت میں بڑے کا گوشت نہیں کھاؤں گا، یہ دعوت بشرطِ لاشئی ہے اور ایک یہ کہ کوئی شرط نہیں ہے، نہ مثبت نہ منفی، جو چاہے کھلاؤ اور جو چاہے نہ کھلاؤ، یہ ہے دعوت لابشرطِ شئی۔

تو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انتظار مت کرو۔ اگر تم پاک ہونے کا انتظار کرو گے تو قیامت تک پاک نہ ہو سکو گے۔ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ پہلے ہم درود شریف پڑھیں یا استغفار کریں تو حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ پہلے کپڑے دھوتے ہو پھر عطر لگاتے ہو یا پہلے عطر لگاتے ہو پھر کپڑے دھوتے ہو؟ جواب ہو گیا کہ استغفار اور توبہ کر کے اللہ کی یاد میں لگ جاؤ اور ان شاء اللہ اللہ کے نام کے صدقہ میں آہستہ آہستہ انسان خود پاک ہونے لگتا ہے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ جب سُورج نکلتا ہے تو اندھیرے کو بھگانا پڑتا ہے؟ رات خود بخود بھاگ جاتی ہے۔ اللہ کے نام کا اور ان کی یاد کا سُورج جب دل میں نکلے گا تو ان شاء اللہ گناہوں کے اندھیرے خود بھاگیں گے۔

ایک مچھر کا مقدمہ

ایک مچھر نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی عدالت میں مقدمہ پیش کیا کہ اے اللہ کے نبی میرا مقدمہ سُن لو اور فیصلہ کر دو کہ جب مجھے بھوک لگتی ہے اور خون چوستا ہوں تو ذرا سے خون سے میرا پیٹ بھر جاتا ہے لیکن ہوا تیز آتی ہے اور مجھے اُڑا دیتی ہے۔ میرے پیر نہیں ٹکتے اور میں بھوکا رہ جاتا ہوں۔ تو میرا مقدمہ ہوا پر ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ فیصلہ کے لیے مدعی اور مدعیٰ علیہ دونوں کا ہونا اور دونوں کا بیان کا سننا ضروری ہے، میں ہوا کو حکم دیتا ہوں کہ وہ بھی آجائے۔ آپ نے ہوا کو حکم دیا۔ ہوا جو ادھر کو چلی تیز آئی تو مچھر صاحب کئی میل بھاگ گئے۔ ہوا نے بھگا دیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا کہ بھئی مدعی صاحب کیوں بھاگ گئے۔ ہوا سے کہا کہ اچھا

تم واپس جاؤ۔ پھر مچھر کو بلا کر کہا کہ یہ کیا معاملہ ہے؟ مدعی تم ہو اور تم نے جس پر دعویٰ دائر کیا میں نے اس کو بلایا تو تم بھاگ گئے۔ مچھر نے کہا کہ یہی تو رونا ہے اس ظالم کے آتے ہی میں ٹھہر نہیں سکتا۔

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جب تم اللہ کا نام لوگے تو خود بخود گناہوں کے مچھر بھاگنے لگیں گے۔ جب دل میں اللہ کے ذکر سے نور آتا ہے تو اس کو اندھیروں سے مناسبت ہی ختم ہو جائے گی۔

مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ (جن کو مولانا محمد ایوب صاحب نے بھی دیکھا ہے) بڑے عجیب اللہ والے تھے۔ آہ علماء ندوہ سے فرمایا کہ

تنہا نہ چل سکو گے محبت کی راہ میں

یعنی علم کے زور سے اللہ والا بننا چاہتے ہو تو ہرگز نہیں بن سکتے ہو۔

تنہا نہ چل سکو گے محبت کی راہ میں
میں چل رہا ہوں آپ مرے ساتھ آئیے

اسی لیے شیخ کا نام ہے رہبر، راستہ بتانے والا۔ تو مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک شعر یاد آیا۔

اُف کتنا ہے تاریک گنہگار کا عالم

اُف کا لفظ بتاتا ہے کہ گناہ کا اندھیرا بہت سخت ہوتا ہے۔

اُف کتنا ہے تاریک گنہگار کا عالم
انوار سے معمور ہے ابرار کا عالم

نیک بندوں کی دُنیا میں نور ہی نور ہے۔

شاہوں کے سروں میں تاجِ گراں سے دردسا اکثر رہتا ہے

آہ بادشاہت کیا چیز ہے۔ ذکر کی مجالس، اللہ کی محبت اصل چیز ہے۔

شاہوں کے سروں میں تاجِ گراں سے دردسا اکثر رہتا ہے

اور اہلِ صفا کے سینوں میں اِک نور کا دریا بہتا ہے

ذکر کا طریقہ

دوستو اب ذکر اللہ کا طریقہ عرض کرتا ہوں۔ حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ضیاء القلوب میں لکھا ہے کہ جب لا الٰہ کہو تو یہ تصور کرو کہ میرے قلب سے غیر اللہ نکل گیا۔ جتنے باطل خدا تھے لا الٰہ سے دل پاک ہوگیا اور الا اللہ سے یہ تصور کرو کہ عرش اعظم سے ایک ستون اور کھمبا نور کا میرے دل میں آرہا ہے۔ ایک مراقبہ تو یہ ہوگیا۔

دوسرا مراقبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھایا ہے۔ حدیث کا مضمون ہے کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ لَيْسَ لَهَا حِجَابٌ دُوْنَ اللّٰهِ بندہ جب زمین پر لا الٰہ الا اللہ کہتا ہے تو اس کی لا الٰہ الا اللہ عرش اعظم پر جاکر بے حجاب اللہ سے ملتی ہے۔ کوئی پردہ نہیں ہوتا۔ یہ تصوف مدلل بالحدیث ہے۔ یعنی لا الٰہ الا اللہ کی رفتار اتنی تیز ہے کہ عرش اعظم تک اور اللہ تک جاتی ہے۔ اللہ سے ملاقات کرتی ہے۔ کیوں صاحبو اور اللہ کا ذکر کرنے والے دوستو کیا تصور میں یہ مزہ نہیں ہے کہ ہم تو نہیں پہنچے مگر ہمارا ذکر اللہ تک اور عرش اعظم تک پہنچ جاتے ساتوں آسمان عبور کرکے۔

مولانا بدر عالم صاحب رحمۃ اللہ علیہ ترجمان السنۃ میں لکھتے ہیں کہ لا الٰہ الا اللہ کی رفتار اور کاٹ اتنی تیز ہے کہ ساتوں آسمان پار کرکے عرش اعظم پر اللہ سے ملتی ہے اگر اللہ کو عرش اعظم پر نہ پاتی تو عرش اعظم سے بھی آگے بڑھ جاتی۔ اسی لیے شاعر کہتا ہے

نظر وہ ہے جو ہر کون و مکاں کے پار ہو جائے
مگر جب روئے تاباں پر پڑے بیکار ہو جائے

یہ لاالٰہ کا ذکر ہو گیا اور الا اللہ میں یہ تصور ہو کہ اللہ تعالیٰ کے نور کا ستون ہمارے قلب میں لگا ہوا ہے اور عرش اعظم سے نور آرہا ہے اور اللہ اللہ میں دو ضربیں ایک لطیفہ قلب پر اور ایک لطیفہ روح پر ہو۔ آخر میں جو ایک اللہ کی تسبیح ہے اس میں یہ تصور ہو کہ میرے بال بال اللہ کہہ رہے ہیں۔ یہ طریقہ میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خواب میں بتایا کہ مولانا عبدالغنی اگر ایک تسبیح اللہ اللہ کی اس طرح کرو کہ زبان سے اللہ نکلا اور دل سے بھی نکلا اور کھینچ کر کو اللہ اور آہ بھی شامل کرلو اور یہ تصور کرو کہ میرے بال بال سے، ذرہ ذرہ سے، سمندر کے قطرہ سے درختوں کے ہر پتہ سے اور عالم کے ایک ایک ذرہ سے اور سورج اور چاند سب ہمارے ساتھ اللہ کہتے ہیں۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

چوں بنالم چرخ ہا نالاں شوند

جب میں روتا ہوں تو آسمان بھی میرے ساتھ روتے ہیں۔ آہ کیا درد بھرا دل اللہ نے مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کو عطا فرمایا تھا۔ فرماتے ہیں ؎

چوں بنالم چرخ ہا نالاں شوند
چوں بگریم خلقے گریاں شوند

جب میں گریہ کرتا ہوں تو ساری مخلوق میرے ساتھ روتی ہے اللہ کی یاد میں اور فرماتے ہیں ؎

ہر کجا بینی تو خوں بر خاکہا

اے دنیا والو دنیا کی کسی زمین پر اگر دیکھو کہ خون پڑا ہوا ہے ؎

پس یقیں می داں کہ آں از چشمِ ما

پس یقین کرلینا کہ جلال الدین رومی ہی رویا ہوگا اور فرماتے ہیں کہ اے اللہ ایک قطرہ سے سکون نہیں مل رہا ہے ؎

اے دریغا اشکِ من دریا بدے
تا نثارِ دلبرِ زیبا شدے

اے اللہ کاش میرے آنسو دریا کے دریا ہو جاتے تو میں پورا کا پورا دریا آنسوؤں کا نثار کر دیتا۔ تھوڑے سے رونے میں مزہ نہیں آرہا ہے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ اللہ سے مانگ رہے ہیں کہ دریا کے دریا آنسو کے ہو جائیں اور سب اللہ پر نثار کر دوں، فدا کر دوں۔

جونپور کا ایک مشاعرہ

مولانا شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جونپور کے مشاعرہ میں ایک مصرع طرح دیا گیا۔ وہ مصرع یہ تھا ؎

کوئی نہیں جو یار کی لا دے خبر مجھے

ایک نوجوان نے اس پر مصرع لگایا اور اتنا زبردست لگایا کہ اس کو نظر لگ گئی اور تین دن کے بعد اس کا انتقال ہوگیا۔ مگر سوچو جس مصرع پر نظر لگے گی وہ کیسا ہوگا، سنئے!

کوئی نہیں جو یار کی لا دے خبر مجھے
اے سیلِ اشک تو ہی بہا دے اُدھر مجھے

یعنی اے سیلِ اشک اے آنسوؤ تم دریا بن کر بہہ جاؤ تاکہ میں تم میں بہہ کر اپنے محبوب تک پہنچ جاؤں۔ کیا ظالم نے مصرع لگایا۔

ذکر کے بعد دعا

اور ذکر کے بعد اللہ تعالیٰ سے پھر یہ دُعا کرے کہ یا اللہ اس ذکر کی برکت سے ذاکر کو مذکور تک پہنچا دے۔ یعنی اپنی ذات تک مجھے پہنچادے۔ میرے شیخ فرماتے تھے کہ ذکر ذاکر کو مذکور تک پہنچادیتا ہے۔ ذال، کاف، را، ذاکر میں بھی ہے مذکور میں بھی ہے یہ ذکر واسطہ اور رابطہ ہے بندہ اور اللہ کے درمیان۔ اس پر میرا ایک شعر ہے ؎

اللہ اللہ کیسا پیارا نام ہے
عاشقوں کا مینا اور جام ہے

ذکر اسم ذات

اب آیت کی تفسیر کرتا ہوں۔ اچھا ہے اس وقت علماء بھی میرے پاس موجود ہیں انہیں خوب لطف آئے گا۔ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے امام بیہقی تھے یہ جملہ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ ان کی تفسیر مظہری ہے جو انہوں نے اپنے پیر کے نام منسوب کی اور اپنا نام چھپا دیا۔ یہ اللہ والوں کی ادائیں ہیں کہ وہ اپنے آپ کو مٹا دیتے ہیں۔ فرماتے ہیں وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ یعنی اپنے رب کے اسم کا ذکر کیجئے۔ رب کے نام کا ذکر کیجئے اور رب کا نام کیا ہے؟ وہ ہے اللہ۔ فرماتے ہیں کہ صوفیاء کا اسم ذات کا ذکر اسی آیت سے ثابت ہوتا ہے اور حکیم الامت حضرت تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ نے یہ نہیں فرمایا کہ تم اللہ اللہ کرو بلکہ رب کا نام لو۔ تو رب کا لفظ کیوں نازل فرمایا؟ فرمایا کہ انسان اپنے پالنے

والے کو محبت سے یاد کرتا ہے۔ ماں باپ کے نام میں مزہ آتا ہے اس لیے کہ بچپن میں پالا ہے۔ تو رب کا لفظ نازل کر کے اللہ تعالیٰ نے ذاکرین کو ہدایت کر دی کہ اے دُنیا والو جب ہم کو یاد کرنا تو محبت سے یاد کرنا، میں تمہارا پالنے والا ہوں۔ آہ کرو، اس کی ربوبیت کو یاد کرو کہ وہ پالنے والا ہے اور پالنے کے اسباب کو بھی پیدا کرنے والا ہے۔ سارا عالم ہماری پرورش میں لگا ہوا ہے اِنَّ الدُّنْیَا خُلِقَتْ لَکُمْ وَ اِنَّکُمْ خُلِقْتُمْ لِلْاٰخِرَۃِ سُورج، چاند، آسمان، زمین، دریا، پہاڑ سب ہماری پرورش اور خدمت میں لگے ہوئے ہیں۔

ایک سائنس دان کا ذہن

ایک سائنس دان نے لکھا کہ جب خلیج بنگال میں سُورج کی گرمی سے سمندر کی موجوں سے بادل بنتے ہیں تو وہ بادل مون سون اُٹھا کر ہمالیہ پہاڑ سے ٹکرا کر جنوبی ہند میں برس جاتے ہیں جس سے جنوبی ہند سرسبز و شاداب ہے۔ اگر ہمالیہ پہاڑ نہ ہوتا تو خلیج بنگال کی مون سون ہواؤں سے جو بادل بنتے یہ آذربائیجان تاشقند، سمرقند، بخارا میں برستے اور جنوبی ہند مثل منگولیا کے ریگستان ہوتا۔ یہ ایک سائنس دان کا بیان شایع ہوا۔ تو ہمارے پاکستان سے "الحق" رسالہ دارالعلوم اکوڑہ خٹک سے نکلتا ہے، اس میں مولانا عبد اللہ شجاع آبادی نے اس کا جواب دیا، کہ ان ظالموں کو یہ سوچنا چاہیے کہ جس سُورج سے یہ بادل بنے یہ سُورج کیا تمہارے باپ نے پیدا کیا؟ کیوں تمہارا ذہن اللہ کی طرف نہیں جاتا اور سمندر کس نے پیدا کیا جہاں سے بادل اُٹھتے ہیں؟ ہمالیہ پہاڑ کس نے بنایا؟ بس یہ سائنس دان مخلوق سے مخلوق تک پہنچتے ہیں اور اللہ والے مخلوق سے خالق تک پہنچتے ہیں۔

فکر برائے خلق ذکر برائے خالق

اس لیے حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں تفکر مخلوق میں کرو۔ وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اور اللہ کے اندر فکر مت کرو کیوں کہ تمہاری عقل محدود ہے۔ محدود عقل میں اللہ کی ذات غیر محدود کیسے آئے گی؟ لہٰذا اللہ کی ذات کے بارے میں عقل کو استعمال مت کرو۔ اللہ تعالیٰ کو یاد کرو ذکر ہی سے وہ مل جائیں گے۔ فرماتے ہیں کہ اللہ نے يَذْكُرُونَ اللّٰهَ اور وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ نازل فرما کر بتا دیا کہ فکر برائے خلق ہے اور ذکر برائے خالق ہے۔ ہم کو یاد کیا کرو، ہم کو کیا سوچ سکتے ہو؟ اتنی سی عقل میں کہاں آسکتے ہیں؟ ایک محدود دوسرے بڑے محدود کو اپنے اندر نہیں لے سکتا۔ کیوں بھائی گلاس میں صراحی آئے گی؟ صراحی میں مٹکا آئے گا؟ مٹکے میں حوض آئے گا؟ حوض میں نہر، نہر میں دریا اور دریا میں سمندر آئے گا؟ جب چھوٹے محدود میں اس سے بڑے محدود کو نہیں لے سکتے تو پھر غیر محدود ذات کو اپنی عقل میں کیسے لے سکتے ہو؟ لہٰذا ہماری یاد میں لگ جاؤ، ہماری یاد ہی سے ہم تم کو مل جائیں گے اور عقل تمہاری پیچھے رہ جائے گی۔

نگاہِ عشق تو بے پردہ دیکھتی ہے اسے
خرد کے سامنے اب تک حجابِ عالم ہے

تبتل کی حقیقت

وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا اور غیر اللہ سے کٹ کر اللہ سے جڑ جاؤ۔ حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تبتل کی شرعی تعریف یہ ہے کہ علائقِ دنیا پر دنیا کے تمام تعلق پر اللہ تعالیٰ

کا تعلق غالب آجائے۔ تبتّل کے لیے ترکِ دُنیا ضروری نہیں بلکہ جائز بھی نہیں۔ بال بچوں کے ساتھ اور کاروبار کے ساتھ رہتے ہوئے اللہ کی محبت کو اپنے اوپر غالب کر لو اسی کا نام تبتّل ہے۔ جوگیوں اور ہندوؤں نے سمجھا کہ دریا کے کنارے چلے جاؤ اور بال بچوں کو چھوڑ کر رہبانیت اختیار کرلو۔ ہماری شریعت میں یہ درست نہیں۔ اس لیے حکیم الامّت رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ ہیں کہ علاقۂ خداوندی کو علاقۂ تمام مخلوقات پر غالب کرنے کا نام تبتّل ہے جس کو جگر مراد آبادی نے اس انداز میں پیش کیا ؎

میرا کمالِ عشق بس اتنا ہے اے جگر
وہ مجھ پہ چھا گئے میں زمانہ پہ چھا گیا

آہ جس پر اللہ کی محبت غالب ہو جاتی ہے جہاں جائے گا غالب رہے گا ؎

جہاں جاتے ہیں ہم تیرا فسانہ چھیڑ دیتے ہیں
کوئی محفل ہو تیرا رنگِ محفل دیکھ لیتے ہیں

تصوف کے دو مسئلے ثابت ہو گئے۔ ایک ذکر اسم ذات کا اور ایک غیر اللہ سے منقطع ہو کر اللہ کی محبت کو غالب کرنے کا۔ تبتّل اسی کا نام ہے۔ تبتل اس کا نام نہیں کہ بال بچوں اور کاروبار سب کو چھوڑ چھاڑ کر جنگل میں بھاگ جاؤ۔ بس دل خالی ہو جائے غیر اللہ سے اور خالی ہونا بھی ضروری نہیں صرف غلبہ ہو جائے اللہ تعالیٰ کی محبت کا۔

دُنیا کو لات مارو کا مطلب

کانپور میں تاجروں نے مجھ سے پوچھا کہ دُنیا کو لات مارو کے کیا معنی ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ دُنیا کو لات مارنے کا مطلب یہ ہے کہ دُنیا کی محبت پر اللہ تعالیٰ کی محبت غالب کرلو۔ کیونکہ اگر دنیا کو لات مارے اور ابھی تین دن کھانا بند ہو

جائے ایسے صوفیوں کا جو کہتے ہیں کہ دنیا کو لات مارو تو ان کی لات ہی نہیں اٹھے گی لات مارنے کے لیے۔ اس لیے دنیا مطلق مذموم نہیں بلکہ وہ دنیا مذموم ہے جو آخرت سے غافل کر دے وَاِنْ جَعَلْتَهَا وَسِيْلَةً لِّلْاٰخِرَةِ وَذَرِيْعَةً لَهَا فَهِيَ نِعْمَ الْمَتَاعِ اور اگر تم نے دنیا کو آخرت کا ذریعہ بنا لیا تو وہی دنیا بہترین پونجی ہے۔ لہٰذا اگر دنیا کی محبت شدید ہو تو اللہ کی محبت اشد کر لو۔ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ اللہ کی محبت کا فیصد، پر سینٹیج ، کچھ زیادہ کر لو۔ اس جواب سے سارے تاجر خوش ہو گئے۔ ان میں مفتی منظور صاحب ناظم جامع العلوم کانپور بھی تھے۔ سائل وہی تھے سب کے نمائندے وہی بنے ہوئے تھے۔

دُنیا کا کام کیسے ہو گا

تیسرا مسئلہ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ جب آدمی ذکر کرتا ہے تو شیطان فوراً بہکاتا ہے کہ تمہارا دنیا کا کام کیسے ہو گا۔ کل تم کو فلاں فلاں کام کرنا ہے۔ یہ کرنا ہے وہ کرنا ہے، سارے دن کا کام پیش کر دیتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ رَبُّ الْمَشْرِقِ یعنی جو دن پیدا کر سکتا ہے کیا وہ تمہارے دن کے کام نہیں بنا سکتا ہے؟ اور میں رَبُّ الْمَغْرِبِ بھی ہوں۔ رات پیدا کر سکتا ہوں، رات کی مشکلات حل نہیں کر سکتا ہوں؟ لہٰذا دن اور رات کی مشکلات میرے سپرد کر دو۔ جو سارے دن کو روشن کر سکتا ہے۔ آسمان و زمین پیدا کر سکتا ہے، کیا وہ ایک کلو آٹا تم کو نہیں دے سکتا ہے؟

خالق کا شکریہ

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اے ظالمو! کوئی حاجی تم کو ٹوپی پہنا دے تو تم اس کا تین دفعہ شکریہ ادا کرتے ہو لیکن جس سر پر ٹوپی رکھتے ہو، جس نے سر عطا فرمایا اس سر بنانے

بنانے والے کا شکریہ ادا نہیں کرتے ہو! سر بنانے والے کا شکریہ زیادہ ادا کرو۔ اگر سر نہ ہوتا تو ٹوپی کہاں رکھتے؟ دو روٹی کوئی کھلادے تو اس کا بہت شکریہ ادا کرتے ہو جزاک اللہ کہتے ہو لیکن جس نے معدہ بنایا ہے اس کا شکریہ بھی تو ادا کرو۔ معدہ زیادہ قیمتی ہے یا روٹی؟ معدہ بنانے والے کا بھی تو شکریہ ادا کرو۔

ذکر نفی و اثبات

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ یہ ہے ذکر نفی و اثبات۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی کہتے ہیں کہ صوفیاء کا ذکر نفی و اثبات اور لا الٰہ الا اللہ کی ضربوں کا ثبوت یہ آیت ہے۔ سبحان اللہ ہمارے اکابر نے تصوف کو کیا مدلل کیا۔ لا الٰہ الا ھو، یہی تو ہے لا الٰہ الا اللہ ۔ ھو کی ضمیر اللہ ہی کی طرف جا رہی ہے۔ اللہ کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ لہٰذا اپنے سارے وسوسوں کو بالائے طاق رکھو اور ہماری یاد میں لگ جاؤ۔ اگر دن کی فکر ہے تو کہہ دو شیطان سے کہ جو میرا اللہ دن پیدا کر سکتا ہے وہ دن کا کام بھی بنا سکتا ہے۔ رات کی کوئی فکر آئے تو کہدو کہ جو میرا اللہ رات پیدا کر سکتا ہے اور آفتاب کے غروب کرنے پر قادر ہے وہ رات کے کاموں کے لیے بھی کافی ہے۔

توکل

فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا اب توکل سکھایا جا رہا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اتنا بڑا صاحب قدرت ہے جو مشرق و مغرب پیدا کر سکتا ہے تو اسی پر بھروسہ کرو۔ اللہ کو اپنا وکیل اور کارساز بناؤ۔ جب اللہ پر بھروسہ کرو گے تو سارے وسوسوں سے چھٹی مل جائے گی جیسے چھوٹا بچہ اپنے پیٹ کی فکر کیوں کرے، وہ اپنے ابا سے کہہ دے گا۔ ابا اس کو دو روٹی دے دے گا۔ اسی طرح ہم اللہ کا کام کریں تو وہ خود ہمارے پیٹ کا انتظام کرے گا۔ ہم ان کو یاد کریں، وہ ہمارے پیٹ

کا سب انتظام کر دے گا۔

ایک کاہل کا قصہ

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ایک صوفی نے تین سال تک دُعا مانگی کہ اے اللہ بغیر محنت و مشقت مجھے روٹی دے دے میں بہت کاہل ہوں۔ تو کاہلی کے راستے سے روزی دے۔

چو مرا تو آفریدی کاہلی
روزیم دہ ہم زراہ کاہلی

جب آپ نے مجھے کاہل پیدا کیا، سست ہوں، کاہل ہوں، بحر الکاہل ہوں، تو کاہلی کے راستے سے روزی بھی دے دیجئے۔ تین سال کے بعد ایک گائے اتفاق سے اس کے گھر میں گھس گئی۔ اس نے کہا آج دُعا قبول ہو گئی۔ جھٹ چھرا نکالا اور بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر اس کو ذبح کیا اور پھر دست، پیر، سینہ وغیرہ الگ الگ کر کے رسی میں باندھ دیا اور آرام سے بھون بھون کر روزانہ کھاتا تھا۔ جس کی گائے تھی اس نے تھانے میں رپورٹ لکھا دی۔ پولیس تلاش کر رہی تھی، ایک دن اس صوفی کے گھر پہنچ گئی۔ دیکھا گائے کے سب اجزاء الگ الگ لٹکے ہوئے ہیں پولیس نے پوچھا یہ کیا ہے؟ کہنے لگا کیا پوچھتے ہو، ارے میں تین سال سے دُعا کر رہا تھا کہ اے اللہ مجھے کاہلی کے راستے سے روزی دے دے، تو میرے گھر میں اللہ نے روزی بھیج دی۔ کہہ دو جس سے جو کچھ کہنا ہے۔ پولیس نے جا کر یہی بات کہہ دی قاضی سے کہ صاحب وہ تو عجیب آدمی ہے، یہ کہتا ہے کہ ہم نے تین سال سے دُعا مانگی ہے ہماری دُعا قبول ہوئی ہے اس لیے وہ گائے میرے گھر میں آئی، جج نے کہا کہ یہ کوئی اللہ والا معلوم ہوتا ہے کوئی سادہ صوفی ہے اس کی تحقیق کرنی چاہیے

اللہ تعالیٰ اس کی دُعا کو رائیگاں نہیں فرمائیں گے ضرور کوئی بات ہے۔ اب تفتیش کی گئی تو پتہ چلا کہ گائے اسی صوفی کے دادا کی تھی جس پر اس کا شرعی حق بنتا ہے۔ اس آدمی کی نہیں تھی۔ لہٰذا قاضی نے اسی صوفی کے حق میں فیصلہ کر دیا۔

لیکن یہاں ایک مسئلہ سُن لیں: آپ لوگ اس پر عمل نہ کیجئے گا کہ جو مُرغا بکرا وغیرہ گھر میں گھس آئے کسی محلے والے کا تو بس پکڑ کر بسم اللہ اللہ اکبر کر دو کہ ہماری دُعا تو قبول ہو گئی۔ یہ تو ایک واقعہ ہے جو مولانا نے بیان کر دیا۔ یہ نہیں کہ ہم بھی اس طرح کرنے لگیں۔ مثنوی شریف مسائل کی کتاب نہیں ہے۔

تو اسم ذات کا ذکر، تبتل، لا الٰہ الا اللہ کا ذکر نفی اثبات اور توکل تک کے مسائل اس آیت کریمہ سے تفسیر مظہری کے حوالے سے ثابت ہوتے۔

کچھ دشمن بھی

اب ایک مسئلہ اور ہے کہ صوفیوں کے خلاف کچھ شیطان بھی پیدا ہو جاتے ہیں، کچھ دشمن پیدا ہو جاتے ہیں، جو جملے کستے رہتے ہیں کہ عجیب پاگل، بے وقوف لوگ ہیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا اور اگر تمہارے دشمن تم سے کچھ بدتمیزی کریں تو صبر کرنا۔ انتقام نہ لینا اور ہجران جمیل اختیار کرنا هَجْرًا جَمِيْلًا ہجر میں جمال کب پیدا ہو گا؟ مفسرین لکھتے ہیں اَلْهِجْرَانُ الْجَمِيْلُ الَّذِيْ لَاشِكْوٰى فِيْهِ وَ لَا انْتِقَامَ جس میں نہ کسی کی شکایت کرو، نہ غیبت کرو اور نہ انتقام کا ارادہ رکھو۔

سلوک سکھا دیا اللہ تعالیٰ نے کہ صوفیا، جو ہمارا ذکر کرنے والے ہیں، چاہے اسم ذات کا ہو یا لا الٰہ الا اللہ کا ہو، تبتل اور توکل کر رہے ہوں، ان کو چاہیے

مخلوق سے نہ اُلجھیں کیونکہ اگر مخلوق سے اُلجھ گئے تو خالق سے دُور ہوجائیں گے اور اس کی دلیل حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے جب اپنے بھائیوں پر قابو پایا اور سلطنت مل گئی تو فرمایا: لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ کوئی بدلہ نہیں لیا جائے گا۔ حضرت تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے یہ مسئلہ بیان کیا اَلَّذِیْ یَنْظُرُ اِلٰی مَجَارِی الْقَضَاءِ جو شخص اللہ کے فیصلہ کے مرکز پر نظر رکھتا ہے، عرشِ اعظم پر نظر رکھتا جہاں سے فیصلے ہوتے ہیں (مجاری جمع ہے مجریٰ کی، جاری ہونے کی جگہ)، لَا یُغْنِیْ اَیَّامَهٗ بِمُخَاصَمَةِ النَّاسِ مخلوق کے جھگڑوں میں اپنے وقت کو ضایع نہیں کرتا۔ اپنی زندگی کو ضایع نہیں کرتا۔ فرماتے ہیں حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کہ صوفیوں کو اسی طرح رہنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر نظر رکھنا چاہیے کہ وہی منظور تھا۔ جو منظور تھا وہ ہوگیا ہے۔ کیا ان سے جھگڑنا اپنی زندگی کو مخلوق کے جھگڑوں میں کیا پھنسانا۔ خالق کو یاد کرنے والے کہیں مخلوق میں پھنستے ہیں؟ یہ اہل اللہ کا خاص مسلک ملتا ہے کہ وہ مخلوق کے جھگڑوں میں نہیں پھنستے۔ مثلاً کوئی صوفی ذکر کر رہا تھا اور کسی نے کہہ دیا کہ او اُلّو یہ کیا کر رہا ہے اور صوفی نے کہہ دیا کہ اگر میں اُلّو ہوں تو تُو اُلّو کا پٹھہ ہے، تیرا باپ بھی اُلّو اور تیرا دادا بھی اُلّو۔ اب لڑائی ہو رہی ہے تو کیا فائدہ ہوگا۔ سب ذکر ختم ہوجائے گا۔ اسی لیے صوفیا نے ہمیشہ صبر کیا ہے۔

صوفیوں کی تعلیم پر میں نے یہ آیت تلاوت کی اور سارے مسائلِ تصوف کو ثابت کیا قرآن پاک سے۔ ۱۔ اسم ذات کا ذکر، ۲۔ تبتل، ۳۔ نفی اثبات لا الٰہ الا اللہ ۴۔ توکل، ۵۔ ھجران جمیل اور ۶۔ صبر علیٰ ما یقولون۔

ایک خاص نکتہ

اب یہاں پر ایک مسئلہ خاص عرض کرتا ہوں۔ یہ سورۃ المزمل کی آیتیں تھیں اس میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يَاأَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ قُمِ اللَّيْلَ إِلَّا قَلِيلًا آپ رات کو اٹھیں مگر زیادہ لمبی رات تک نہ جاگیں۔ آہ! اس میں کیا محبت، کیا پیار ہے۔ جیسے شفیق باپ دیکھتا ہے کہ زیادہ جاگنے سے بیمار ہو جائے گا۔ تو اللہ تعالیٰ بھی فرماتے ہیں قُمِ اللَّيْلَ آپ رات کو اُٹھیے مگر إِلَّا قَلِيلًا مختصر مدت کے لیے جو تحمل میں ہو، وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا اور قرآن شریف کی بھی تلاوت کیجیے۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ تصوف میں سب سے آخری مقام جو منتہی کو حاصل ہوتا ہے اور جس کا اس پر غلبہ ہو جاتا ہے وہ قیام اللیل اور تلاوت قرآن پاک ہے۔ تو سوال یہ ہے کہ جو سبق منتہی کا ہے اللہ تعالیٰ نے اسے پہلے کیوں نازل کیا؟ قاعدہ یہ ہے کہ پہلے میٹرک، پھر انٹر پھر بی اے، ایم اے اور پہلے موقوف علیہ، مشکوٰۃ، جلالین پھر دورۂ حدیث ہوتا ہے مگر یہاں اللہ تعالیٰ نے دورہ پہلے ہی نازل کر دیا۔ اس کا جواب دیا کہ چوں کہ قرآن پاک جن پر نازل ہو رہا تھا وہ منتہی تھے، بلکہ سارے منتہیوں کے سردار تھے، لہٰذا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعزاز و اکرام میں سب سے اونچا سبق پہلے نازل کر دیا کہ چوں کہ آپ پر قرآن نازل ہو رہا ہے اس لیے آپ کا کورس پہلے نازل کر رہا ہوں یہی جواب تفسیر مظہری میں ہے۔ کیسا عمدہ جواب دیا۔ علم بھی عجیب چیز ہے۔ مگر ایک بات ہے جب میں نے تفسیر مظہری وغیرہ کی بات پرتاب گڈھ میں بیان کی تو حضرت مولانا محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے، فرمایا کہ بھئی تم نے اللہ والوں کی جوتیاں اٹھائیں اور لوگ بھی بیان کرتے ہیں تفسیر وغیرہ مگر ہمیں مزہ نہیں آتا۔ اللہ والوں کی جوتیاں اُٹھانے کے

بعد پھر تفسیر روح المعانی پیش کرو تو کچھ اور ہی مزہ آتا ہے۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ بھی مُرید تھے۔ پیری مریدی کے قائل تھے۔ اب بتاتا ہوں کس کے مرید تھے۔ حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے شاہ غلام علی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے خلیفہ تھے مولانا خالد کردی رحمۃ اللہ علیہ جو شام میں رہتے تھے۔ علامہ ابن عابدین شامی فتاویٰ شامی کے مصنف اور مولانا سید محمود آلوسی بغدادی تفسیر روح المعانی کے مصنف دونوں مولانا خالد کردی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے۔ آج کل مولوی بھی مُرید ہونے سے گھبراتا ہے۔ کہتے ہیں صاحب پابند ہو جاؤنگا پابندی سے گھبراؤ مت۔ خواجہ صاحب کا ایک شعر ہے ؎

پابندِ محبت کبھی آزاد نہیں ہے
اس قید کی اے دل کوئی میعاد نہیں ہے

اللہ تعالیٰ کی محبت کی پابندی ہے۔ اللہ والوں سے اللہ ملتا ہے۔

مجھ سے بنگلہ دیش کے ایک عالم نے پوچھا کہ ماں باپ کو ایک نظر دیکھنے سے حج مقبول کا ثواب ملتا ہے تو شیخ کو دیکھنے سے کیا ملتا ہے؟ بتاؤ کیسا سوال ہے اور سائل بھی عالم ہے۔ میں نے کہا کہ ماں باپ کو رحمت کی نظر سے دیکھنے سے ایک حج مقبول کا ثواب ملتا ہے یعنی خانۂ خدا کی زیارت ہوتی ہے اور شیخ کو دیکھنے سے خدا ملتا ہے۔ ماں باپ کو دیکھنے سے گھر کی زیارت ہوئی اور شیخ کو دیکھنے سے گھر والے کی زیارت ہوئی۔ اللہ والوں کو دیکھ کر اللہ ملتا ہے۔ سُبحان اللہ۔ یہ علماء بیٹھ جاتے ہیں تو مجھے بھی علمی باتوں کے سُنانے میں مزہ آتا ہے۔ (راقم الحروف نے عرض کیا کہ اس کی دلیل اَلَّذِیْنَ اِذَا رُؤُوْا ذُکِرَ اللّٰہُ معلوم ہوتی ہے یعنی اللہ والے وہ ہیں

کہ جب ان کو دیکھا جائے تو اللہ یاد آجائے۔ ارشاد فرمایا صحیح ہے اللہ والوں کو دیکھ کر اللہ ملتا ہے۔ (جامع)

ساؤتھ افریقہ میں مجھے اس کے سمجھانے میں ایک اور مزہ آیا کہ جہاں جہاں سونا نکلتا ہے وہاں ایک ایک میل تک کھدائی کی اور اس کی مٹی کو جگہ جگہ جمع کر دیا گیا۔ وہ مٹی بالکل پیلی ہوتی ہے۔ میں نے ان سے پوچھا کہ یہ مٹی پیلی کیوں ہوتی ہے۔ انھوں نے بتایا کہ سونے نے اس کا رنگ پیلا کر دیا۔ میں نے کہا کہ جس دل میں اللہ ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اپنے عاشقوں کا رنگ بدل دیتے ہیں۔ جب ہم اللہ والے بن جائیں گے تو ہماری مٹی کا رنگ بھی بدل جائے گا ان شاء اللہ۔ جب سونا رنگ بدل سکتا ہے تو جو سونا کا پیدا کرنے والا ہے وہ ہمارا رنگ نہیں بدل سکتا؟ یہاں مجھے ایک شعر یاد آگیا۔ ایک صوفی کہیں جا رہا تھا کسی نے پوچھا او شاہ صاحب تمہارے پاس کتنا سونا ہے؟ وہ صوفی مسکین آدمی اللہ والا اس نے کہا کہ میرے پاس سونا وغیرہ کچھ نہیں۔

بحمد اللہ زر نمی دارم فقیرم

میرے گھر میں سونا نہیں ہے میں فقیر آدمی ہوں۔ پھر دوسرا مصرع بڑے زور سے پڑھا ؎ ولے دارم خدائے زر امیرم

لیکن میں زر کا خالق رکھتا ہوں جو سونا پیدا کرتا ہے اس لیے میں تم سے امیر ہوں تم مخلوق رکھتے ہو میں خالق رکھتا ہوں۔ بتاؤ تم امیر ہو یا میں امیر ہوں؟

میں پھر یہی کہتا ہوں اپنے حضرت کی برکت اور دعا ساتھ ہے، واللہ قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر اللہ کی رحمت اور تجلی خاص اور وہ خاص تعلق جو اللہ تعالیٰ اولیاء اللہ کو دیتا ہے ہمارے دلوں کو حاصل ہو جائے تو آپ کو سلاطین کے تخت و تاج نیلام

ہوتے ہوئے نظر آئیں گے۔ سورج اور چاند کی روشنی پھیکی پڑ جائے گی اور لیلائے کائنات آپ کو مُردہ لاشیں معلوم ہوں گی ۔ کوشش کرو اور یہ بھی سمجھ لو کہ اللہ دو طریقوں سے ملتا ہے۔ خالی ذکر سے نہیں ملتا ہے۔

حقِ محبت و حقِ عظمت

یہ ذکرِ مثبت ہے جو ہم کرتے ہیں مگر ایک ذکر بھی منفی ہے یعنی گناہوں سے بچنا۔ یہ ذکر جو ابھی کیا گیا ہے حضرت ڈاکٹر صاحب کی صحبت میں یہ اللہ کی محبت کا حق ہے اور سڑکوں پر عورتوں کو مت دیکھو، جھوٹ مت بولو اور نافرمانی سے بچو کہ یہ اللہ کی عظمت کا حق ہے۔ دونوں حقوق ادا کر کے دیکھو اللہ کیسے ملتے ہیں۔ وہ خود تمہاری تلاش میں ہیں۔

اسبالِ ازار کی وعید

دو ایک مثالیں بتاتا ہوں۔ بخاری شریف کی حدیث ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: مَا اَسْفَلَ مِنَ الْکَعْبَیْنِ مِنَ الْاِزَارِ فِی النَّارِ اے ایمان والو جتنا تمہارا ٹخنہ چھپے گا، چاہے جبہ ہو، چاہے کرتا ہو، ازار ہو، ثوب ہو، اتنا حصہ جہنم میں جلے گا۔

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ بذل المجہود شرح ابوداؤد میں لکھتے ہیں کہ اس لباس سے مُراد وہ لباس ہے جو اوپر سے آرہا ہے۔ اگر نیچے سے آرہا ہے جیسے موزہ پہن لے اور ٹخنہ چھپ جائے تو اس میں ذرا بھی گناہ نہیں۔ بلکہ ٹھنڈک میں اپنے پیروں کو چھپا لو اجر بھی ہے۔ تو اُوپر سے جو لباس آرہا ہے اس سے ٹخنہ کو چھپا نہیں سکتے۔

ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری شرح بخاری جلد نمبر دس کتاب اللباس

میں فرماتے ہیں کہ چار وجہ سے ٹخنوں کا چھپانا حرام ہے۔ نمبر ۱، مِنْ جِهَةِ التَّشَبُّهِ بِالنِّسَاءِ عورتوں سے مشابہت ہوتی ہے۔ نمبر ۲، مِنْ جِهَةِ التَّلَوُّثِ بِالنَّجَاسَةِ لٹکا ہوا پائجامہ نجاست سے ملوث ہوتا ہے۔ نمبر ۳، مِنْ جِهَةِ التَّشَبُّهِ بِوَضْعِ الْمُتَكَبِّرِيْنَ متکبرین کی وضع سے مشابہ ہے۔ نمبر ۴، مِنْ جِهَةِ الْإِسْرَافِ فضول خرچی ہے۔ اگر کوئی کہے کہ آدھے انچ سے کیا ہوتا ہے؟ تو اللہ کا قانون سارے عالم کے مسلمانوں کو سامنے رکھ کر ہے۔ اگر نوے کروڑ مسلمان ہیں تو نوے کروڑ انچ ضائع ہوگیا۔ اس کا فٹ بناؤ، گز بناؤ، اندازہ ہوجائے گا کہ کتنا کپڑا ضائع ہوا۔

اور سُن لو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہوا تو صرف منافقین ازار لٹکانے لگے تھے۔ کوئی صحابی کے بارے میں ثابت نہیں کرسکتا کہ ان کا پائجامہ سے ٹخنہ چھپا ہو۔ یہاں تک کہ ابن حجر نے شرح بخاری میں لکھا ہے کہ ایک صحابی نے عرض کیا کہ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنِّيْ حَمْشُ السَّاقَيْنِ۔ میری پنڈلیاں سوکھ گئی ہیں بیماری ہوگئی ہے مجھے مستثنیٰ کردیجئے کہ میں ٹخنہ چھپالوں تاکہ میرا عیب چھپ جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے شخص بیماری تو اللہ کی طرف سے ہے نافرمانی تیری طرف سے ہوگی أَمَا لَكَ فِيَّ أُسْوَةٌ کیا میرے اندر تیرے لیے نمونہ نہیں کہ میری لنگی کتنی اونچی رہتی ہے؟

جو آدمی اسبالِ ازار کرتا ہے، ٹخنے چھپاتا ہے، اس پر چار عذاب ہوں گے ۱، لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن شفقت سے بات نہیں کریں گے۔ ۲، وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ اللہ تعالیٰ رحمت کی نظر سے نہیں دیکھیں گے۔ ۳، وَلَا يُزَكِّيْهِمْ ان کو توفیقِ اصلاح نہیں دیں گے۔ اور ۴، وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ دردناک عذاب ہوگا۔

ہاں مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں ان لم یتب یہ عذاب ہوگا اگر توبہ نہ کرے اور اگر توبہ کرلی تو سب ختم۔ معافی ہوگئی۔ لہٰذا دوستو ذرا اس کا خیال رکھو۔ آسمان ہی کی طرف نظر مت کرو زمین کی طرف بھی دیکھتے رہو کہ کہیں میرا تختہ مجھ سے چھپ تو نہیں رہا ہے یہ ذکر ذکرِ منفی ہے۔ اللہ کی عظمت کا حق ہے۔ اب کوئی کہے کہ یہ حکم قرآن میں تو نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اللہ پاک نے قرآن میں فرمایا کہ میرا نبی جو تم کو حکم دے اس کو قرآن کا حکم سمجھو وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا میرا نبی جس بات کا حکم کرے اس کو کرو اور جس سے منع کرے اس سے رُک جاؤ۔ یہ قرآن پاک کی آیت ہے نا، لہٰذا حدیث کو ماننا عین قرآن کو ماننا ہے اور حدیث کی نافرمانی قرآن پاک کی نافرمانی ہے۔

آنکھوں کا زنا

سڑکوں پر چل رہے ہیں آپ، کتنی ہی گوری، انگریز ننگی ٹانگ ہو، اس کو مت دیکھو زِنَی الْعَیْنِ النَّظَرُ آنکھوں کا زنا دیکھنا ہے۔ شیطان نے یہ دھوکا دے رکھا ہے کہ لو نہ دو، دیکھ تو لو۔ بھئی گناہ تو نہیں کرتے دیکھنے میں کیا حرج ہے؟ حرج ہے! دل کا نور چھن جاتا ہے۔ ساری ضربیں ذکر کی ختم ہو جاتی ہیں۔ اس لیے اپنی آنکھوں کی حفاظت کرو پھر دیکھو حلاوتِ ایمان کا وعدہ ہے۔ ایک صاحب نے سوال کیا کہ نظر بچانے پر ایمان کی حلاوت اللہ تعالیٰ کیوں دیتا ہے؟ میں نے کہا کہ نظر بچانے پر دل کو تکلیف ہوتی ہے اور دل بادشاہ ہے اور جب بادشاہ مزدوری کرتا ہے تو اس کی مزدوری زیادہ ہونی چاہیے اور وہ حلاوت ایمانی ہے یعنی ایمان کی مٹھاس۔ پھر دیکھو ایمان اس کا بڑھتا چلا جاتا ہے۔

حیدر آباد دکن میں ایک صاحب نے پوچھا کہ بار بار نظر بچانے میں تو بہت مجاہدہ ہے۔ میں نے کہا کہ انعام بھی تو زیادہ ہے سُن لو اور ایک شعر سُنایا، یہ شعر بھی حیدر آباد میں موزوں ہُوا ؎

ہائے جس دل نے پیا خون تمنا برسوں
اس کی خوشبو سے یہ کافر بھی مسلماں ہونگے

میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب فرمایا کرتے تھے کہ کباب کی کچی ٹکیہ میں کوئی مزہ نہیں۔ جو کھائے گا قے کرے گا، تھوک دے گا توبہ توبہ۔ لیکن اس کو ذرا بھون لو، آگ نیچے جلاؤ، تیل میں تل لو، ذرا مجاہدہ کراؤ۔ جب سُرخ ہو جائے کباب پھر اس کی خوشبو اتنی دُور جائے گی کہ کافر بھی ادھر سے گذرے گا تو کہے گا ؎

بوئے کباب ما را مسلماں کردی

اس کباب کی خوشبو نے مجھے مسلمان کردیا۔ دل کباب بنتا ہے نظر بچانے سے گناہ سے بچنے میں دل کباب ہو جاتا ہے۔ درد بھرا دل عطا ہوتا ہے۔ ذرا عمل کر کے دیکھو۔ خونِ آرزو سے اللہ ملتا ہے۔ بُری آرزو کو توڑو، خون کرو۔ سُورج کب نکلتا ہے؟ جب آسمان لال ہو جاتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ تم بُری خواہش کا خون کرو اور دل کے آسمان کو لال کر لو پھر دیکھو میرے قرب کا سُورج کیسے نکلتا ہے۔ دُنیا کے سُورج کا تو ایک اُفق ہوتا ہے مگر تمہارے دل کے تمام آفاق سے میرے قرب کا سُورج طلوع ہوگا۔ دُنیا کا سُورج مشرق سے طلوع ہوتا ہے مگر اللہ کے قرب کے سُورج کے لیے مشرق مغرب کچھ نہیں، بے شمار آفتاب ہیں کیونکہ جب خالقِ آفتاب آئے گا تو بے شمار آفتاب لائے گا۔ ایک صاحب کا نام خورشید تھا، میں نے کہا سنو؎

خورشید کے دل کو جو ملا خالقِ خورشید
خورشید سے پوچھے کوئی خورشید کا عالم

نظر کی حفاظت بھی ذکر ہے

میرے پیارے ذکر کرنے والے دوستو! نظر کی حفاظت بھی ذکر ہے۔ اگر یہ معمولی گناہ ہوتا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کو آنکھوں کا زنا نہیں فرماتے۔ بتایئے کہ اس ذکر کے بعد کیا ہم پر فرض نہیں ہوتا کہ ہم اپنی نظروں کی حفاظت کریں۔ یہاں محبت کا حق ادا کیا، سڑکوں پر عظمت کا حق ادا کرو۔ کتنی ہی حسین گذرے نظر کو بچا کر دیکھو اللہ کیا دیتا ہے اور نظر ڈالنے کے بعد پریشانی آئے گی۔ پری آئی اور شانی آئی۔ پریشانی میں پری موجود ہے۔ ہر وقت دل میں ظلمت اور اندھیرے معلوم ہوں گے۔ مردہ لاشوں پرست جاؤ۔ میرا شعر ہے ؂

خاک ہو جائیں گے قبروں میں حسینوں کے بدن
ان کی ڈسٹمپر کی خاطر راہِ پیغمبر نہ چھوڑ

اور یہ بھی میرا شعر ہے ؂

کسی خاکی پہ مت کر خاک اپنی زندگانی کو
جوانی کر فدا اس پر کہ جس نے دی جوانی کو

یہ کیا ہیں؟ مرنے والی لاشیں ہیں۔ آج جوان چل رہی ہے کل یہی انگریز میم ستر سال کی بوڑھی ہو گی اور اس کے بعد آپ دیکھیں گے کہ اس کی چٹیا مثل بڈھے گدھے کی دم معلوم ہوگی ؂

کمر جھک کے مثلِ کمانی ہوئی
کوئی نانا ہوا کوئی نانی ہوئی

اور میں ان مٹروں کو شعر سُناتا ہوں کہ آج مر رہے ہو ان پر، ایک زمانہ آئے گا کہ ان کا حُسن بگڑ جائے گا اور تمہاری تاریخ بھی بدل جائے گی ؎

اِدھر جغرافیہ بدلا اُدھر تاریخ بھی بدلی
نہ ان کی ہسٹری باقی نہ میری مسٹری باقی

اگر مرنا ہی ہے تو اللہ والوں پر مرو۔ اللہ نظر نہیں آتا تو اللہ والے تو نظر آتے ہیں ان پر فدا ہو جاؤ، اللہ تعالیٰ ساری لیلاؤں کائنات سے تم کو بے نیاز کر دے گا۔ جو لیلیٰ کو نمک دے سکتا ہے اس مولائے کائنات میں کیا اتنی قدرت نہیں کہ اپنے ذکر کی برکت سے ہمارے قلب کو اتنا نمک سے بھر دے کہ ساری لیلائے کائنات سے ہم کو بے نیاز کر دے؟ جو سارے عالم کو نمک دے سکتا ہے اس کے نام میں کتنا نمک حُسن کا ہوگا۔

علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ سمندر میں اتنا نمک نہ ڈالتا تو سمندر کا پانی سڑ جاتا۔ جتنی مچھلیاں ہیں مر جاتیں۔ زہریلا مادہ اتنا پیدا ہو جاتا کہ ساحلی علاقے سب ختم ہو جاتے اور کوئی زندہ نہ رہ سکتا۔ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ سمندر کے پانی کو اتنا نمکین کر دیا جس سے اس کا پانی سڑتا نہیں اور مولویوں کی سمجھ میں نہ آئے تو قربانی کی کھال کو یاد کر لیں۔ جب گاہک نہیں آتے تو کھالوں میں جلدی جلدی نمک لگا کر محفوظ کر لیتے ہیں۔ پھر علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ اللہ نے اپنے عاشقوں کے آنسوؤں میں بھی نمک رکھ دیا تاکہ ان کی آنکھوں میں انفکشن نہ ہو جائے، زہریلا مادہ نہ پیدا ہو جائے۔

روحانی ہائی بلڈ پریشر

اس لیے کہتا ہوں کہ ان نمکین صورتوں سے بچو۔ یہ بلڈ پریشر پیدا کرتی ہیں۔ جس کو بلڈ پریشر ہوتا ہے اس کو نمکین غذا منع ہے کہ نہیں؟ تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں نمکین صورتوں سے منع کر دیا ہے ورنہ تمہاری روحوں میں ہائی بلڈ پریشر ہو جائے گا اور جس دن چاند چودھویں رات کا ہوتا ہے سمندر میں جوار بھاٹا اور طوفان زیادہ ہوتا ہے تو زمین پر بکھرے ہوئے چاندوں سے بھی اپنے کو بچاؤ ورنہ دل کے سمندر میں جوار بھاٹا اور طوفان اتنا تیز آئے گا کہ تمہارا حلیہ بگڑ جائے گا، نیند غائب ہو جائے گی اور ڈیپریشن ہو جائے گا۔ تو میں لیس ذکرِ منفی پیش کر رہا ہوں۔ اللہ کی عظمت کا حق ادا کیجیے۔

شرعی داڑھی

دوسری بات یہ کہ داڑھی شرعی ایک مشت رکھو اللہ تعالیٰ کی عظمت کا حق ادا کرو۔ چاروں اماموں کا اجماع ہے کہ ایک مشت داڑھی واجب ہے، کٹانا، کترانا حرام ہے۔ بہشتی زیور جلد نمبر ۱۱ صفحہ ۱۱۱ پر لکھا ہے کہ داڑھی ایک مشت رکھنا واجب ہے۔ کترانا بھی اور کٹانا بھی حرام ہے اور ریش بچہ، داڑھی کا بچہ جو نیچے کے ہونٹ کے نیچے ہوتا ہے اس کا بھی رکھنا واجب ہے۔ اس کو بھی قتل کرنا جائز نہیں ہے اور مونچھوں کو زیادہ لمبی نہ رکھو۔ شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اوجز المسالک شرح موطا مالک جلد نمبر ۱۴ میں حدیث لکھی ہے کہ مَنْ طَوَّلَ شَارِبَهٗ لَمْ یَنَلْ شَفَاعَتِیْ وَلَمْ یَرِدْ عَلٰی حَوْضِیْ وَیَبْعَثُ اللّٰهُ اِلَیْهِ الْمُنْکَرَ وَالنَّکِیْرَ فِیْ غَضَبٍ وَیُعَذَّبُ فِیْ قَبْرِهٖ۔ جو لمبی مونچھیں رکھے گا وہ میری شفاعت نہیں پائے گا اور حوض کوثر پر آنے نہیں دیا جائے

گا اور منکر نکیر غصہ میں آئیں گے اور اس کو عذاب ہوگا۔ لہٰذا مونچھوں کا کنارا کھول دے تو پاس نمبر مل گیا۔ یہ جائز نمبر ہے اور اگر باریک کرے تو یہ افضل ہے۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ افضل یہ ہے کہ مونچھوں کو بالکل برابر کرو۔ مگر استرہ سے منڈانا بعض علماء کے نزدیک بدعت ہے۔ اس لیے آج کل مشین نکلی ہے بس لگایا اور صاف ہوگئی۔

اچھا خط بنوانے کا مسئلہ بھی بتا دیتا ہوں۔ دونوں جبڑے جہاں ملتے ہیں تو اوپر کے جبڑے کا خط بنوانا جائز ہے، نیچے کے جبڑے کا خط بنوانا جائز نہیں ورنہ گال ہو جائیں گے فارغ البال اور ایک ذرا سا خطرہ جاتے گا۔ اس لیے جہاں التقائے فکین ہوتا ہے، دونوں جبڑے ملتے ہیں، وہاں سے اُوپر خط بنوالو اور نیچے گلے پر بال کے متعلق مسئلہ یہ ہے کہ جو بال داڑھی سے ملے ہوئے ہیں ان کو بھی رکھنا واجب ہے اور جو بال گردن کی طرف جا رہے ہیں یعنی داڑھی کی صحبت سے فرار اختیار کر رہے ہیں ان کو قتل کرنا جائز ہے۔ یہ مسلمان کا صحیح ماڈل سُنّت و شریعت کے مطابق بتا رہا ہوں۔

اچھا سر پر بالوں سے متعلق، سر پر تین قسم کے بال رکھنا جائز ہے۔ ۱۔ سر منڈا سکتا ہے۔ ۲۔ سر پر پٹہ بال رکھ سکتا ہے۔ آج کل بہت لمبے بال رکھنے سے ہیپی کی مشابہت ہوتی ہے اس لیے بزرگوں کا شیوہ یہی ہے کہ لو تک پٹہ بال رکھے جائیں اور ۳۔ چھوٹے چھوٹے بال رکھو مگر ہر طرف سے برابر رکھو اور اوپر سے بڑا اور نیچے سے یا پیچھے سے چھوٹا یہ انگریزی بال ہو جاتا ہے۔

سر سے داڑھی تک مسئلہ بیان ہو چکا اب آگے بدن ہے۔ تو ناف سے گھٹنے تک بدن چھپانا فرض ہے۔ ایک عالم نے مجھ سے پوچھا کہ ناف سے گھٹنے

تک چھپانا کیوں فرض ہے جبکہ اصل شرمگاہ تو صرف بیچ میں ہے، صرف اسی کو کیوں نہیں چھپالیا جاتا۔ میں نے کہا کہ جہاں فوجی افسران رہتے ہیں تو دُور تک حکومت کانٹے دار باڑھ کھینچ دیتی ہے تاکہ کوئی انہیں نقصان نہ پہنچا دے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہر گناہ سے بچانے کے لیے ناف سے گھٹنے تک چھپانا فرض قرار دیا تاکہ شہوت کو اُبھارنے والی چیزوں سے بچیں۔

اس کے بعد آخر میں ٹخنے کا مسئلہ میں بیان کر چکا۔ یعنی ٹخنہ کو لنگی، پاجامہ، جبہ سے نہ ڈھانپے۔ اگر کوئی اتنا عمل کرے تو اس نے اپنے ظاہر کو بنالیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ کُلُّ اُمَّتِیْ مُعَافًی اِلَّا الْمُجَاهِرِیْنَ میرا ہر اُمتی معافی کے قابل ہے مگر جس کا کھلم کھلا گناہ نظر آئے گا وہ معافی کے قابل نہیں ہے تو یہ تقریر اس لیے کی کہ ہم اس پر عمل کریں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت کے مطابق معافی کے قابل ہو جائیں۔ کم از کم ماڈل تو بنالو، پہلے اسٹرکچر بنتا ہے روح بعد میں آتی ہے۔ انسانیت کا اسٹرکچر بنتا ہے تو انسانیت کی روح آتی ہے۔ ہم اللہ والوں کا اسٹرکچر بنالیں گے تو اللہ تعالیٰ اللہ والوں کی روح بھی عطا فرما دیں گے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ
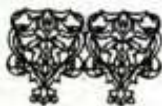
تکملہ مجلس ذکر

(یکم اکتوبر ۱۹۹۴ء شنبہ کو ٹورنٹو کی مجلس ذکر میں جو وعظ ہوا اس کے بعد دوسرے ہفتہ میں محترمی مولانا احمد علی صاحب کی دعوت پر دار العلوم ایڈمنٹن حاضری ہوئی وہاں بھی مجلس ذکر میں حضرت والا کا وعظ ہوا جس میں ایک حدیث کی شرح تھی۔ چونکہ وہ مضمون بھی ذکر سے متعلق تھا اس لیے اسے تکملہ وعظ کر لیا گیا جس کے بعد اس موضوع پر یہ بہترین وعظ ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ توفیق عمل دے۔ آمین)

فضائل مجلس ذکر

لَا يَقْعُدُ قَوْمٌ يَذْكُرُونَ اللهَ اِلَّا حَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَنَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِينَةُ وَذَكَرَهُمُ اللهُ فِيمَنْ عِنْدَهُ

پہلی فضیلت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جہاں کہیں کچھ اللہ کے بندے مل کر اللہ کا ذکر کرتے ہیں تو وہاں فرشتے ان کو گھیر لیتے ہیں تو آپ سوچئے کہ یہاں ان کی ملاقات بھی ہوتی ہے یا نہیں؟ تو فرشتوں کی ملاقات سے ہم پر اچھا اثر نہیں آئے گا؟ کیا وہ نیک صحبت نہیں ہے؟ لہٰذا ذکر کی مجلس میں شرکت کی کوشش کیجئے۔ اپنے اہل حق حضرات میں سے جس کے یہاں بھی ذکر ہوتا ہو، سنت و شریعت کی اتباع ہوتی ہو، شرکت کریں (یہاں قریب میں دو مجالس ہوتی ہیں

مولانا احمد علی کے یہاں دارالعلوم میں اور ڈاکٹر صادق صاحب کے ہاں، تو ذکر کا پہلا انعام فرشتوں کی ملاقات

اب سوال یہ ہوتا ہے کہ جب فرشتے خود عالم شہادت میں اللہ کو دیکھ کر وہاں ذکر کرتے ہیں تو ہم لوگوں کا عالم غیب کا ذکر سننے کیوں آتے ہیں؟ ہم تو گنہگار ہیں، آٹا، دال، تیل، نمک، لکڑی کی فکر میں رہتے ہیں، سکون قلب بھی نہیں ہوتا، زبان سے لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہتے ہیں اور دل میں بیگری سے انڈا اور مکھن خریدنے کا خیال رہتا ہے کہ بیوی نے کہا ہے جب آؤ تو یہ چیزیں خرید کر لے آنا۔ اس کا جواب علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح بخاری میں دیا ہے کہ فرشتے دو وجہوں سے عالم مشاہدہ کا ذکر چھوڑ کر ہمارے عالم غیب کا ذکر سننے کے لیے آتے ہیں۔

پہلی وجہ یہ ہے کہ وہ آپس میں دیکھتے ہیں کہ ہم کو تو نمک تیل لکڑی کی فکر نہیں ہے اور ان بے چاروں کو اس کی فکر ہے۔ کوئی بچہ بیمار ہے، کسی کو ٹائیفائڈ ہے کسی کو نزلہ ہے اور کسی کو ٹائیفائڈ تو نہیں مگر کوالیفائڈ بنانے کی فکر ہے۔ غرض طرح طرح کی فکریں ہیں۔ تو فرشتے دیکھتے ہیں کہ جب یہ ہزاروں فکروں کے باوجود اللہ کو نہیں بھولتے ہیں جیسے کہ ایک شاعر بزرگ فرماتے ہیں ؎

گو ہزاروں شغل ہیں دن رات میں
لیکن اسعد آپ سے غافل نہیں

تو انہیں تعجب ہوتا ہے اور کہتے ہیں کہ چلو ان کا ذکر چل کر سنیں۔ ہمارے تو نہ بیوی نہ بچے، نہ جورو نہ جاتا بس خدا سے ناتا اور ان کے تو سب کچھ ہیں، ہزاروں فکروں میں ہیں پھر بھی اللہ کو یاد کر رہے ہیں۔ اس لیے اپنے ذکر سے انسانوں کے ذکر کو افضل سمجھتے ہیں

دوسری وجہ یہ ہے کہ فرشتے دیکھتے ہیں کہ ہمارا ذکر تو عالم مشاہدہ کا ذکر ہے اور یہ تو

بغیر اللہ کو دیکھے اللہ پر مرے جا رہے ہیں، اللہ کو یاد کر رہے ہیں لہٰذا عالمِ غیب کے ذکر کو ترجیح دیتے ہیں۔ مولانا رومی فرماتے ہیں ؎

عشق من پیدا و دلبر ناپدید

ہمارا عشق ظاہر ہے اور ہمارا محبوب پوشیدہ ہے۔ اللہ کو دیکھا نہیں مگر اس کے لیے جاڑوں میں وضو کر رہے ہیں، نماز، روزہ، حج و زکوٰۃ ادا کر رہے ہیں تو فرماتے ہیں ؎

در دو عالم ایں چنیں دلبر کہ دید

دونوں عالم میں ایسا کوئی محبوب دکھاؤ جس کو دیکھے بغیر اس پر مر رہے ہوں اور جہاں وہ پاؤں رکھتا ہو وہاں سر رکھتے ہوں۔ ذرا اللہ تعالیٰ جہاد فرض کر دیں پھر دیکھو مسلمان کی کیا شان ہے اور بغیر دیکھے وہ کیسے اللہ پر جانیں فدا کرتے ہیں ؎

جو تجھ بن نہ جینے کو کہتے تھے ہم
سو اس عہد کو ہم وفا کر چلے

مولانا علی میاں صاحب مدظلہ سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت پر یہ شعر لکھا ہے ؎

جو تجھ بن نہ جینے کو کہتے تھے ہم
سو اس عہد کو ہم وفا کر چلے

اور اُحد کے دامن میں ستر صحابہ ایک ہی دن میں شہید ہوگئے اور ان سب کی نماز جنازہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھائی اس وقت ہر جنازہ سے بزبانِ حال یہ آواز آرہی تھی۔ بزبانِ حال یاد رکھنا ورنہ آپ کہیں گے کہ ان کو اُردو کہاں سے آتی تھی ؎

ان کے کوچہ سے لے چل جنازہ مرا
جان دی میں نے جن کی خوشی کے لیے

بے خودی چاہیے بندگی کے لیے

میاں بغیر دیوانگی اور محبت کے محض عقل سے اللہ نہیں ملتا۔ اکبر الٰہ آبادی کہتے ہیں جو جج اور گریجویٹ تھے ان کا شعر ہے ؎

تو دل میں تو آتا ہے سمجھ میں نہیں آتا
میں جان گیا بس تری پہچان یہی ہے

اور عقل میں جو آجائے وہ خدا ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ عقل محدود ہے، محدود میں غیر محدود کیسے آئے گا؟ اگر کسی کے عقل میں آجائے کہ خدا یہ ہے تو ہرگز وہ خدا نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اللہ غیر محدود ہے وہ محدود عقل میں کیسے آئے گا۔ اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمادیا کہ خبردار مخلوق میں تو غور وفکر کرو مگر اللہ کی ذات میں مت سوچو تمہاری قوت عقلیہ اور فکریہ محدود ہے، بھلا ایک گلاس میں مٹکے کا پانی آسکتا ہے اور مٹکے میں حوض، حوض میں دریا آئے گا؟ دریا میں سمندر بھر سکتے ہو؟ جب چھوٹے محدود میں بڑا محدود نہیں آسکتا تو محدود میں غیر محدود کیسے آئے گا؟ اللہ تعالیٰ کی ذات یاد کرنے کے لیے ہے۔ قرآن کریم میں یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ فرمایا۔ اللہ کو یاد کرو بس اس یاد سے وہ دل میں آجائیں گے تمہیں خود پتہ چل جائے گا کہ اللہ تعالیٰ کیا ہیں اور غور وفکر مخلوق میں کیا کرو۔ حضرت حکیم الامت تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوا کہ فکر برائے مخلوق ہے اور ذکر برائے خالق ہے اگر اس کے خلاف چلوگے تو گمراہ ہو جاؤ گے

تو ذکر اللہ کا ایک فائدہ بیان ہو گیا۔ لہٰذا جب ذکر کی مجلس آئیں تو یہ نیت بھی کرلیں کہ چلو فرشتوں کی ملاقات بھی کرلیں۔

دوسری فضیلت

وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں اپنے یاد کرنے والوں کو ڈھانپ لیتے ہیں کس طرح ڈھانپتے ہیں؟ دیکھئے اس جملہ میں بڑا پیار ہے۔ اس کو محبت کے انداز میں سمجھئے ماں جب اپنے بچے کو گود میں لیتی ہے تو کس طرح لیتی ہے۔ لے کر چپکا لیتی ہے اسکے بعد دوپٹہ سے چھپا لیتی ہے پھر ٹھوڑی بھی اس کے سر پر رکھ دیتی ہے۔ یہی مفہوم ہے غَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ کا اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ڈھانپ لیتا ہے ۔

نور او در یسر و یمین و تحت و فوق

بر سرم بر گردنم مانند طوق

اس کا نور ہمارے دائیں بائیں اوپر نیچے گھیر لیتا ہے۔ سر سے گردن ہر جگہ مانند طوق اپنی رحمت کے دامن میں چھپا لیتے ہیں۔ تو ذکر کی مجلس میں اس نیت سے آؤ کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہمیں ڈھانپ لے اور پیار کرلے۔

تیسری فضیلت

وَنَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِيْنَةُ ہم ان کے دل پر سکینہ نازل کرتے ہیں۔ علامہ سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ روح المعانی میں سکینہ کی تفسیر فرماتے ہیں فَاِنَّ السَّكِيْنَةَ هِيَ نُوْرٌ يَّسْتَقِرُّ فِي الْقَلْبِ سکینہ ایک نور ہے جو دل میں ٹھہر جاتا ہے۔ یہ نہیں کہ بس مسجد میں تو اللہ والے ہیں اور جہاں مارکیٹ میں گئے مار پیٹ شروع کر دی۔ ہر جگہ وہ نور ساتھ ہوتا ہے وَيَثْبُتُ بِهِ التَّوَجُّهُ اِلَى الْحَقِّ جس کو سکینہ کا نور ملتا ہے پھر وہ ہر وقت با خدا رہتا ہے۔ چاہے وہ دنیا کا بھی کام کر رہا ہو لیکن وہ خدا کو فراموش نہیں کرتا۔ میرا ایک اردو شعر ہے ۔

دُنیا کے شغلوں میں بھی یہ باخدا رہے
یہ سب کے ساتھ رہ کے بھی سب سے جُدا رہے

اللہ والے ایسے ہوتے ہیں۔ تو ذکر کی برکت سے سکینہ ملے گا جو ہر وقت دل میں رہنے والا نور ہے۔ پھر آپ کہیں گے ؎

شکر ہے دردِ دل مستقل ہو گیا
اب تو شاید مرا دل بھی دل ہو گیا

دردِ دل یعنی اللہ کی محبت کا درد جب مستقل ہو جائے گا پھر ایک سیکنڈ بھی آپ اللہ کو نہیں بھولیں گے تو اس لالچ سے بھی آپ مجلسِ ذکر میں آئیے کہ سکینہ مل جائے گا۔ سکینہ کی تعریف کا تیسرا جز وَیَتَخَلَّصُ عَنِ الطَّیْشِ اور بے سکونی سے نجات پا جائے گا۔ طیش کے معنی بے چینی اور بے قراری کے ہیں۔ کَلْبٌ طَائِشٌ اس کتے کو کہتے ہیں جو ایک سمت پر نہ چلے بلکہ کبھی دائیں کبھی بائیں اِدھر اُدھر منہ کر کے چلتا ہے۔ تو جس آدمی کے دل میں سکینہ کا نور نہیں ہوتا وہ ایسے ہی اِدھر اُدھر منہ کر کے کبھی اس مکان میں کبھی اس فلیٹ میں تانک جھانک کرتا رہتا ہے کہ شاید کوئی حسین کوئی لیڈی نظر آ جائے۔ دل میں سکون نہیں ہے۔

میرا بچپن سے ایک معمول تھا کہ جب اماں ہمیں دکان بھیجتی کہ جاؤ دھنیا مرچ ہلدی لے آؤ تو دکاندار پڑیا باندھ کر چیزیں دیتا، میں گھر آ کر سامان تو دے دیتا اور اس کاغذ کو دیکھتا کہ کہیں اس میں کوئی شعر تو نہیں ہے۔ کیونکہ بعض بنیے کتب پھاڑ کر اس کے کاغذ میں سودا سلف دیا کرتے ہیں، ہو سکتا ہے کوئی شاعری کی کتاب ہو تو ایک دن ایک شعر مل گیا ؎

نت نیا روز مزہ چکھنے کا چسکا ان کو

در بدر جھانکتے پھرتے ہیں انہیں عار نہیں

یعنی بدنظری کے مریض ہر عورت کی ڈیزائن کو دیکھنا چاہتے ہیں۔ انہیں کوئی عار اور شرم نہیں ہے۔ پاگل کتے کی طرح ان کی چال ہوتی ہے۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ روح المعانی میں فرماتے ہیں کہ جس کے دل میں نور سکینہ نہیں ہوتا اس کی زندگی بے چین رہتی ہے۔ ہر وقت پریشان رہتا ہے اور پریشانی میں بری خود موجود ہے۔ بری آتی اور پریشانی ساتھ لاتی۔ اگر اس میں فائدہ ہوتا تو دوستو اللہ تعالےٰ قرآن میں یہ آیت نازل نہ فرماتا کہ اے نبی ایمان والوں سے کہہ دو کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں۔

چوتھی فضیلت

وَ ذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِيْمَنْ عِنْدَهٗ ۔ چوتھی فضیلت ذکر کرنے کی یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ ان کو اپنے پاس والوں میں یاد کرتے ہیں۔ اگر تم ہم کو تنہا یاد کرو گے تو ہم بھی تنہائی میں تمہیں یاد کریں گے اور اگر تم مجمع میں یاد کرو گے تو اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں کہ ہم بھی تم کو فرشتوں کے مجمع میں اور نبیوں کے مجمع میں یاد کریں گے۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ جن کی قبر جنۃ المعلیٰ میں ہے اس کی شرح میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ اپنے حاضرین کی مجلس میں ان کا ذکر کرتے ہیں اور عندہ سے مُراد ہے عِنْدَ اَرْوَاحِ الْمُرْسَلِيْنَ وَ عِنْدَ الْمَلَائِكَةِ الْمُقَرَّبِيْنَ عام مُراد یہی ہے کہ فرشتوں کے مجمع میں ذکر کریں گے مگر محدث عظیم ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ جزائے خیر دے کہ انہوں نے شرح فرمائی کہ پیغمبروں اور رسولوں کی روحوں کو بھی حاضر کر لیتے ہیں اور وہاں ذکر کرنے والوں کا تذکرہ ہوتا ہے۔

اللہ تعالےٰ عمل کی توفیق دیں (آمین)

عارفانہ کلام

حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

جاں بازیٔ عشق

جان دے دی میں نے ان کے نام پر
عشق نے سوچا نہ کچھ انجام پر

انجامِ حسنِ فانی

دوستو مرنا نہ ان گلفام پر
خاک ڈالو گے انہیں اجسام پر

فنائیتِ حسن و عشق

اُن کا چراغِ حُسن بجھا یہ بھی بجھ گئے
بلبل ہے چشم نم گل افسردہ دیکھ کر

سلسلہ مواعظ حسنہ نمبر ۲۳

تعمیرِ وطنِ آخرت

عارف باللہ حضرت اقدس

مولانا شاہ

حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

ناشر

کتب خانہ مظہری

گلشن اقبال، پوسٹ بکس ۱۱۱۸۲

کراچی فون ۶۳۸۱۸۱۲، ۴۹۹۲۱۷۶

نامِ وعظ : ——— تعمیر وطن آخرت

واعظ : ——— عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

جامع و مرتب : ——— حضرت سید عشرت جمیل ملقب بہ میر صاحب مدظلہم العالی

کتابت : ——— محمد فضل زاہد

ناشر

کتب خانہ مظہری

گلشن اقبال ۲ پوسٹ بکس ۱۱۱۸۲

کراچی فون ۴۹۹۲۱۷۶-۴۸۱۸۱۱۲

فہرست

تعمیرِ وطنِ آخرت

حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم کا یہ وعظ مبارک حضرت کے پورے سفر امریکہ و کینیڈا اور برطانیہ کے محرک داعی اور میزبان حاجی عبدالرزاق جمانی صاحب (اٹلانٹا، امریکہ) کے مکان پر ۸ر جمادی الاول ۱۴۱۵ھ مطابق ۱۴ر اکتوبر ۱۹۹۴ء کو بعد نمازِ مغرب ہوا۔

حضرت والا کا یہ وعظ بہت ہی مفید دلسوز اور پُر تاثیر تھا۔ تمام حاضرین بالخصوص حاجی عبدالرزاق صاحب کے گھر کے تمام افراد پر گہرا اثر تھا۔ ختمِ بیان کے بعد بہت سے احباب بالخصوص صاحبِ خانہ نے اس کی طباعت پر زور دیا تاکہ اس کا نفع دیرپا اور دُور رَس ہو۔

راقم الحروف نے اس وعظ کو قلم بند کرنا شروع کر دیا اور اب مجلسِ دعوۃ الحق (انگلینڈ) کے شعبۂ نشر و اشاعت کے زیرِ اہتمام شائع ہو رہا ہے۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذٰلِكَ۔ حاجی عبدالرزاق جمانی صاحب نے اس کی طباعت کے جملہ مصارف ادا فرما کر بڑی سہولت پیدا فرمادی۔ اللہ تعالیٰ اسے قبول فرماتے اور ان کو اور ان کے جملہ اہل و عیال کو سعادتِ دارین اور رزاقِ ظاہری و باطنی نصیب فرماتے۔

والسلام

محمد ایوب سورتی

خادم مجلسِ دعوۃ الحق (انگلینڈ)

عرضِ ناشر

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم کا یہ وعظ جو امریکہ کے شہر اٹلانٹا میں ۸، جمادی الاوّل ۱۴۱۵ھ مطابق ۱۴، اکتوبر ۱۹۹۴ء کو ہوا تھا۔ پہلی بار مجلسِ دعوۃ الحق انگلینڈ کے زیرِ اہتمام شائع ہوا۔ اب دوسری بار خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ کراچی سے مورخہ ۲۵، ربیع الثانی ۱۴۱۷ھ مطابق ۱۰، ستمبر ۱۹۹۶ء کو طباعت کے لیے دیا جارہا ہے۔

اشاعتِ گذشتہ میں غالباً جلدی کی وجہ سے مختلف مضامین پر عنوانات قائم نہیں کیے گئے تھے۔ اب قارئین کی سہولت کے لیے مختلف مضامین پر جا بجا عنوانات قائم کر دیئے گئے ہیں اور وعظ کے درمیان جو آیاتِ قرآن و احادیث وغیرہ حضرت والا نے بیان فرمائیں اہلِ علم کی رعایت سے اب اکثر و بیشتر کے حوالے بھی درج کر دیئے گئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ شرفِ قبول عطا فرمائیں اور اس وعظ کو حضرت اقدس دامت برکاتہم اور جامع و مرتب اور جملہ معاونین کے لیے صدقۂ جاریہ بنائیں۔ آمین!

یارب العالمین بحرمة سید المرسلین علیه الصلوٰة والتسلیم

احقر سید عشرت جمیل میر عفا اللہ عنہ

خادم

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال ۲، کراچی

تعمیرِ وطنِ آخرت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی ۔ اَمَّا بَعْدُ
فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۝ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
تَبٰرَکَ الَّذِیْ بِیَدِہِ الْمُلْکُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرُ ۝ الَّذِیْ خَلَقَ
الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا وَھُوَ الْعَزِیْزُ
الْغَفُوْرُ ۝ (پ ۲۹ ، سُوْرَۃُ الْمُلْکُ)

حضرات سامعین! اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ کتنی برس سے امریکہ کے لیے ہمارے دوست عبدالرزاق جمالی کوشش کرتے رہے لیکن لمبی مسافت کی وجہ سے ہمت نہیں ہو رہی تھی ۔ اس دفعہ یہ کراچی آئے اور میرے ساتھ آزاد کشمیر کا سفر بھی کیا اور کافی محبت کا دباؤ ڈالا ۔ تو محبت ایسی چیز ہے کہ اپنی کرامت دکھا ہی دیتی ہے کہ اس عمر میں ضعف کے باوجود میں آگیا ۔

علامہ سید محمود آلوسیؒ بغدادی فرماتے ہیں کہ محبت کا لفظ نکلتا ہی نہیں جب تک دونوں ہونٹوں کی ملاقات نہ ہو ۔ کتنا ہی بڑا قاری بیٹھا ہو دونوں ہونٹ کو الگ کر کے لفظ محبت ادا کر دے ناممکن ہے ۔

علامہ سید محمود آلوسیؒ بغدادی بڑے زبردست عالم گذرے ہیں ۔ فرماتے ہیں کہ میں بچپن میں بہت غریب تھا میرے پاس پیسے نہیں تھے کہ چراغ کے لیے تیل کا انتظام کروں تو چاند کی روشنی میں کتابیں پڑھا کرتا تھا لیکن گدڑی میں لعل بھی

ہوتا ہے اس لیے کسی گدڑی کو حقیر مت سمجھو۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اتنا بڑا مفسر بنایا کہ علامہ انور شاہ کشمیری فرماتے تھے کہ عربی زبان میں تفسیر روح المعانی جیسی تفسیر نہیں تفسیر بیان القرآن میں بھی حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بارہ آنہ تفسیر اسی سے لی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے وہ دن بھی دکھایا کہ کہاں تو اتنے غریب تھے اور کہاں امیروں نے ان کی جوتیاں اٹھانی شروع کر دیں۔ جب علم کی دولت آتی ہے اور انسان اللہ والا بنتا ہے اور اللہ پر فدا ہوتا ہے پھر سارا جہان اس پر فدا ہونے لگتا ہے ؎

جو تو میرا تو سب میرا فلک میرا زمیں میری
اگر اک تو نہیں میرا تو کوئی شے نہیں میری

اللہ والوں کی باطنی سلطنت

اور اللہ والوں کو کیا نعمت ملتی ہے؟ آپ کہیں گے کہ صاحب ان کے پاس نہ تو فیکٹری ہے، نہ خزانہ ہے، نہ دولت ہے، نہ سلطنت ہے، لیکن خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں بتاتا ہوں کہ ان کے پاس کیا سلطنت ہوتی ہے ؎

خدا کی یاد میں بیٹھے جو سب سے بے غرض ہو کر
تو اپنا بوریہ بھی پھر ہمیں تخت سلیماں تھا

اللہ تعالیٰ اپنے عاشقوں کے قلب کو اپنی محبت کی دولت عطا فرماتے ہیں اور جو اللہ سورج اور چاند میں روشنی پیدا کرتا ہے وہ اپنے عاشقوں کے دل میں کیسی روشنی پیدا کرتا ہوگا! جو اللہ وزیروں کو وزارت اور بادشاہوں کو تخت و تاج کی بھیک دے سکتا ہے وہ اللہ جس کے دل میں آئے گا تو اس کی سلطنت کے سلطنت کے عالم کا کیا عالم ہوگا! جو اللہ سمندروں میں موتی اور پہاڑوں میں

سونا چاندی پیدا کرسکتا ہے وہ خالقِ زر جب دل میں آتا ہے تو اس دل کی کیفیت کا کیا عالم ہوگا!

ایک بزرگ سے کسی نے کہا کہ لوگ آپ کو شاہ صاحب کہتے ہیں تو آپ کے پاس کتنا سونا ہے بزرگ نے جواب دیا ؎

بخانہ زر نمی دارم فقیرم
ولے دارم خدائے زر امیرم

میرے گھر میں سونا نہیں ہے فقیر آدمی ہوں لیکن ہاں میں سونے کا خالق رکھتا ہوں اس لیے امیر ہوں۔ آہ کیا درویش تھا کیا زبردست جواب دیا۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

اے مبدل کردہ خاکے را بہ زر
خاک دیگر را نمودہ بوالبشر

اثباتِ قیامت کی عجیب دلیل

مٹی سے انسان کیسے بنتا ہے؟ مٹی سے جو غلہ بنتا ہے اس میں مٹی کا جز بھی ہوتا ہے ورنہ زمین میں ایک دانہ ڈال کر سو دانے کیسے نکلتے؟ مٹی ہی سے تبدیل اور استحالات ہوتے ہوتے پھر بہت سے گندم ہو جاتے ہیں۔ جس جس غذا سے جس انسان کو بننا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے لہٰذا ان غذاؤں کو اللہ تعالیٰ ماں باپ تک پہنچاتے ہیں، ماں باپ وہ غذا کھاتے ہیں کہیں بلوچستان کی بکری کا گوشت کھاتے ہیں، کبھی آسٹریلیا کا گندم کھاتے ہیں اور کبھی کسی ملک کا سیب کھاتے ہیں، حج میں زمزم اور کھجور کھاتے ہیں سارے عالم میں جہاں جہاں غذا منتشر

ہوتی ہے، جہاں جہاں مادۂ تخلیق پوشیدہ ہوتا ہے ان ساری غذاؤں کو اللہ تعالیٰ ماں باپ تک پہنچاتے ہیں، پورے عالم میں انسانیت کی جو مٹی بکھری پڑی تھی اللہ تعالیٰ غذاؤں کی صورت میں اس کو ماں باپ تک پہنچاتے ہیں اب ماں باپ نے کھایا، اس سے خون بنا، پھر خون سے ایک حصہ مادۂ تخلیق، مادۂ منویہ بنا، پھر اس میں سے بھی صرف ایک قطرہ کو ماں کے رحم میں پہنچا کر انسان بناتے ہیں۔ لہٰذا جب ایک کافر نے کہا کہ اللہ تعالیٰ اس انسان کو دوبارہ کیسے پیدا کرے گا جب کہ انسان کی ہڈیاں بوسیدہ ہوجائیں گی اور اس کافر نے ایک بوسیدہ ہڈی کو چٹکی سے ریزہ ریزہ کرکے ہوا میں اُڑا دیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے گستاخ کہا۔ قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ (پ ۲۳ سورۃ یٰسٓ) اللہ ان بوسیدہ ہڈیوں کو کیسے زندہ کرے گا جب کہ وہ ہوا میں ریزہ ریزہ ہوگئیں؟ اللہ نے اس کا جواب دیا: اَوَلَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ۝ کیا انسان غور نہیں کرتا کہ ہم نے اس کو ایک حقیر نطفۂ منی سے پیدا کیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں جواب دے دیا کہ اے ناشکرے اور نالائق انسان تُو پہلے سارے عالم میں منتشر تھا اور تیرے سارے اجزا بکھرے ہوئے تھے۔ تو آسٹریلیا کے گندم میں تھا، تو بلوچستان کی بکریوں میں تھا، تو قندھار کے سیبوں میں اور بصرہ کے کھجوروں میں تھا۔ میں نے ان سب بکھرے ہوئے اجزا کو خون بنا کر پھر فلٹر کرتے ہوئے منی بنا کر اس کے ایک خاص جزو سے تجھے بنا دیا تو اے انسانو! دوبارہ اگر تم منتشر ہو اور میں تمہارے بکھرے ہوئے اجزا کو جمع کرکے تمہیں دوبارہ پیدا کردوں تو اس میں کیا تعجب ہے؟ پہلی بار تمہیں پیدا

کہ مشکل ہے یا دوسری بار؟ اور اللہ کے لیے کچھ مشکل نہیں؛ نہ عدم سے وجود میں لانا مشکل نہ وجود کو فنا کر کے اس کو دوبارہ پیدا کرنا مشکل۔ وہ صاحبِ قدرتِ عظیمہ ہے۔

قیامت کی دوسری دلیل

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سخت گرمیوں میں گھاس جل جاتی ہے لیکن جب بارش ہوتی ہے تو دوبارہ اللہ تعالیٰ ان نباتات کو حیات عطا فرما دیتے ہیں تو جو نباتات کو دوسری مرتبہ بھی حیات دے سکتا ہے کیا وہ اس پر قدرت نہیں رکھتا کہ انسان کو موت کے بعد دوبارہ زندہ کر دے؟

تو اللہ تعالیٰ اپنے عاشقوں کو کیا دیتا ہے؟ اللہ تعالیٰ بندوں کے دلوں میں محبت ڈال دیتا ہے۔ ایک صاحب نے کہا کہ کیا بات ہے کہ اللہ تعالیٰ مولویوں کے دسترخوان پر مرغیاں خوب دیتا ہے؟ میں نے کہا بچپن میں مدرسوں میں ان کو مرغا بنایا گیا تو اللہ تعالیٰ کو رحم آگیا کہ ہماری راہ میں تم مرغے بنے اس لیے اب مرغیاں تمہاری طرف دوڑ کر آئیں گی۔

خوشیاں حاصل کرنے کا طریقہ

دوسری وجہ یہ کہ یہ اپنے نفس کو مرغا بناتے ہیں۔ نفس چاہتا کہ سینما، ٹیلی ویژن، وی سی آر دیکھیں۔ گندے کام کریں مگر یہ زمین پر رہتے ہوئے بھی اللہ تعالیٰ پر نظر رکھتے ہیں کہ جس نے ہمیں پیدا کیا ہے وہ کس بات سے خوش ہے؟ اپنی خوشیوں کو فدا کرتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ ان کی خوشی کی ضمانت اور کفالت قبول کرتا ہے اور جو اللہ کو ناراض کر کے اپنی خوشی کا خود انتظام کرتا ہے تو شاعر بزرگ خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

نگاہ و اقربا بدلی مزاجِ دوستاں بدلا
نظرِ اک ان کی کیا بدلی کہ کل سارا جہاں بدلا

اس کو ہر طرف سے پریشانیاں گھیر لیتی ہیں۔ بہت کمایا تو کینسر پیدا ہوگیا۔ پڑے ہوئے مر رہے ہیں یا فالج ہوگیا۔ ہزاروں آفتوں میں انسان گھر جاتا ہے لیکن جو اللہ تعالیٰ کو خوش کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً (پ ۱۴، سورۂ نحل آیت ۹۷) لام تاکید بانونِ ثقیلہ ہے کہ ضرور بالضرور ہم تمہیں بالطف زندگی دیں گے۔

وہ مالک جو سارے عالم کا مالک ہے وہ جس کی خوشی کی ذمہ داری قبول کرے وہ راستہ بہتر ہے یا ہم خود اپنی خوشیوں کا انتظام کریں یہ بہتر ہے؟ چھوٹا بچہ اگر اپنے ابا کو چھوڑ کر اپنی خود خوشی کا انتظام کرے تو ابا کیا کہے گا ارے تو ہم کو خوش رکھ ہماری جان و مال و جائیداد سب تجھ پر فدا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم ہمیں خوش رکھو ہم تمہاری خوشیوں کا ذمہ لیتے ہیں۔

غم پروف دل

اور اگر کبھی کسی مصلحت کے پیشِ نظر مثلاً تمہاری ترقی کے لیے یا تمہاری خطاؤں کو معاف کرنے کے لیے تم کو غم بھی دیں گے تو بھی ہم تمہارے دل میں غم نہیں گھسنے دیں گے۔ اگر سوئٹزرلینڈ اور مغربی ممالک واٹر پروف گھڑیاں بنا سکتے ہیں تو اللہ تعالیٰ بھی اپنے عاشقوں کے قلب کو غم پروف کر سکتے ہیں۔ چاروں طرف غم ہوگا لیکن ان کے دل میں نہیں گھسے گا۔ شاعر بزرگ فرماتے ہیں ؎

دل گلستاں تھا تو ہر شے سے ٹپکتی تھی بہار
دل بیاباں کیا ہُوا عالم بیاباں ہو گیا

اللہ والوں کو اللہ تعالیٰ دل میں خوشی دیتے ہیں جب دل میں خوشی ہوتی ہے تو سارے عالم میں خوشی معلوم ہوتی ہے اور جب دل غمگین ہوتا ہے تو سارے عالم میں غم ہی غم نظر آتا ہے۔ یہ آنکھیں دل کے تابع ہیں جیسا دل ہوتا ہے ویسا ہی آنکھوں سے نظر آتا ہے۔

دُنیا کی محبت اور اللہ کی محبت کا امتزاج

ایک دفعہ میں کانپور ہوتے ہُوئے باندہ مولانا صدیق صاحب کے یہاں جا رہا تھا تو ایک جگہ کانپور کے تاجر حضرات جمع ہو گئے۔ مجلس میں جامع العلوم کے مفتی منظور صاحب بھی تھے تو ان لوگوں نے مفتی صاحب کو وکیل بنایا کہ آپ سے پوچھیں یہ جو کہتے ہیں کہ دنیا کو لات مارو، دنیا سے محبت مت کرو تو بغیر محبت کے ہم کیسے کارخانے اور فیکٹریاں چلا سکتے ہیں؟ اگر محبت نہ ہو تو راتوں کو جاگنا یونین سے نپٹنا مال منگوانا بڑا مشکل ہے۔ خاصی مشغولی ہوتی ہے تاجر کو۔ تو میں نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ بیوی بچوں، ماں باپ، کارخانوں اور تجارت کی جائز محبت سے منع نہیں کرتے بلکہ ان کی شدید محبت بھی جائز ہے لیکن اللہ تعالیٰ بس یہ چاہتے ہیں کہ اُن کی محبت دنیا کی تمام محبتوں پر غالب ہو جائے وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ (پ ۲، سورۃ بقرۃ آیت ۱۶۵) اگر ماں، باپ، بیوی، بچوں، تجارت اور فیکٹریوں کی محبت ففٹی پرسنٹ (پچاس فیصد) ہے تو اللہ کی محبت ففٹی ون (اکیاون فیصد) کر لیں۔ ایک پرسنٹ اللہ کی محبت زیادہ کر لو بس کامل مومن ہو جاؤ گے قرآن کریم

نے اشد فرمایا اور اشد اور شدید کی نسبت علماء سے پوچھ لیجیے۔

امتحانِ محبّت

مگر اشد اور شدید کا امتحان ہوگا۔ کیسے معلوم ہوگا کہ اس پر اللہ کی محبت غالب ہے یا مال و دولت کی امتحان کے موقع پر اس کا پتہ چلے گا۔ جیسے دو آدمی الیکشن کے لیے کھڑے ہوں اور دونوں آپ کے دوست ہوں تو دونوں آپ کے پاس آئیں گے اب کیسے پتہ چلے گا کہ کس کی محبت آپ کے دل میں زیادہ ہے تو جس کی محبت غالب ہوگی اسی کو آپ ووٹ دیں گے۔ اسی طرح جب اللہ کی خوشی اور ہماری خوشیوں کا مقابلہ ہو اس وقت امتحان ہوگا کہ اپنی خوشی پر چلتے ہو یا اللہ کی خوشی پر، تب پتہ چلے گا کہ اللہ کی محبت زیادہ ہے یا اپنے نفس کی محبت۔

محبّت کی مقدارِ مطلوبہ

اسی لیے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعا مانگی کہ اے اللہ مجھے آپ اپنی محبت اتنی دے دیجیے کہ آپ میری جان سے زیادہ محبوب ہو جائیں اور اہل و عیال سے زیادہ محبوب ہو جائیں اور شدید پیاس میں ٹھنڈے پانی کے پینے میں جو مزہ آتا ہے کہ ہر گھونٹ میں ایک نئی زندگی معلوم ہوتی ہے، اے اللہ آپ اس ٹھنڈے پانی سے زیادہ مجھے محبوب ہو جائیں۔ رمضان کا مہینہ ہو اور جون جولائی ہو تو روزہ میں شام کو ہر گھونٹ میں نئی حیات معلوم ہوتی ہے۔ اسی طرح اللہ کے عاشقوں کو ہر اللہ کہنے میں نئی زندگی معلوم ہوتی ہے۔ تو جو زندگی خالقِ زندگی پر فدا ہوتی ہے وہ خالقِ حیات اس پر بے شمار حیات برسا دیتا ہے اور وہ ہر وقت مست رہتے ہیں ؎

کوئی جیتا کوئی مرتا ہی رہا
عشق اپنا کام کرتا ہی رہا

اہل اللہ کے غم کی مثال

اللہ تعالیٰ کے عاشقوں کے دل کو کبھی پریشانی نہیں آتی۔ اگر کبھی وہ بظاہر غمگین بھی نظر آئیں مگر ان کا دل پریشان نہیں ہوتا۔ انکی پریشانی کی مثال ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ جیسے کوئی شخص مرچ والا کباب کھا رہا ہو اور سو سو بھی کر رہا ہو، آنکھوں سے آنسو بھی جاری ہوں لیکن اگر کوئی اس سے پوچھے کہ آنجناب کسی مصیبت میں مبتلا معلوم ہوتے ہیں جو رو رہے ہیں، لائیے یہ غم میں اٹھا لوں تو وہ کیا کہے گا تم بیوقوف ہو۔ یہ خوشی کے آنسو ہیں غم کے نہیں۔

اللہ تعالیٰ سے محبت اشد کی عقلی دلیل

اب اگر کوئی یہ پوچھے کہ اللہ کی محبت زیادہ ہونی چاہیے اس کی کیا دلیل ہے؟ دلیل یہ ہے کہ یہ ساری نعمتیں کون دیتا ہے؟ اللہ! تو نعمت کی محبت زیادہ ہونی چاہیے یا نعمت دینے والے کی۔ آپ اپنی عقل سے فیصلہ کیجئے۔ بین الاقوامی عقل کا تقاضا یہ ہے کہ نعمت دینے والے کی محبت نعمت سے زیادہ ہونی چاہیے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ذکر کو شکر پر مقدم فرمایا فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ ؀ (پ ۲، سورہ بقرۃ آیت ۱۵۲) تم مجھ کو یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔ اس پر اشکال یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تو سب کو یاد رکھتے ہی ہیں وہ کبھی بھول سکتے ہیں؟ بھولنے والا کبھی خدا نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ کی شان خطاء و نسیان سے پاک ہے۔

آیت فاذکرونی اذکرکم کی تفسیر

چنانچہ مفسرِ عظیم حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم مجھ کو یاد کرو اطاعت سے اُذْكُرُوْنِیْ بِالْاِطَاعَةِ اَذْكُرْكُمْ بِالْعِنَايَةِ ہم تمہیں یاد کریں گے عنایت سے یاد تو ہم کافروں کو بھی رکھتے ہیں مگر کسی کو یاد رکھتے ہیں غضب سے اور کسی کو یاد رکھتے ہیں عنایت سے جیسے عدالت میں جج پھانسی کا حکم دے رہا ہے اور پھانسی والا سامنے ہے۔ قریب بھی ہے۔ اسی طرح عدالت میں پیش کار اور خصوصی عملہ بھی سامنے ہے۔ جج کی نظر دونوں پر ہے لیکن پھانسی والے پر نظرِ غضب ہے اور دوسروں پر نظرِ عنایت ہے

حرام خوشیوں کا انجام تلخ زندگی

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر تم نے میری ناخوشی کی راہ سے حرام خوشیوں کو امپورٹ کیا۔ راستہ چلتے اگر دوسروں کی بہو بیٹیوں کو دیکھا، سینما، وی سی آر، ننگی فلمیں، ویڈیو وغیرہ حرام چیزوں سے تم نے خوشی حاصل کی تو یاد رکھو میرا اعلان وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِیْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا (پ ۱۶۔ سورۂ طٰہٰ آیت ۱۲۴) جو میری یاد سے اعراض کرے گا میں اس کی زندگی تلخ کردوں گا۔ شیطان بعض بے وقوفوں کو بہکاتا ہے ؎

آج تو عیش سے گذرتی ہے
عاقبت کی خبر خدا جانے

نقد نزانہ کرلو اور حسینوں کے ہر ڈیزائن کو دیکھ لو اور کسی ڈیزائن کو نہ چھوڑو تو ایسا شخص پھر اللہ کے خزانہ سے محروم رہتا ہے اور جو ان مختلف ڈیزائنوں کو اللہ کے لیے

ریزائن دے دے تو اللہ کے خزانے اس پر برس جائیں گے اور اگر ان کے ڈیزائن کو ریزائن نہ کرو گے تو رام زائن ہو جاؤ گے۔ وہ پتھر کے بتوں کو پوجتے ہیں ہم اگر زندہ بتوں کو پوجنے لگیں تو بتاؤ کیا فرق ہوا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو میری ناراضگی کا اقدام کرتا ہے تو میری نافرمانی کا زیرو پوائنٹ (نقطۂ آغاز) میرے عذاب اور پریشانی کا نقطۂ آغاز ہے۔ وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِیْ آہ جو مجھے ناراض کرتا ہے اور چوری چھپے حرام مزے لوٹتا ہے تو اے دنیا دار سمجھ لے کہ میں تجھے دیکھ رہا ہوں۔ میرا شعر ہے ؎

جو کرتا ہے تو چھپ کے اہلِ جہاں سے
کوئی دیکھتا ہے تجھے آسماں سے

میرے دوستو دو چیزیں پیش کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر تم فرمانبردار بن جاؤ، نیک ہو جاؤ تو ہم دنیا ہی میں تم کو بالطف زندگی دیں گے لہٰذا جنت کو اُدھار مت کہو۔

دُو جنت اور دُو دوزخ

محدثِ عظیم ملا علی قاری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو دو جنت دیتا ہے۔ جَنَّةٌ فِی الدُّنْیَا بِالْحُضُوْرِ مَعَ الْمَوْلٰی دُنیا میں ہر وقت ان کو جنت کا مزہ ہے کہ مولیٰ ان کے ساتھ ہے، خالقِ جنت ان کے ساتھ ہے اور جَنَّةٌ فِی الْعُقْبٰی بِلِقَاءِ الْمَوْلٰی مرنے کے بعد تو جنت ہے ہی جہاں اللہ تعالیٰ کی ملاقات ہوگی اور اگر اللہ کو ناراض کیا تو سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ خالقِ جہنم بھی ہے۔ ہر وقت دوزخی کی طرح پریشان رہو گے۔ لاکھوں ڈالرز

ورلاکھوں پاؤنڈ میں کوئی سکون نہیں ملے گا۔ وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا ۔ مجھ کو ناراض کرنے کے بعد نقد جہنم تم کو یہ ملے گا کہ تمہاری زندگی کو تلخ کردوں گا اور ادھار دوزخ تو آخرت میں ہے ہی۔

اس لیے اللہ کی محبت اللہ والوں سے سیکھو، اللہ کے عاشقوں سے سیکھو پھر تمہاری یہ تجارت بھی جنت ہو جائے گی نعمت ملنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ نعمت دینے والے کو بھول جاؤ۔

کیا دُنیا اور آخرت جمع ہو سکتی ہے؟

دُنیا اور آخرت کیسے جمع ہو سکتی ہے، دُنیا کو چھوڑنے کا حکم نہیں ہے نہ لات مارنے کا حکم ہے کیونکہ اگر تین دن کھانے کو نہ ملے تو لات بھی نہ اُٹھے گی دُنیا کو مارنے کے لیے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں دنیا میں اس طرح رہو کہ جیسے دریا میں کشتی چلتی ہے۔ پانی کشتی کو چاہیے یا نہیں؟ پانی ضروری ہے لیکن وہی پانی کشتی میں گھسنے لگے تو کشتی ڈوب جائے گی اسی طرح دُنیا بہت ضروری ہے لیکن اگر دل کے اندر گھس گئی تو پھر خیریت نہیں ہے۔ آخرت کی کشتی کو ڈبو کر رکھ دے گی۔ دُنیا ہاتھ میں ہو، جیب میں ہو، اور ارد گرد ہو بس دل میں نہ ہو جس کی علامت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فرماں بردار ہو، نافرمانی میں مبتلا نہ ہو تو سمجھ لو کہ دُنیا آخرت جمع ہو گئی۔

دُنیا بہترین پونجی کیسے بنتی ہے؟

یہی دُنیا سبب آخرت بن جائے تو یہ دُنیا بہترین پونجی ہے اس طرح کہ کرسی ٹرانسفر کرتے رہو روزہ، نماز کرتے رہو۔ بھئی نمازِ فجر کے

بعد سے ظہر تک فیکٹری چلاؤ کون منع کرتا ہے، کتنا فاصلہ رکھا ہے ؛ ہر وقت تو نمازی نہیں بنایا۔ ظہر کے بعد سے عصر تک کتنا فاصلہ رکھا ؛ پھر سال میں ایک مہینہ کا روزہ رکھ لو۔ اگر فرض ہو جائے تو زندگی بھر میں ایک مرتبہ حج کر لو۔ سال میں ایک لاکھ کا نفع ہوا تو ڈھائی ہزار زکوٰۃ نکال دو ایک کروڑ کا نفع ہوا تو ڈھائی لاکھ نکال دو۔ اب حال یہ ہے کہ ڈھائی ہزار اور ڈھائی لاکھ کو للچائی نظروں سے دیکھ رہے ہیں اور ساڑھے ستانوے ہزار اور ساڑھے ستانوے لاکھ پر نظر نہیں جاتی۔ اس پر ایک شعر یاد آیا ڈاکٹر عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ کا۔

قدم سوئے مرقد نظر سوئے دُنیا
کدھر جا رہا ہے کدھر دیکھتا ہے

ہر قدم قبر کی طرف بڑھ رہا ہے اور نظر دنیا کی طرف ہے۔ جانا کدھر ہے اور دیکھ رہا ہے دوسری طرف۔ ساڑھے ستانوے ہزار ملے اس کا شکر یہ ادا نہیں کر رہا ہے اور ڈھائی ہزار پر نظر جا رہی ہے اسی طرح ساڑھے ستانوے لاکھ اللہ تعالیٰ نے نفع دیا اس پر نظر نہیں ہے۔ ڈھائی لاکھ نکالنے پر نظر جا رہی ہے اور پھر اللہ تعالیٰ براہِ راست خود نہیں لیتے بلکہ اپنے ہی بندوں پر اسے تقسیم کروا دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو حاجت نہیں۔ دنیا میں اللہ کے بن کر رہو اور دنیا کو اللہ کی مرضی کے مطابق خرچ کرو تو یہ دُنیا بہترین پونجی ہے اور محبت کا تقاضا بھی یہی ہے کہ محبوب کی مرضی پر چلے۔

میں کہتا ہوں کہ یہ دین تو محبت کی بنیاد پر ہے۔ وہ ظالم ہے جو دین کو ڈنڈا اور سزا سمجھتا ہے۔ میرے شیخ شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ نے ثابت کیا کہ دین سراسر

محبت ہے۔ میرے شیخ رحمۃ اللہ علیہ عالم بھی تھے عاشق بھی تھے، جب اللہ کہتے تو آنسو نکل کر رخسار پر ٹھہر جاتا۔ آٹھ آٹھ گھنٹے عبادت اور تلاوت کرتے تھے اور جنگل میں گھر بنایا تھا قصبہ سے باہر اور اختر نے ان کے ساتھ پندرہ برس گذارے ہیں۔ ایک مرتبہ جنگل کے سناٹے میں تلاوت کرتے کرتے یہ مصرع پڑھا اور اللہ سے عرض کیا۔ آجا مری آنکھوں میں سما جا مرے دل میں

تجلی سے شکستگیٔ کوہِ طور کی مثنوی میں عاشقانہ توجیہ

کوہِ طور پر جو تجلی وارد ہوئی تھی تو تمام مفسرین نے تو یہ کہا کہ طور اللہ تعالیٰ کی تجلی کو برداشت نہیں کرسکا اس لیے ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا لیکن مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک راز میرے دل میں اللہ تعالیٰ نے ڈالا کہ کوہِ طور اس لیے ٹکڑے ٹکڑے ہوا کہ اگر وہ سالم رہتا تو اللہ تعالیٰ کی تجلی اُوپر ہی اُوپر رہتی اس لیے ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا تاکہ اللہ تعالیٰ کی تجلی اندر بھی داخل ہوجائے، نور اندر پہنچ جائے، یہ تھا اس کے پارہ پارہ ہونے کا راز۔ وہ پہاڑ بھی عاشق مزاج تھا۔

دلِ شکستہ کی قیمت

اس سے دل کے ٹوٹنے کا راز بھی سمجھ میں آجانا چاہیے۔ کبھی کبھی اللہ تعالیٰ ناموافق حالات پیدا کردیتے ہیں صدمہ و غم دیتے ہیں اور یہی کیا کم مجاہدہ ہے کہ نظر بچانے میں دل ٹوٹتا ہے اور اللہ تعالیٰ دل کیوں توڑتے ہیں؟ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کو ٹوٹا ہوا دل پسند ہے۔ حدیثِ قدسی میں ہے اَنَا عِنْدَ الْمُنْكَسِرَةِ قُلُوْبُهُمْ (التشرف بمعرفۃ احادیث التصوف صفحہ ۱۶۳ - مطبوعہ کتب خانہ مظہری کراچی) میں ٹوٹے ہوئے

دلوں میں اپنا گھر بناتا ہوں۔ ٹوٹا ہوا دل اللہ کے قابل ہوتا ہے۔ ڈاکٹر عبد الحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ؎

آرزوئیں خون ہوں یا حسرتیں پامال ہوں
اب تو اس دل کو ترے قابل بنانا ہے مجھے

دین سراسر محبت ہے

تو ہمارے شیخ نے فرمایا کہ اسلام پورا کا پورا محبت ہے۔ وہ کس طرح؟ میں آپ سے سوال کرتا ہوں (جیسا کہ مجھ سے میرے شیخ نے سوال کیا تھا) کہ یہ بتاؤ کہ جس سے محبت ہوتی ہے اس سے بات کرنے میں مزہ آتا ہے یا نہیں؟ تو اللہ جو ہمارے رب ہیں پیدا کرنے والے اور پالنے والے ہیں ان سے بات کرنے میں کیوں لطف نہیں آئے گا؟

نماز محبوبِ حقیقی سے گفتگو ہے

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے میرے عاشقو! میں تم پر نماز فرض کرتا ہوں تاکہ تم وضو کر کے میرے پاس آجایا کرو اور مجھ سے بات کرلیا کرو اور نماز میں اللہ تعالیٰ سے بات ہوتی ہے یا نہیں؟ اِنَّ اَحَدَکُمْ اِذَا قَامَ یُصَلِّیْ اِنَّمَا یُنَاجِیْ رَبَّہٗ فَلْیَنْظُرْ کَیْفَ یُنَاجِیْہِ (جامع صغیر جلد ۱ صفحہ ۸۶) نمازی اپنے رب سے سرگوشی کرتا ہے۔ ذرا سورۃ فاتحہ کا ترجمہ دیکھو اِیَّاکَ نَعْبُدُ میں کیا ہے؟ اے اللہ ہم تیری ہی بندگی کرتے ہیں۔ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ اور ہم آپ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔ آگے بندہ کہتا ہے اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ہمیں سیدھا راستہ دکھایئے، نیک بندوں کا راستہ دکھایئے۔ یہ کیا ہے؟ بندہ کی گفتگو ہے

رب العالمین سے۔ اس لیے حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ کے بھی دو ترجمے ہیں۔ ایک لغت کا ترجمہ ہے کہ آؤ نماز پر اور ایک ترجمہ عاشقانہ اور محبت کا ہے وہ یہ کہ مؤذن اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ کہہ رہا ہے کہ اے میرے غلامو! جلدی جلدی وضو کر کے تیاری کر لو مولائے کریم اپنے غلاموں کو یاد فرما رہے ہیں۔ آہ یہ ترجمہ عشق ہے۔

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ لاکھ عقل ہو اور وہ معرفت کی کتنی ہی شرح کرے مگر اللہ تعالیٰ کی محبت اور عشق کی بات ہی اور ہوتی ہے۔ تو ثابت ہو گیا کہ نماز عشق ومحبت کی چیز ہے آخر ایک دن تو اپنے اللہ کے پاس جانا ہے تو اللہ میاں سے بات کرنے میں بندہ کو مزہ آنا چاہیے یا نہیں اور پھر نماز کے بعد دُعا میں جو مزہ آتا ہے۔ سلام پھیرنے کے بعد اپنے ربا سے اپنی سب بگڑی کہہ دی اور مطمئن ہو گیا اور جو ظالم نماز نہیں پڑھتا وہ اپنے رب سے کیا کہے گا اس کو دعا میں بھی مزہ نہیں آئے گا جیسے یتیم بچہ بے نمازی یتیم کی طرح ہے وہ کس سے کہے گا اور جس کا باپ ہو اس کو اگر محلہ میں کسی نے ستایا فوراً آکر اپنے ابا سے کہہ دے گا کہ آج محلہ میں فلاں نے مجھے ستایا ہے، مارا ہے۔ ابا کہے گا اچھا بیٹا گھبراؤ مت میں انتقام لوں گا۔ ایسے ہی نمازی نماز کے بعد اپنے رب سے سب کچھ کہہ دیتا ہے۔ اس پر مجھے اپنا ایک شعر یاد آیا ؎

کیا ہے رابطہ آہ وفغاں سے
زمیں کو کام ہے کچھ آسماں سے

تو نماز میں اللہ سے ملاقات ہوتی ہے اور نماز کے بعد لذتِ مناجات ہوتی ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے لذتِ مناجات عطا فرمائی اس کے ہاتھ جب اٹھ جاتے ہیں تو پھر اُٹھے ہی رہتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ سے باتیں ہی کرتا رہتا ہے۔ اسی لیے

آپ نے دیکھا کہ کسی ولی اللہ نے آج تک خودکشی نہیں کی لیکن کافروں نے خودکشی کی ہے۔ اللہ تعالٰے فرماتے ہیں، ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاَنَّ الْكٰفِرِيْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ۝ (پ ۲۶، سُورۃ محمد آیت ۱۱) یعنی مسلمانوں کا مولیٰ اللہ ہے اور یہ کافر تو بے مولیٰ لوگ ہیں۔ ان کا کوئی سہارا نہیں ہے۔

روزہ بندگی کی ادائے عاشقانہ ہے

اب آپ کہیں گے کہ خیر نماز میں تو مولیٰ سے ملاقات ہے مگر روزہ میں اللہ تعالٰے کیوں صبح سے شام تک بھوکا رکھتے ہیں؟ تو میں عرض کرتا ہوں کہ آپ نے بھی کبھی اپنے دوست سے کہا ہوگا کہ یار آج تم سے مل کر اتنا مزہ آیا کہ میں کھانا پینا ہی بھول گیا میری تو بھوک ہی ختم ہوگئی۔ ایسے واقعات بھی پیش آتے ہیں۔

محبت میں کبھی ایسا زمانہ بھی گذرتا ہے
کہ آنسو خشک ہو جاتے ہیں طغیانی نہیں جاتی

تو اللہ تعالٰے نے سال بھر میں ایک مہینہ ایسا مقرر کر دیا ہے کہ تم اپنے عشق ومحبت کی یہ ادائیں بھی پیش کر دو۔ صبح سحری خوب کھاؤ اور پھر افطاری بھی سیر ہو کر کھاؤ۔ وہی بڑا کھاؤ لیکن جب تک اللہ بڑا ہے کی آواز نہ آجائے یعنی جب تک اللہ اکبر کی آواز مؤذن سے نہ سُن لینا وہی بڑا کھانا جائز نہیں۔ اگرچہ وہ وہی بڑا ہے مگر اللہ اکبر۔ اللہ وہی بڑا سے بڑے ہیں۔ مؤذن کا انتظار کرو جب اذان ہو پھر کھاؤ۔

زکوٰۃ حقِ محبت ہے

تیسرا حکم ہے زکوٰۃ کا۔ یہ بھی محبت کی چیز ہے۔ اللہ تعالٰے سے محبت کا دعویٰ ہے تو ان کے

غریب بندوں کو ڈھائی فیصد دے دو۔ مجنوں لیلیٰ کی گلی کے فقیروں کو روٹی دیا کرتا تھا۔ جس سے محبت ہوتی ہے اس سے ادنیٰ نسبت رکھنے والوں پر بھی عاشق خرچ کرتا ہے۔ محبوبِ حقیقی تو اللہ تعالیٰ ہیں لہٰذا ان سے نسبت رکھنے والے غریب مسلمانوں پر خرچ کرنا اللہ تعالیٰ کی محبت کا حق ہے۔ اللہ کا شکر ہے کہ جن لوگوں کو بزرگوں کی صحبت اور تعلق نصیب ہے وہ پابندی سے زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور ان کی تجارت میں اللہ اتنی برکت ڈالتا ہے کہ جس کی حد نہیں۔ پھر ہم جو دیتے ہیں وہ ہم سے جاتا نہیں بلکہ یہ کرنسی اللہ کے یہاں جمع ہو جاتی ہے جہاں انسان کو ہمیشہ رہنا ہے۔ مثلاً اگر ابھی امریکی صدارت سے اعلان ہو کہ جو غیر ملکی ہیں ان کو ہم یہاں نہیں رہنے دیں گے اور ادھر سعودی حکومت سے اعلان ہو کہ جو یہاں آنا چاہے اسے ہم مکہ اور مدینہ کے درمیان کی زمین میں سے کہیں سے دے دیں گے تو لوگ جلدی جلدی اپنے ڈالروں کو ریالوں سے تبدیل کر دیں گے۔ اس پر مجھے حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک شعر یاد آیا جس کو ذرا سی ترمیم کے ساتھ پڑھتا ہوں ؎

کسی کو آہ فریبِ کماں نے مارا
میں کیا کہوں مجھے فکرِ ریال نے مارا

تو خلاصہ یہ کہ زکوٰۃ بھی کرنسی کو ٹرانسفر کرنا ہے۔ عقل کا تقاضا بھی یہی ہے کہ جہاں ہمیشہ رہنا ہے وہاں اپنی کرنسی ٹرانسفر کرے اور اس حکم کی بنیاد میں بھی محبت کارفرما ہے۔

حج بندگی کی عاشقانہ شان

آگے حج کا حکم ہے یہ بھی محبت کی بنیاد پر ہے۔ جس سے محبت ہوتی ہے

اس کے گھر کا چکر لگانے کو دل چاہتا ہے یا نہیں؟ مجنوں کہتا ہے۔

أَمُرُّ عَلَى الدِّيَارِ دِيَارِ لَيْلٰى
أُقَبِّلُ ذَا الْجِدَارِ وَذَا الْجِدَارَا

میں لیلیٰ کے گھر کا چکر لگاتا ہوں اور لیلیٰ کے گھر کا بوسہ بھی لیتا ہوں۔ کیوں؟

وَمَا حُبُّ الدِّيَارِ شَغَفْنَ قَلْبِيْ
وَلٰكِنْ حُبُّ مَنْ سَكَنَ الدِّيَارَا

گھر کی محبت نے مجھے پاگل نہیں کیا لیکن گھر میں رہنے والے کی محبت نے مجھے پاگل کیا ہے۔ تو بیت اللہ یعنی اللہ کے گھر کی محبت اللہ کے لیے ہے۔ اللہ ہی کی محبت کے لیے ہے ان کے گھر کے سات چکر لگانا۔ ملتزم سے چمٹنا، لپٹ کر دُعا مانگنا جس میں سارے نبیوں کے سینے لگے ہوئے ہیں اگر ہمارا سینہ بھی وہاں لگ جائے تو کیا یہ نعمت نہیں ہے؟ جس مطاف میں تمام نبیوں کے اور سید الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم چلے ہیں اسی مطاف میں ہم جیسے گنہگاروں کے قدم ہوں یہ کتنی بڑی خوش قسمتی ہے۔ حجرِ اسود کو یمین اللہ فرمایا گیا جس پر تمام انبیاء اور ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لب مبارک لگے ہیں حجرِ اسود کو ہم جیسے ناپاکوں کا بوسہ دینا کیا یہ اللہ تعالیٰ کا کرم نہیں ہے۔ صفا مروہ کی جن پہاڑیوں کے درمیان حضرت ہاجرہ علیہا السلام کے مبارک قدم دوڑے اور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک قدم وہاں دوڑے ہیں اور تمام صحابہ کرام اور اولیاء اُمت ان مقاماتِ مقدسہ پر حاضر ہوتے ہیں آج ہم جیسے نالائقوں کے قدم بھی وہاں پہنچ جائیں کیا یہ اس کریم مالک کا احسان نہیں ہے؟ بلکہ میں تو ایک مراقبہ اور کرتا ہوں کہ

صحنِ حرم سے آسمان کے چاند کے جس حصہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ مبارک کی شعاعیں پڑی تھیں ہم اپنی قسمت پر کتنا شکر کریں کہ آج ہماری نگاہیں بھی چاند کے اُس حصہ پر پڑ رہی ہیں۔

جب پہلا حج مجھے نصیب ہُوا تو طواف کرتے ہُوئے مَیں نے ایک شعر پیش کیا جس میں اللہ تعالیٰ سے خطاب کیا ہے۔

کہاں یہ میری قسمت یہ طواف تیرے گھر کا
مَیں جاگتا ہوں یارب یا خواب دیکھتا ہوں

جب انسان کوئی بڑی نعمت پا جاتا ہے جس کا وہ اپنے کو اہل نہیں سمجھتا تو وہ سوچتا ہے کہ مَیں کہیں خواب تو نہیں دیکھ رہا ہوں۔ جس جگہ سارے نبی، سارے صحابہ، سارے اولیاء کے قدم پڑے ہیں وہاں ہمارا قدم بھی پڑ جاتے یہ کتنی بڑی خوش قسمتی ہے۔ معلوم ہوا کہ حج بھی اللہ کی محبت و عشق کا ظہور ہے جس میں مسلمان کی وضع قطع، لباس و جملہ احکام تمام تر عاشقانہ ہیں۔

جہاد۔ محبت کی انتہا

اب آخری بات اور رہ گئی کہ بعض وقت محبت اتنی تیز ہو جاتی ہے کہ آدمی کہتا ہے۔

نکل جائے دم تیرے قدموں کے نیچے
یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے

اللہ تعالیٰ نے جہاد فرض کر دیا کہ جب تمہارا عشق اتنا تیز ہے تو جب فتویٰ جہاد کا آجائے تب جہاد کر لو اور مجھ پر جان کی بازی لگا دو۔

میدانِ جہاد میں سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کی عاشقانہ شان

سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ جب جہادِ بالاکوٹ میں مصروف تھے تو ایک مسلمان فوجی نے لاہور سے خط بھیجا کہ سکھوں کی بہت بڑی فوج آرہی ہے میری درخواست ہے کہ آپ روپوش ہوجائیں۔ آپ ولی اللہ ہیں آپ کی زندگی مجھے پیاری ہے۔ جب یہ خط پہنچا اس وقت سید احمد شہید جہاد کا لباس پہن چکے تھے تلوار لٹکا چکے تھے اور دو رکعت اشراق کی پڑھ چکے تھے۔ اس خط کا جواب لکھا کہ مومن کی شان یہی ہے کہ میدان میں اُترنے کے بعد وہ پھر نہ بھاگے۔ آج یا تو لاہور فتح ہوگا یا میں اپنے اللہ سے ملوں گا اور مولانا علی میاں صاحب نے ان کی شہادت کے حال پر یہ شعر لکھا ہے۔

جو تجھ بن نہ جینے کو کہتے تھے ہم
سو اس عہد کو ہم وفا کر چلے

جنگِ اُحد میں صحابہ کی شہادت کا راز

جنگِ اُحد میں ستر صحابہ شہید ہوتے اور اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں کہ یہ شکست نہیں بلکہ ہم نے قصداً شہادت کا درجہ ان کو دیا۔ وَيَتَّخِذَ مِنكُمْ شُهَدَآءَ (پ ۴، سورۃ آلِ عمران) ہم نے تمہیں شہید بنانے کا انتظام کیا ہے۔

حسن کا انتظام ہوتا ہے
عشق کا یوں ہی نام ہوتا ہے

ورنہ اللہ تعالےٰ چاہتا تو ایک فرشتہ بھیج دیتا وہ ایک چیخ مارتا اور سارے

کافر ہو جاتے۔ مگر اللہ نے چاہا کہ جہاں نبیین، صدیقین و صالحین ہیں وہاں شہدا بھی ہونے چاہئیں ورنہ کفار قرآن پر اعتراض کرتے کہ منعم علیہم نبیین، صدیقین شہدا۔ و صالحین کو بتایا گیا ہے لیکن شہدا کے طبقہ کا وجود نہیں۔ پس اللہ تعالیٰ کی محبت و عظمت کی گواہی شہدا کے خون دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی عظمت کا کون احاطہ کر سکتا ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں وَلَوْ اَنَّ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَۃٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ یَمُدُّہٗ مِنْۢ بَعْدِہٖ سَبْعَۃُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ کَلِمٰتُ اللّٰہِ (پ ۲۱، سورۃ لقمان) اگر دنیا بھر کے درخت قلم بن جائیں اور یہ جو سمندر ہے اس کے علاوہ سات سمندر اس میں اور شامل ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ کے کمالات کی حکایت ختم نہیں ہو سکتی۔ پس جب سارے کائنات کے درختوں کے قلم اور سات سمندروں کی روشنائی اللہ تعالیٰ کی تاریخِ عظمت لکھنے کے لیے ناکافی ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے انبیا علیہم السلام کے خون مبارک سے اپنی عظمت کی تاریخ لکھوا دی۔ اللہ تعالیٰ بہت بڑے ہیں۔ ان کی تاریخِ محبت انبیا و صحابہ کے خون مبارک سے لکھی جاتی ہے۔ جب ستر شہدا کے جنازے رکھے گئے تو ہر شہید کی زبان حال سے یہ شعر نشر ہوا۔

ان کے کوچہ سے لے چل جنازہ مرا
جان دی میں نے جن کی خوشی کے لیے
بے خودی چاہیے بندگی کے لیے

آج ہم سے نماز نہیں پڑھی جاتی اللہ والوں نے جام شہادت نوش کر کے جانیں دے دیں۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دندانِ مبارک شہید ہوتے سر مبارک سے خون بہہ کر نعلین مبارک تر ہو گئے۔ جس اللہ کی محبت پر نبیوں کا یہ

حال ہُوا آج وہی اسلام چونکہ آسانی سے ہمیں مل گیا، باپ دادا سے مل گیا اس لیے ہمیں اس کی کوئی قدر نہیں۔ جیسے تاجروں کے لڑکے جو مفت میں مال پا جاتے ہیں وراثت میں پھر اس کو صحیح طریقہ سے خرچ کرنے والے کم ہوتے ہیں لیکن اپنی کمائی اور پسینہ سے جو چیز ملتی ہے قدر اسی کی ہوتی ہے۔ آج بھی جن کو اسلام خون پسینہ سے ملا جیسے بعض نومسلم ہوتے ہیں وہ عجیب و غریب اپنی داستانیں سُناتے ہیں انہیں اسلام کی قدر ہوتی ہے۔

اللہ کی محبت کیسے پیدا ہو؟

تو دوستو! یہ پانچوں حکم محبت ہی محبت ہے۔ سب کی بنیاد میں محبت ہے مگر یہ محبت آئے کیسے؟ دینی کتابوں سے لٹریچروں سے نہیں آتا۔ اکبر الٰہ آبادی جج ہو کر کیا شعر کہتا ہے ؂

نہ کتابوں سے نہ وعظوں سے نہ زر سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

جن رئیسوں اور مالداروں نے بھی اللہ والوں کی صحبت اٹھائی ان کا دین دیکھ لو مال و دولت بے شمار ہے لیکن اللہ کی محبت غالب ہے۔ اسی کو جگر شعر میں کہتا ہے ؂

میرا کمالِ عشق بس اتنا ہے اے جگر
وہ مجھ پہ چھا گئے میں زمانہ پہ چھا گیا

اللہ کی محبت سیکھو پھر دیکھو کیا ہوتا ہے۔ یہ اللہ والے آپ کی دُنیا نہیں چھینیں گے بلکہ اور زیادہ پُرسکون رہو گے۔ اچانک اپنا ایک شعر یاد آگیا۔ آہ! عجیب درد بھرا شعر ہے ؂

جان دے دی میں نے ان کے نام پر
عشق نے سوچا نہ کچھ انجام پر

اللہ تعالیٰ جان مانگیں تو جان فدا کر دو نماز کیا چیز ہے۔

اللہ سے ہماری غفلت کا اصل سبب

لیکن چونکہ ہمیں اللہ والوں کی صحبت نہیں ملی۔

ہم کرگسوں میں رہے اور کرگس (گدھ) کیا کام کرتا ہے ؟ مری ہوئی بھینس تلاش کرتا ہے کوئی مُردہ ہو اس کو کھاتا ہے۔ ہم چونکہ دُنیا کے مُردار میں پھنسے ہوتے ہیں۔ ہم کو نفس کی فطرت نے یہی گندگی دکھائی اس لیے اس سے چپٹے رہے۔ ذرا شاہی بازوں کے ساتھ رہو اللہ والوں کے ساتھ رہو تو آپ کی دُنیا بھی برکت والی ہو گی اور سکون بھی ملے گا اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے نماز پڑھو، روزہ رکھو، بیوی کے حقوق ادا کرو۔

بیویوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی سفارش

بیویوں کے حقوق حسنِ سلوک سے ادا کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی سفارش ہے وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ اپنی بیویوں کو محبت سے رکھو۔ بھلائی سے رکھو، ذرا ذرا سی بات میں ان پر سختی نہ کرو۔ مٹھائی کھلاؤ، کھٹائی مت کھلاؤ۔ مرغا پلاؤ، انڈا کھلاؤ، ڈنڈا مت کھلاؤ، اسے معاف کر دو۔ ایک آدمی نے اپنی بیوی کے سالن میں نمک تیز کرنے پر اسے معاف کر دیا اللہ تعالیٰ نے اس عمل پر اس کے سارے گناہ معاف کر دیئے۔ گھر میں آؤ تو غصہ کی شکل مت بناؤ۔ لوگ گھر میں داخل ہوتے ہیں دو شکلوں سے بہت دیندار ہیں تو آنکھ بند کر کے مراقبہ کر کے آئیں گے گویا عرشِ اعظم سے اُتر

رہے ہیں اور اگر دُنیا دار ہے اور دفتر میں یا یونین سے لڑکر آرہا ہے تو آنکھوں میں خون برس رہا ہے اور بیوی سے خفا ہو رہا ہے کہ دیکھو مجھ سے بات مت کرنا آج موڈ خراب ہے۔

ایک بُھولی ہُوئی سُنّت کو ادا کیجئے

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں عشاء کے بعد تشریف لاتے تو مسکراتے ہُوئے تشریف لاتے۔ یہ سنت ہے اس وقت مسکرانے ہی سے اللہ خوش ہوں گے اللہ کا بھی حق ادا کرو اور بندوں کا بھی حق ادا کرو۔ اسلام ایسا مذہب نہیں کہ بس عرش پر بٹھائے رکھے اور مخلوق کے حقوق سے بے پروا کر دے۔

ماں باپ کا ادب اور اُن کے حقوق

اسی طرح ماں باپ کا ادب ہے۔ حدیث میں ہے جس نے ماں باپ کو خوش کر دیا اس نے اپنے رب کو خوش کر دیا اور جس نے ماں باپ کو ناراض کیا اس نے اپنے رب کو ناراض کر دیا۔ رِضَی الرَّبِّ فِی رِضَی الْوَالِدِ وَسَخَطُ الرَّبِّ فِی سَخَطِ الْوَالِدِ (ترمذی جلد ۲ ابواب البر والصلہ صفحہ ۱۲) اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جس نے ماں باپ کو ناراض کیا تو اور گناہوں کی سزا تو آخرت میں ملے گی مگر ماں باپ کو ستانے کی سزا دُنیا میں بھی ملے گی اور جب تک وہ سزا نہیں پا جائے گا موت نہیں آئے گی۔ مشکوٰۃ شریف میں یہ روایت موجود ہے۔

(مشکوٰۃ باب البر والصلہ صفحہ ۴۲۱)

باپ کو ستانے کا ایک عبرتناک واقعہ

اور میرے شیخ فرماتے تھے کہ

جس نے ماں باپ کو ستایا اس کی اولاد بھی اس کو ستائے گی اور اس پر ایک قصہ سنایا کہ ایک شخص نے اپنے باپ کی گردن میں رسی باندھ کر اسے بنسواڑے تک کھینچا۔ (بنسواڑہ۔ گھر کے باہر کا صحن جہاں بانس کے درخت ہوتے ہیں) تو باپ نے کہا کہ دیکھو بس اس درخت تک کھینچنا اس سے آگے نہ کھینچنا ورنہ ظالم ہو جاؤ گے تو لڑکے نے کہا ابا یہاں تک جو کھینچا تو ظالم نہیں ہوا؟ باپ نے کہا یہاں تک تم ظالم نہیں ہو اس لیے کہ میں نے بھی اپنے باپ کو یہاں تک کھینچا تھا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بہت زیادہ ڈرو، مالک کو ناراض مت کرو۔ اکثریت اور میجورٹی مت دیکھو کہ دنیا میں لوگ اس طرح رہتے ہیں اس لیے ہم بھی اس طرح رہیں

معاشرہ کی اکثریت سے نہیں اللہ سے ڈریں

ساؤتھ افریقہ کے جنگل

میں مجھے افریقی دوست و احباب لے گئے۔ تین سو کلو میٹر کا لمبا جنگل، شیروں کو کھلے دیکھا ہاتھی ایک دو نہیں پچاس پچاس ہاتھی دوڑے چلے جا رہے ہیں ہزاروں کی تعداد میں بندر دیکھے معلوم ہوتا ہے کراچی کا بندر روڈ یہیں آ گیا ہے۔ لومڑیاں بے شمار ہیں۔ میں نے کہا کہ اگر یہاں شیر سیاح سے کہہ دے کہ تمہیں یہ کرنا ہے میرے مشورہ پر چلنا اس جنگل میں۔ میں جنگل کا بادشاہ ہوں مگر بندروں اور لومڑیوں نے مخالفت کی کہ شیر کی بات مت ماننا۔ شیر اقلیت میں ہے۔ اکثریت ہمارے ساتھ ہے۔ الیکشن کرالو۔ ہمارے ووٹ زیادہ ہیں تو سیاح کیا

کہے گا کہ اے بندرو اور اے لومڑیو! میں تمہاری اکثریت اور جمہوریت کو تسلیم کرتا ہوں لیکن شیر کا ایک ہی ووٹ کافی ہے۔ اگر شیر ایک چیخ مارے تو تم سب کی ہوا نکل جائے بلکہ تم میں سے بعض کے ابھی جنازے نکل جائیں گے۔

تو سوچو زندگی اور موت کس کے قبضہ میں ہے؟ اللہ کے اور میدانِ قیامت کا فیصلہ کس کے قبضہ میں ہے؟ اللہ کے۔ اتنی بڑی طاقت والے کو ہم ناراض کیے ہوتے ہیں۔ روزہ نماز سب غائب اور ہائے دنیا ہائے دنیا بتاؤ یہ عقل مندی ہے یا بے عقلی؟ اس لیے اکثریت کو مت دیکھو ؎

سارا جہاں خلاف ہو پروا نہ چاہیے
پیشِ نظر تو مرضیِ جانانہ چاہیے
پھر اس نظر سے جانچ کے تو کر یہ فیصلہ
کیا کیا تو کرنا چاہیے کیا کیا نہ چاہیے

اگر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ یہ فرماتے کہ یا رسول اللہ میں آپ کی نبوت تو تسلیم کرتا ہوں مگر سارا مکہ تو کافر ہے اتنی بڑی اکثریت کے سامنے میں کیسے اسلام لاؤں تو آج ہم لوگ رام پرشاد اور رام نرائن ہوتے اسلام ہم تک نہ پہنچتا۔ ایک صحابی سارے عالم کو چیلنج کرتا تھا۔ ایمان کا تقاضا ہی یہ ہے کہ سارے عالم کو چیلنج کرو۔ ساری دنیا میں کوئی مومن نہ ہو تو آپ تنہا اللہ پر جان دے دیں۔ ایک صاحب نے داڑھی رکھی تو بہت سے لوگوں نے مذاق اڑایا۔ انہوں نے حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا کہ میری داڑھی رکھنے پر بہت لوگ ہنس رہے ہیں۔ حضرت نے لکھا لوگوں کو ہنسنے دو تم کو قیامت کے دن رونا نہیں پڑے گا۔ آہ کیا جملہ فرمایا ہے ؎

جی اُٹھے مُردے تری آواز سے

اللہ والوں کی گفتگو میں اللہ نور دیتا ہے اور پھر ایک جملہ اور لکھا کہ آپ لوگوں سے کیوں ڈرتے ہیں آپ بھی تو لوگ ہیں مگاتی (عورت) تو نہیں۔

کراچی میں ایک نوجوان نے داڑھی رکھ مجھ سے کہا سب ہنس رہے ہیں میں نے کہا جو ہنسے اسے یہ شعر سُنا دو ؎

اے دیکھنے والو! مجھے ہنس ہنس کے نہ دیکھو
تم کو بھی محبت کہیں مجھ سا نہ بنا دے

خواجہ صاحب کے حالاتِ رفیعہ

خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ ڈپٹی کلکٹر تھے لوگ ان کی ڈاڑھی اور کرتا پائجامہ دیکھ کر ہنستے تھے کہ یہ ڈپٹی کلکٹر ہیں یا کسی مسجد کے مؤذن ہیں. نعوذ باللہ گویا مؤذنی کوئی خراب کام ہے۔ حالانکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر مجھے سلطنت کا کام نہ ہوتا تو میں کسی مسجد میں مؤذنی کرتا۔ اللہ کا نام بلند کرنا یہ تو عزت کی بات ہے نعوذ باللہ یہ کوئی توہین کی بات ہے! بہرحال خواجہ صاحبؒ کو جب ستایا تو انہوں نے آسمان کی طرف دیکھا اور یہ شعر اللہ سے عرض کیا ؎

ساری دُنیا کی نگاہوں سے گرا ہے مجذوبؔ
تب کہیں جا کے ترے دل میں جگہ پائی ہے

تھے ڈپٹی کلکٹر مگر اتنے بڑے شیخ ہوئے کہ علماء ان سے بیعت ہوئے۔

صحبتِ اہلُ اللہ کا کرشمہ

اللہ والوں کی صحبت کے بغیر عمل کی توفیق اور ہمت نہیں ہوتی۔ آدمی کمزور اور بزدل

رہتا ہے۔ خواجہ صاحب کے یہاں ایک مُرغا تھا جو آدمیوں کو کاٹ لیتا تھا خود ڈپٹی کلکٹر تھے چپڑاسی کو بھیجا کہ مُرغا بیچ آؤ اور اس سے کہا اس میں عیب ہے وہ خریدار کو بتا دینا پھر یہ سوچا کہ پتہ نہیں چپڑاسی عیب بتائے یا نہیں قیامت کے دن اللہ مجھ سے پوچھے گا کہ تم نے عیب بتایا تھا کہ نہیں؟ چپڑاسی سے نہیں پوچھے گا۔ اس لیے ہاتھ میں خود مُرغا دبایا اور لکھنؤ کے نخاس بازار میں جہاں کبوتر چڑیاں اور پرندے فروخت ہوتے ہیں، پہنچ گئے۔

نہ لو نام اُلفت کا جو خودداریاں ہیں،
بڑی ذلتیں ہیں بڑی خواریاں ہیں

مگر

عشق کی ذلت بھی عزت ہو گئی
لی فقیری بادشاہت ہو گئی،

ڈپٹی کلکٹر ہو کر فٹ پاتھ پر بیٹھ گئے۔ یہ تھا صحبتِ اہل اللہ کا کرشمہ کہ ڈپٹی کلکٹر اللہ کے خوف سے فٹ پاتھ پر بیٹھا ہوا ہے۔ اب جو آتا ہے اس سے کہتے ہیں کہ بھائی اس مُرغے میں عیب ہے قیمت اس کی اتنی ہے مگر میں کم میں دے دوں گا۔ بیچ کر آ گئے۔ آج ان کے تذکرے عزت سے ہو رہے ہیں کہ اللہ کے نام پر اپنے آپ کو فدا کر دیا عزت اللہ کے لیے ہے جب اس پر عزت فدا کرو گے تو تمہیں بھی عزت مل جائے گی۔

دنیا کا عارضی قیام

میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ ایک دن اس دُنیا سے جانا ہے یا نہیں؟ یا کہیں ایسا سوچ لیا ایسا

کوئی وٹامن یا کوئی آبِ حیات تو نہیں پیا کر جانا ہی نہ ہو۔ پھر جب جائیں گے تو ہم اپنے ساتھ کیا کیا لے جائیں گے؟ ٹیلی ویژن کے کون کون سے پروگرام لے جائیں گے اور وی سی آر کے کتنے سیٹ لے جائیں گے اور موبائل فون بھی لے جائیں گے؟ کچھ نہیں لے جاؤ گے، کچھ نہیں لے جاؤ گے۔ کتنے ہی فیکٹری کے بڑے مالک بن جاؤ کروڑ پتی بن جاؤ مگر جانا ہے تو صرف کفن لے جاؤ گے۔ موت آنے سے پہلے ہی جب موت کی بیہوشی آتی ہے اسی وقت سے فیکٹری مالکان اپنی فیکٹریوں سے بے خبر ہوجاتے ہیں۔ ان کا اکاؤنٹینٹ آکر بتاتا ہے کہ ابھی ابھی ایک کروڑ کا نفع ہوا مگر سیٹھ صاحب سنتے ہی نہیں کیونکہ موت کی بیہوشی طاری ہے آکسیجن لگی ہوئی ہے اکبر الٰہ آبادی جج ہونے کے باوجود کیا پیارا شعر کہتا ہے۔

قضا کے سامنے بیکار ہوتے ہیں حواس اکبر
کھلی ہوتی ہیں گو آنکھیں مگر بینا نہیں ہوتیں

یعنی موت آتی ہے تو زندگی ہی میں حواس بیکار ہوجاتے ہیں۔ کان سے کچھ سنائی نہیں دیتا آنکھ موجود ہے مگر دکھائی نہیں دیتا، نوٹ کی گڈیاں گن نہیں سکتا شامی کباب اور پاپڑ نہیں کھا سکتا۔

حُسنِ فانی دل لگانے کے قابل نہیں

اس لیے اللہ کی محبت سیکھنے کے لیے اللہ والوں کی صحبت اختیار کرو، اللہ والوں کے ناز اٹھاؤ۔ آج کل یہ نوجوان بچے بے پردہ اور ان انگریز کرسچن لڑکیوں کے چکر میں آکر ماں باپ کی محبت کم کردیتے ہیں اور ان چکروں میں پڑ جاتے ہیں۔ میں ان سے پوچھتا ہوں کہ ان کے چہرہ کا جغرافیہ بدلے گا یا نہیں؟ آج اگر بیس سال

ی لڑکی ہے تو ساٹھ سال کی بڑھی ہوگی تب اپنا مصنوعی دانت نکال کر برش کر رہی ہوگی بال کی چٹیا سفید ہوگئی ہوگی اور گردن بھی ہل رہی ہوگی۔ کمر جھک رہی ہوگی تو آپ کو عالمِ شباب پر رونا آئے گا یا نہیں؟ اب میرا شعر سنئے ؎

کمر جھک کے مثلِ کمانی ہوئی
کوئی نانا ہوا کوئی نانی ہوئی

اور ؎

ان کے بالوں پہ غالب سفیدی ہوئی
کوئی دادا ہوا کوئی دادی ہوئی

اور ؎

یوں تو دنیا دیکھنے میں کس قدر خوش رنگ تھی
قبر میں جاتے ہی دنیا کی حقیقت کھل گئی

اب آیت کریمہ کی تشریح عرض کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں،
تَبٰرَكَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْكُ اللہ تعالیٰ بہت برکت والے ہیں۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نام کی برکت کا عالم یہ ہے کہ جو اُن کا نام لیتا ہے اس کی زبان میں بھی برکت ڈال دیتے ہیں۔ ایک بے عمل آدمی پڑھ کر دم کرے اور ایک اللہ والا دم کرے دیکھو کتنا فرق ہوجاتا ہے۔ ان کے گھر میں بھی اور جانماز میں بھی برکت آجاتی ہے۔

یہاں تک کہ بخاری شریف میں واقعہ ہے کہ ایک شخص سے سو قتل ہوتے پھر ایک عالمِ ربانی سے پوچھا اس نے کہا کہ نا امیدی کی کوئی بات نہیں ہے جرم گناہ

کرتے کرتے تھک سکتے ہیں اللہ معاف کرتے کرتے نہیں تھک سکتے۔ جب بھی ان کے در پر سر رکھو گے اللہ کو رحم آجائے گا۔ سُبحان اللہ کہنے سے زیادہ وہ گناہگاروں کی آہ وزاری سے خوش ہوتے ہیں۔

گنہگاروں کی گریہ وزاری کی محبوبیت

سُورۃ انا انزلنا کی تفسیر میں ایک حدیث قدسی ہے اللہ تعالٰے فرماتے ہیں کہ جب میرے بندے اپنے گناہوں کو یاد کرکے روتے ہیں تو ان کا رونا مجھے سُبحان اللہ کی آوازوں سے زیادہ پیارا ہے۔

اے جلیل اشکِ گناہگار کے اک قطرہ کو
ہے فضیلت تری تسبیح کے سو دانوں پر

حدیث میں آتا ہے اللہ تعالٰے گناہگار کے آنسو کے ایک قطرہ کو شہید کے خون کے برابر وزن کرتا ہے۔ جس نے ایک مرتبہ آہ کرلی اللہ اس کی ساری زندگی کے گناہوں کو معاف ہی نہیں کرتا اپنا محبوب بھی بنا لیتا ہے۔ گناہوں کی کثرت کو مت دیکھو ایک کروڑ گناہوں کو معاف کرنا ان کے لیے ایسا ہی ہے جیسے ایک معمولی خطا کو معاف کرنا۔ ڈاکٹر عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کراچی میں ایک کروڑ انسانوں کا پیشاب پاخانہ گٹر لائن سے سمندر میں گرتا ہے۔ سمندر کی ایک موج آتی ہے اور وہ سب ختم ہو جاتا ہے۔ پانی ویسا ہی پاک ہو جاتا ہے۔ جب یہ سمندر محدود کا اثر ہے تو اللہ تعالٰے کی رحمت کا سمندر تو غیر محدود ہے۔

بستی صالحین اور مغفرت

تو اس قتل کے مجرم سے اس عالم ربانی نے کہا کہ میاں اللہ والوں کی ایک بستی ہے

(اس کا نام نصرہ ہے اور جہاں گناہ کیا تھا اس بستی کا نام کفرہ تھا۔ فتح الباری) اس بستی میں
جاکر توبہ کرو اللہ تعالیٰ قبول کرلیں گے۔ معلوم ہوا کہ جس مٹی پر اللہ والوں کے آنسو گرتے
ہیں جہاں وہ سر رکھتے ہیں سجدہ کرتے ہیں اس زمین کو اللہ نے یہ عزت دی کہ تم وہاں
جاؤ ہم وہاں تمہاری خطا معاف کر دیں گے۔ راستہ میں اچانک اسے موت آگئی لیکن
مرتے مرتے بھی اس نے اپنا سینہ ذرا سا نیک بندوں کی زمین کی طرف کھینچ دیا۔ اللہ
تعالیٰ کو اس ادا پر پیار آگیا کہ جتنا ہو سکا اتنا اس نے کیا۔ جنت و جہنم کے فرشتے آگئے
جنت کے فرشتوں نے کہا کہ اس کو ہم لے جائیں گے اس لیے کہ موت اس کے اختیار
میں تو نہیں یہ نیکی کی طرف جا رہا تھا لیکن دوزخ کے فرشتوں نے کہا کہ وہاں گیا تو نہیں
اس لیے ہم اسے دوزخ لے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا کہ پیمائش کر لو اگر نیک
بندوں کی بستی قریب ہے تو اس کو جنت والا فرشتہ لے جائے اور اگر گناہوں والی
بستی قریب ہے تو دوزخ میں لے جاؤ ادھر پیمائش کا حکم ہوا ادھر اللہ نے زمینِ
صالحین کو حکم دیا تَقَرَّبِیْ تو قریب ہو جا اور گناہگاروں کی زمین کو فرمایا تَبَاعَدِیْ
تو دُور ہو جا۔

فضل بہ صورتِ عدل

اب اشکال یہ ہوا کہ جب پیمائش کا حکم دیا جس کا نام عدل ہے تو پھر زمین کو خاموشی سے
قریب ہونے کا حکم کیوں دیا؟ تو محدثین نے اس کا جواب دیا کہ یہ عدل کی صورت میں
فضل ہے یعنی صورۃً تو عدل معلوم ہو رہا ہے مگر درحقیقت اللہ تعالیٰ کا فضل کام کر رہا تھا۔

حُسن کا انتظام ہوتا ہے
عِشق کا یونہی نام ہوتا ہے

ایک اشکال اور اس کا جواب

دوسرا اشکال یہ ہے کہ بندوں کا حق تو اللہ تعالیٰ معاف نہیں کرتے اس نے سو قتل کیے، نہ دیت دی، نہ وارثین سے معافی مانگی پھر اس کی مغفرت کیسے فرما دی؟ اس کا پیارا جواب ابنِ حجر رحمۃ اللہ علیہ نے دیا کہ اِنَّ اللّٰہَ اِذَا رَضِیَ عَنْ عَبْدِہٖ وَقَبِلَ تَوْبَتَہٗ تَکَفَّلَ بِرِضَا خُصُوْمِہٖ وَاَرْضٰی عَنْہُ خُصُوْمَہٗ اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے خوش ہو جاتے ہیں اور اس کی توبہ قبول فرما لیتے ہیں تو اس کے تمام فریقوں کو جن، جن کا حق ہو گا قیامت کے دن خود ادا فرمائیں گے اور دُنیا میں بھی ایسا ہوتا ہے کہ اگر کسی کا بیٹا نالائق ہو اور اس کی فیکٹری فیل ہو گئی اور مقروض ہو گیا مگر وہ ابا کو جا کر راضی کر لے معافی مانگ لے اب قرضے والے اس کو پریشان کر رہے ہیں تو ابا جان کہے گا کہ خبردار میرے بیٹے کو کچھ نہ کہو اس نے مجھے خوش کر لیا معافی مانگ لی بتاؤ کتنا قرضہ ہے؟ چیک بک اُٹھا لاتے گا اور سب کا قرض ادا کر دے گا۔ تو جب ابا کی رحمت میں یہ جوش ہے جو اللہ کی رحمت کا ایک بٹا سو ہے اور ننانوے رحمت اللہ نے قیامت کے دن کے لیے رکھی ہوئی ہے مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

ماداں را مہر من آموختم
چوں بود شمعے کہ من افروختم

اے دنیا والو اور ماؤں کی محبت پر ناز کرنے والو ماؤں میں محبت تو میں نے پیدا کی ہے، یہ میری ادنیٰ بھیک ہے۔ ماؤں کی محبت تو میری محبت کا سواں حصہ ہے اور وہ بھی آدم علیہ السلام سے قیامت تک تقسیم ہو رہی ہے۔ پھر میری

رحمت پر کیوں ناز نہیں کرتے؟ میری رحمت کا سورج جب نکلے گا تب دیکھنا مایوس مت ہو۔

تو بتایا گیا کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے بندے سے خوش ہوتے ہیں تو اس کے حقوق العباد خود ادا کرتے ہیں لیکن اپنی طرف سے پوری کوشش کرے ادا کرنے کی۔ مجبوری ہو جائے اور ادا کرنے کی کوئی صورت امکان میں نہ رہے تو یہ دعا کرے اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَ تَکَفَّلْ بِرِضَا خُصُوْمِنَا۔ اے اللہ ہم نے بہت کوشش کی قرضہ ادا کرنے کی مگر قرضہ ادا نہیں ہوا اب آپ مجھے بخش دیجئے اور مجھ پر جس جس کا حق ہے قیامت کے دن اس کے کفیل ہو جائیے۔ اللہ تعالیٰ کے یہاں ناامیدی نہیں ہے سیکڑوں سورج امید کے چمک رہے ہیں۔

تفسیر آیت تَبٰرَکَ الَّذِیْ بِیَدِہِ الْمُلْکُ

تَبٰرَکَ الَّذِیْ بِیَدِہِ الْمُلْکُ

تمام مملکت کا مالک اللہ ہے جس کو چاہتا ہے بادشاہ بناتا ہے اور جب چاہتا ہے اس کی سلطنت ختم ہو جاتی ہے۔ علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایسے شان والے ہیں کہ انسان کو منی سے پیدا کر کے آدابِ سلطنت سکھا دیتے ہیں۔ ایک انسان آج بادشاہ بنا اب اس کو آدابِ سلطانی بھی سکھا دیئے۔ ایسے ہی جب اللہ چاہتا ہے آدمی کو اپنا ولی بنا دیتا ہے، اسی دن اس کے خیالات بدل جاتے ہیں ادھر فیصلہ ہوا کہ آج سے میرا بندہ ولی ہے ادھر اللہ تعالیٰ کی محبت اسے محسوس ہونے لگتی ہے۔

نہ میں دیوانہ ہوں اصغرؔ نہ مجھ کو ذوقِ عریانی
کوئی کھینچے لیے جاتا ہے خود جیب و گریباں کو

ایک بھک منگے کا واقعہ

حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے وعظ میں ہے کہ ایک بھک منگے کو اللہ تعالیٰ نے سلطنت دی اس طرح کہ رات کو بادشاہ مرگیا اور اس کے کوئی جانشین اولاد نہیں تھی تو پارلیمنٹ میں یہ طے ہوا کہ صبح صبح شاہی محل کے دروازہ پر جو سب سے پہلا انسان آئے گا اسی کو بادشاہ بنادیں گے۔ بس صبح ہی صبح ایک بھک منگا پہنچ گیا جو سات پشت سے بھک منگا چلا آرہا تھا۔ کہا اللہ کے نام پر روٹی دو۔ بس کیا کہنا تھا سب سپاہیوں نے پکڑ لیا۔ یہ پہلے تو بہت گھبرایا کہ کون سا جرم کیا مگر جب نہلا دھلا کر اس کو شاہی لباس پہنایا تب وہ سمجھا کہ ارے اللہ تعالیٰ نے مجھ بھک منگے کو بادشاہ بنادیا۔ بس فوراً مزاج بدل گیا۔ اللہ تعالیٰ نے آدابِ سلطنت سکھا دیئے اور سارے فیصلے صحیح کردیئے۔ فرامینِ شاہی جاری کردیئے اس کے بعد دو وزیروں سے کہا ارے وزیر و میری بغل میں ہاتھ لگا کر مجھے اٹھاؤ اور جیسے اپنے بادشاہ کو لے چلتے تھے مجھے لے چلو۔

ایک وزیر نے کہا حضور اب تو آپ بادشاہ ہیں اگر جان بخش دیں تو ایک سوال کروں؟ کہا معاف ہے۔ وزیر نے کہا آپ تو سات پشت سے بھک منگے تھے یہ شاہی فیصلے آپ نے کیسے کیے اور یہ آدابِ سلطانی آپ کو کیسے معلوم ہوگئے آپ نے تو بادشاہوں کو کبھی دیکھا بھی نہیں۔ اس نے کہا کہ جو خدا ایک بھک منگے کو سلطنت عطا کرسکتا ہے وہ آدابِ سلطنت بھی سکھا سکتا ہے۔ اسی طرح جو اللہ کسی کو ولی بناتا ہے تو آدابِ ولایت بھی اس کو سکھا دیتا ہے۔

محبت تجھ کو آدابِ محبت خود سکھا دے گی

اللہ تعالیٰ جب اپنا بناتا ہے تو اپنے دوستوں کو اخلاق و ایمان و یقین خود دے دیتا ہے۔ پہلے ڈپٹی کمشنر کا سلیکشن ہوتا ہے۔ بنگلہ بعد میں ملتا ہے، سرکاری موٹر سرکاری جھنڈا سیکورٹی پولیس بعد میں ملتی ہے۔ اسی طرح اللہ کے یہاں فیصلہ پہلے ہوتا ہے کہ مجھے اس کو اپنا ولی بنانا ہے اسی لیے کہتا ہوں اللہ کے یہاں فیصلہ کرالو۔ دُعا مانگ لو کہ اے اللہ مجھے اپنا ولی بنانے کا فیصلہ کر دیجیے جب فیصلہ ہو جائے گا باقی نعمتیں ولایت کے بعد میں خود مل جائیں گی۔ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

موت کو حیات پر مقدم فرمانے کا راز

اَلَّذِیۡ خَلَقَ الۡمَوۡتَ وَالۡحَیٰوۃَ جس نے موت و حیات پیدا کی۔

جب میرے شیخ نے مجھے اس کی تفسیر پڑھائی تو مجھ سے ایک سوال کیا کہ پہلے موت آتی ہے یا زندگی؟ میں نے عرض کیا کہ حضرت موت تو بعد میں آتی ہے پہلے زندگی ملتی ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ پھر اللہ تعالیٰ نے پہلے موت کا ذکر کیوں کیا؟ میں نے عرض کیا آپ ہی فرمائیں۔ فرمایا اس میں راز ہے کہ جو انسان اپنی زندگی کے سامنے موت کو رکھے گا وہ دنیا کی مشغولیوں کے ساتھ ساتھ وطنِ آخرت کی تعمیر میں بھی لگا رہے گا ورنہ پردیس کی رنگینیوں میں پھنس کر دائمی وطن کو ہمیشہ تباہ کرے گا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے موت کو پہلے بیان فرمایا تاکہ دھیان رہے کہ تم یہاں کے مستقل نہیں ہو۔ پچاس سال، ساٹھ سال، ستر سال ایک دن تم کو آنا ہے ہمارے پاس۔ تمہاری زندگی کا جہاز میری ہی طرف ڈیپارچر کرے گا کتنا ہی تم رن وے پہ چکّے رہو مگر آخر ایک دن اُڑنا ہے۔

رہ کے دُنیا میں بشر کو نہیں زیبا غفلت

یہ وہ شعر ہے جس کو حکیم الامت نے اپنے کمرہ میں لگا رکھا تھا۔ اتنے بڑے ولی اللہ بلکہ اولیاء کے شیخ ہو کر ؎

رہ کے دُنیا میں بشر کو نہیں زیبا غفلت
موت کا دھیان بھی لازم ہے کہ ہر آن رہے
جو بشر آتا ہے دُنیا میں یہ کہتی ہے قضا
میں بھی پیچھے چلی آتی ہوں ذرا دھیان رہے

آخرت کی کرنسی

باپ دادا کو دفن کرنے والے دوستو! سوچ لو ایک دن ہماری بھی باری آنے والی ہے اور وہاں یہ ڈالر کی کرنسی کام نہیں دے گی۔ وہاں نماز، روزہ عبادت کام دے گی۔ ماں باپ کی محبت کام دے گی۔ اپنی بیویوں کو آرام سے رکھنا کام دے گا، سچ بولنا کام دے گا۔ مالک کو یاد رکھنا کام دے گا۔ نیک کاموں میں مال خرچ کرنا کام دے گا یہ آخرت کی کرنسی ہے جو زندگی میں اس دنیا سے ٹرانسفر کی جاتی ہے۔ ہر ملک کے بدلنے سے کرنسی بدل جاتی ہے پاکستانی نوٹ کی یہاں امریکہ میں قدر ہے؟ نہیں۔ جب دنیا کے ملک بدلنے سے کرنسی بدلتی ہے تو آخرت کی کرنسی کیوں نہیں بدلے گی۔ آخرت میں دُنیا کے کسی ملک کی کوئی کرنسی کام نہیں آئے گی۔

دُنیا اور آخرت کے کاموں میں کیا نسبت ہونی چاہیے؟

اس لیے ایک بزرگ سے کسی نے عرض کیا کہ مجھے کوئی مختصر نصیحت کر دیجیے فرمایا دو نصیحت کرتا ہوں ایک یہ کہ اِعْمَلْ فِی الدُّنْیَا بِقَدْرِ مَقَامِكَ فِیْهَا دُنیا میں اتنی محنت کرو جتنا

دنیا میں رہنا ہے۔ دوسرا یہ وَاعْمَلْ لِلْاٰخِرَةِ بِقَدْرِ مَقَامِكَ فِيْهَا آخرت کے لیے اتنی محنت کرو جتنا آخرت میں تمہیں رہنا ہے۔ دونوں زندگیوں کا بیلنس نکالو اور اگر بیلنس نہ نکالا اور آخرت کی زندگی کا خیال نہیں کیا تو بیلنس میں لفظ بیل بھی ہے۔ بیل ہو جاؤ گے۔ اگر وہاں کے لیے کچھ نہ بھیجا تو دنیا سے بالکل خالی ہاتھ اور قلاش جاؤ گے۔

رنگ رلیوں پہ زمانہ کی نہ جانا اے دل
یہ خزاں ہے جو باندازِ بہار آئی ہے

لذاتِ دُنیویہ کی فنائیت

کالے بالوں سے سکون لینے والو یہ بال سفید ہوں گے یا نہیں؟ چمکدار دانتوں سے سکون لینے والو یہ منہ سے باہر آئیں گے یا نہیں؟ اور سیدھی کمر سے سکون لینے والو یہ کمر ٹیڑھی ہوگی یا نہیں؟ بڑھاپا آنے والا ہے بس سمجھ لو دنیا کی کسی چیز کا کوئی بھروسہ نہیں۔ بھروسہ ہے تو صرف اللہ کا۔ اللہ ہی ہے جو زمین کے اوپر کام آتا ہے اور ہماری غریبی ہر حالت میں کام آتا ہے اور زمین کے نیچے بھی کام آئے گا اور میدانِ قیامت میں بھی۔

مقصدِ حیات کا تعین خالقِ حیات کی طرف سے

اللہ تعالیٰ آگے فرماتے ہیں کہ ہم نے تم کو زندگی کس لیے دی ہے۔ آپ بتائیے کہ امریکہ، روس، جرمنی، جاپان اور ساری دُنیا فیصلہ کر دے کہ ہماری زندگی کا فلاں مقصد ہے تو یہ صحیح ہوگا یا جس نے ہمیں زندگی دی ہے جس نے ہمیں پیدا کیا ہے وہ ہمارا مقصدِ زندگی قرآن میں بیان کرے وہ صحیح ہوگا؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ہم نے تم کو کس لیے پیدا کیا

لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا تمہیں دیکھیں کہ تم میں سے کون اچھا عمل کرتا ہے اور کون دنیا کی حرام لذتوں میں پھنس کر ہمیں بھولتا ہے یہ امتحان لازم ہے۔ پرچہ پھر نہ کچھ تو مشکل ہوتا ہے۔ بالکل آسانی سے تو حل نہیں ہوتا۔

تفسیر آیت لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تین تفسیر فرمائی جس کو علامہ آلوسی نے روح المعانی میں نقل کیا ہے جس پر یہ آیت نازل ہوئی ان کی زبان مبارک سے اس آیت کی تفسیر سنیے۔

تفسیر (۱) عقل وفہم کی آزمائش

لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَتَمُّ عَقْلًا وَّفَہْمًا۔ اللہ تعالیٰ دیکھنا چاہتے ہیں کون عقلمند ہے جو پردیس میں رہ کر اپنا ضروری کام بھی کر لیتا ہے اور دیس اور وطن کی تعمیر میں بھی لگا ہوا ہے۔ وقت آیا نماز پڑھ لی۔ وقت آیا روزہ رکھ لیا۔ زکوٰۃ کے وقت میں زکوٰۃ دے دی۔ خلاصہ یہ کہ اپنی تعمیر آخرت سے غافل نہیں ہوا۔

تفسیر (۲) تقویٰ و ورع کی آزمائش

لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَوْرَعُ عَنْ مَّحَارِمِ اللّٰہِ اللہ تعالیٰ آزمانا چاہتا ہے کہ تم میں سے کون ہے جو اللہ کی حرام کی ہوئی اور غضب والی چیزوں سے بچتا ہے۔ میری حرام کی ہوئی خوشیوں سے تو اپنی خوشی درآمد نہیں کرتا جان دے دیتا ہے مگر اللہ کو ناخوش کر کے اپنا دل خوش نہیں کرتا۔ لہٰذا نظر بچانے میں جان بھی چلی جائے تو جان دے دے۔ جان دینے کے لیے ہی اللہ نے پیدا کی ہے جن خوشیوں کو انسان اللہ تعالیٰ پر فدا کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی خوشی کا ذمہ دار

ہوتا ہے اور ایسی خوشی دیتا ہے کہ بادشاہوں کو بھی نصیب نہیں، دنیا داروں کو بھی نصیب نہیں، رومانٹک دُنیا میں پھنسنے والوں کو نصیب نہیں۔

حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اگر اس آیت اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ اللہ کی یاد ہی سے دلوں کو چین ملتا ہے پر یقین نہ آتے تو دس بادشاہوں کے پاس رہ لو دس دن رومانٹک دُنیا والوں کے پاس رہ لو جو ہر وقت حسینوں اور ٹیڈیوں اور فلمی گانوں کے چکر میں رہتے ہیں اور دس دن تاجروں کے پاس بھی رہ لو ان کو ڈالروں کی گڈیاں گنتے ہوئے دیکھ لو اور دس دن کسی اللہ والے کے پاس بھی رہ لو تمہارا دل خود فیصلہ کرے گا کہ سکون اور چین تو اللہ والوں کے پاس ہے۔

اہل اللہ کی امتیازی نعمت

اب کوئی کہے کہ صاحب تہجد پڑھنے والوں اور اللہ اللہ کرنے والوں کو تو اتنی دولت نہیں ملی جتنی اسرائیل والوں کو اللہ نے دی ہے، امریکہ کے کافروں کو دی ہے، یہودیوں کو دی ہے۔ اس کا جواب میں نے دو شعروں میں پیش کیا ہے۔

دشمنوں کو عیشِ آب و گِل دیا

اللہ نے کافروں کو پانی اور مٹی کے کھلونے دے دیئے مٹی کی عورتیں، مٹی کا مکان، مٹی کے کباب، مٹی کی بریانیاں سب مٹی ہے۔ یقین نہ آتے تو دفن کر کے دیکھ لو بریانی اور کباب کو۔ اپنے پیاروں کو آدمی مٹی میں قبرستان میں دفن کرتا ہے یا نہیں؟ کچھ دن کے بعد کھود کر دیکھ لو سب مٹی ہو جاتی ہے تو ۔

دشمنوں کو عیشِ آب و گِل دیا
دوستوں کو اپنا دردِ دل دیا

اب آپ کہیں گے کہ یہ دردِ دل لے کر ہارٹ اٹیک ہو کر ہسپتال جائیں گے؟
یہ دردِ دل وہ دردِ دل نہیں جس میں ڈاکٹروں کے پاس جانا پڑتا ہے۔ یہ وہ دردِ دل ہے جو نبیوں نے اور ولیوں نے اللہ سے مانگا ہے یعنی اللہ کی محبت کا ایک ذرہ۔ اگر اللہ کی محبت کا ایک ذرہ ایک پلڑہ میں رکھ دیا جائے اور دوسرے پلڑہ میں ساری دُنیا کے خزانے رکھ دو، بادشاہوں کے تخت و تاج رکھ دو، واللہ اس ذرۂ محبت کی قیمت ساری کائنات ادا نہیں کر سکتی اس لیے علامہ سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ترے غم کی جو مجھ کو دولت ملے
غمِ دو جہاں سے فراغت ملے

میرا شعر پھر سُن لیجئے۔

دشمنوں کو عیشِ آب و گل دیا
دوستوں کو اپنا دردِ دل دیا

اب دردِ دل لے کر او لیا اللہ کیا کریں گے اس کا جواب دوسرے شعر میں دیا ہے

ان کو ساحل پر بھی طغیانی ملی
ہم کو طوفانوں میں بھی ساحل دیا

وہ ایئر کنڈیشنوں میں بھی خودکشی کر رہے ہیں اور اللہ والے طوفانوں میں بھی ساحل پر ہیں۔ کس طرح۔

زندگی پُر کیف پائی گرچہ دل پُر غم رہا
ان کے غم کے فیض سے مَیں غم میں بھی بے غم رہا

کیا وجہ ہے کہ یورپ کی گھڑیاں واٹر پروف ہوں اور اللہ والوں کے دل غم

پروف نہ ہوں۔ مجھے اپنا ایک اور شعر یاد آیا ؎

ہر لمحۂ حیات گزارا ہم نے
آپ کے نام کی لذت کا سہارا لے کر

کوئی غم آیا دو رکعت پڑھی اور اللہ سے عرض کر دیا اسی وقت نقد سکون مل جاتا ہے۔ کام چاہے دیر سے ہو لیکن دل کو سکون اسی وقت مل جاتا ہے لیکن جن کا تعلق نماز سے نہیں ہے اللہ سے نہیں ہے وہ کیسے مناجات کریں گے مصیبت ہی میں رہیں گے۔ اسی لیے عرض کرتا ہوں کہ نماز بہت بڑا سہارا ہے پانچوں وقت کی نماز پڑھیے۔ سر کا حق یہ ہے کہ اللہ کے سامنے جھکے۔

ایک حاجی اگر آپ کو ٹوپی دیتا ہے تو آپ اس کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو جزا دے آپ نے مجھے مکہ کی ٹوپی پہنا دی۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ٹوپی پہنانے والے کا شکریہ تو ادا کیا لیکن جس سر پر تم نے ٹوپی رکھی ہے اس سر بنانے والے کا شکریہ کیوں نہیں ادا کرتے، اگر یہ سر نہ ہوتا تو کیا ٹوپی گردن پر رکھتے۔ لہٰذا سر کا شکریہ یہ ہے کہ سجدہ کرو۔

کیفیتِ سجدۂ اہل اللہ

حضرت مولانا فضل رحمان گنج مُراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میں جب سجدہ کرتا ہوں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ نے ہمارا پیار لے لیا۔ ایسے ہی مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اے ایمان والو! ہمارے سجدہ کی کیفیت سُن لو۔

یک ذوق سجدۂ پیشِ خُدا
خوشتر آید از دو صد ملکت ترا

خدائے تعالیٰ کے حضور میں ایک سجدہ اتنا مزہ دار ہے کہ دو سو سلطنت سے زیادہ مزہ دار نظر آئے گا مگر کس کو؟ اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھنے والوں کو لہٰذا اللہ تعالیٰ کی معرفت اور محبت تو سیکھو۔ اللہ والوں کی صحبت سے معرفت ملتی ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، اَلرَّحْمٰنُ فَاسْئَلْ بِهٖ خَبِيْرًا (پ ۱۹ سورۃ فرقان آیت ۵۹) میری معرفت تم کو انہی سے ملے گی جنہوں نے مجھ کو پہچانا ہوا ہے۔ نابینا اگر نابینا کے ساتھ رہے گا تو دونوں اندھے رہیں گے چاہے ایک دوسرے کی لاٹھی پکڑیں مگر گریں گے دونوں کھڈے میں۔ بینا سے تعلق قائم کریں تب ٹھیک چلیں گے۔

تیسری تفسیر — تفسیر (۳) اطاعت و فرماں برداری کی آزمائش

لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَسْرَعُ اِلٰى طَاعَةِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ آزمانا چاہتے ہیں کہ تم میں کون اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی طرف آگے بڑھتا ہے؟

دوستو! جوانی کو اللہ کے لیے دو، یہ نہ سوچو کہ جوانی میں تو مزہ کرلو جب بڈھے ہو جائیں گے تو مولویوں کی بات بھی مان لیں گے پھر ایکدم مسجد میں بیٹھ کر دے تسبیح اور دے نوافل اور یہ حال ہو گا کہ ؎

رند کے رند رہے ہاتھ سے تسبیح گئی

ایسا نہیں۔ سوچیے جب آپ گوشت منگاتے ہیں تو بڈھے بکرے کا گوشت منگاتے ہیں یا جوان بکرے کا؟ جب جوان بکرے کا گوشت اپنے لیے پسند ہے تو اللہ کو بھی اپنی جوانی دیجیے ایسا نہ ہو کہ ؎

پاس جو کچھ تھا وہ صرفِ مے ہوا
اب نہ کیوں مسجد سنبھالی جائیگی

بخاری شریف کی حدیث ہے جو اپنی جوانی اللہ پر فدا کردے اللہ قیامت کے دن اس کو عرش کا سایہ نصیب فرمائیں گے۔ اب بھی موقع کو غنیمت جانیئے۔ حضرت مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا شعر ہے ؎

ظالم ابھی ہے فرصتِ توبہ نہ دیر کر
وہ بھی گرا نہیں جو گرا پھر سنبھل گیا

اور زمانہ سے مت ڈرو فرماتے ہیں ؎

ہم کو مٹا سکے یہ زمانہ میں دم نہیں
ہم سے زمانہ خود ہے زمانے سے ہم نہیں

آیت شریفہ میں عزیز اور غفور کا ربط

آخر میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ، وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفُوْرُ ۝ اللہ تعالیٰ عزیز یعنی زبردست طاقت والے ہیں۔ عزیز کے معنی ہیں اَلْقَادِرُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ ۝ وَلَا يُعْجِزُهٗ شَيْءٌ ۝ فِي اسْتِعْمَالِ قُدْرَتِهٖ ایسا قادرِ مطلق جس کو اپنے استعمالِ قدرت میں پوری کائنات مانع نہ بن سکے اللہ جس کو جو دینا چاہتا ہے اور ساری دنیا حسد سے جل کر خاک ہو جاتی ہے مگر اللہ اس کو دے کر رہتا ہے یا نہیں۔

اس آیت میں اللہ فرماتے ہیں کہ جب تم کو کسی بڑی طاقت کی طرف سے معافی ملے تو اس کی قدر کرو۔ میری مغفرت کی بے قدری مت کرنا۔ میں اتنا بڑا

طاقت والا ہوں کہ جس کو بخش دوں گا اپنی قدرت سے بخش دوں گا اس میں کوئی مانع نہیں بن سکتا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے عزیز کو پہلے نازل کیا۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دو ناموں میں عزیز کو پہلے اور غفور کو بعد میں اس لیے نازل کیا تاکہ بندے میری مغفرت کی قدر کریں کہ میں بہت بڑی قدرت و طاقت والا ہوں اور اس کی مثال یہ ہے کہ اگر جنگل میں شیر ناراض ہو جائے اور پھر وہ معاف کر دے اور کہہ دے (OK) جا کوئی بات نہیں معاف کر دیا تو آپ اس کا کتنا شکریہ ادا کریں گے کہ جان بچی لاکھوں پائے ورنہ کم بخت ابھی پھاڑ کھاتا اور ایک آدمی مریض ہے لیٹا ہوا ہے اور وہ یہ کہے کہ جاؤ معاف کر دیا۔ آپ اس کی کیا قدر کریں گے کہ سانس تو خود پھولا ہوا ہے معاف بھی کرتا تو کیا بگاڑ سکتا تھا، آپ میں طاقت کیا ہے اور محمد علی کلے معاف کر دے تو بڑی بات ہے ورنہ کلے پر ایک باکسنگ مارتا دانت توڑ ڈالتا۔

بس آخر میں ایک نصیحت کرتا ہوں جس دُنیا سے ہمیشہ کے لیے جانا اور لوٹ کر پھر کبھی نہ آنا ایسی دُنیا سے دل کا کیا لگانا مگر کاروبار کو منع نہیں کرتا۔ کاربھی ہو کاروبار بھی ہو مگر دل میں اللہ یار ہو اور اس کی مشق اللہ والوں کے ساتھ رہنے سے ہو گی۔ صحبتِ صالحین میں رہنے سے ہو گی۔

امریکہ والوں کے لیے پاکستان ہندوستان جانا مشکل ہے تو مشورہ دیتا ہوں کہ یہاں بفیلو میں قریب ہی ہیں ڈاکٹر اسماعیل صاحب ہیں جو شیخ الحدیث صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ہیں۔ ایم بی بی ایس ڈاکٹر ہو کر اللہ کی محبت سکھاتے ہیں یہ گویا بہت قریبی ہسپتال (مستشفیٰ) ہے۔

دُنیا میں مسافر کی طرح رہو

میں نصیحت کرتا ہوں کہ اللہ سے محبت کرو، ماں باپ سے محبت کرو، بیوی سے محبت کرو، اللہ والوں سے محبت کرو، اپنی حلال روزی سے محبت کرو لیکن حرام چیزوں کی طرف نظر بھی مت کرو، ان کو دیکھنے سے کچھ بھی نہیں پاؤ گے۔ اپنے گھر میں اللہ نے جو بیوی دی ہے اس پر راضی رہو۔ اگرچہ حُسن میں وہ تم سے کچھ کمتر بھی ہے۔ مان لو اماں سے انتخاب کرنے میں غلطی ہوئی تو میاں کے دن گذار لو انہیں پیار کر لو۔ ماں باپ کی عزت رکھو طلاق مت دو۔ اگر تمہاری بیٹی کے ساتھ ایسا ہو جائے کہ داماد زیادہ حسین ہو تو تم کیا چاہو گے کیا تمہاری بیٹی کو وہ طلاق دے دے، بس اگر تم اپنی بیوی کو پیار دو گے تو اس کی جزا اللہ تمہیں دے گا اور قیامت کے دن ہماری مسلمان بیویوں کو اللہ تعالیٰ حوروں سے زیادہ حسین کر دیں گے۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے روح المعانی میں موجود ہے۔

ہم لوگ پردیس میں ہیں سٹیشن پر اعلیٰ درجہ کی چائے مت تلاش کرو۔ چائے والا ریلوے سٹیشن پر اعلان کرتا ہے چائے والا، چائے والا لیکن وہی گرم پانی دے گا۔ اس طرح پان، بیڑی، سگریٹ۔ آپ ہندوستان یا پاکستان کی ریلوے میں سفر کریں تو ایسی آوازیں ملیں گی مگر وہ پان نہیں ملے گا جو آپ کے گھر میں ملے گا۔ دنیا بھی پلیٹ فارم ہے۔ جیسی مل جائے اس پر راضی رہو کسی کو اذیت مت پہنچاؤ۔ خاص کر ماں باپ کی عزت کرو دُنیا میں بھی خوش رہو گے اور کبھی کبھی اپنی فیکٹری اور کارخانوں سے وقت نکال کر خانقاہوں میں اللہ والوں کے پاس جاؤ درد بھرے دل سے کتنا کہوں بس یہی چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میری آہ و فغاں کو میری محبت کے درد کو جو اللہ نے بغیر استحقاق

اختر کو بخشا ہے سارے عالم میں اس کے نشر کا انتظام فرمائے اور یہ دولت کہاں سے ملی دو نصیحت کرتا ہوں۔

مری زندگی کا حاصل مری زیست کا سہارا
ترے عاشقوں میں جینا ترے عاشقوں میں مرنا

زندگی کا مزہ اگر لینا چاہتے ہو تو اللہ کے عاشقوں میں کچھ دن جینا سیکھ لو۔

مجھے کچھ خبر نہیں تھی تیرا درد کیا ہے یا رب
ترے عاشقوں سے سیکھا ترے سنگِ در پہ مرنا

اللہ کے عاشقوں سے سیکھا ہے۔ ورنہ اختر بھی آج طبیہ کالج سے پڑھ کر آپ کو گل بنفشہ دیتا اور صبح ہی صبح کسی کا قارورہ (پیشاب) دیکھتا۔ اللہ کا شکر ہے قارورہ دیکھنے کے بجائے اللہ کی محبت کا درد سارے عالم میں پیش کر رہا ہوں کہ۔

شاہوں کے سروں میں تاجِ گراں سے درد سا اکثر رہتا ہے
اور اہلِ صفا کے سینوں میں اک نور کا دریا بہتا ہے

یہی اللہ زمین کے اوپر بھی کام آئے گا زمین کے اندر بھی۔

سکھ میں اللہ کو بھولنے کا انجام

کلفٹن کراچی کے ایک بڑے رئیس نے کہا ہم روزہ، نماز نہیں جانتے ہمارے پاس اتنی دولت ہے کہ سات پشت تک کھائے گی۔ بس اس کے بعد ہی اللہ کا غضب آیا اس کے پیٹ میں کینسر پیدا کر دیا اور ایک تو ار جو کا پانی نلکی کے ذریعہ دیا جاتا تھا۔ گلے میں بھی کینسر کا اثر ہوا کوئی چیز کھا نہیں سکتا تھا اور سوکھ کر ختم ہو گیا۔

سکھ میں اللہ کو یاد رکھنے کا انعام

میرے دوستو! اللہ سے ڈر کر رہو حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، اُذْكُرُوا اللهَ فِي الرَّخَاءِ يَذْكُرْكُمْ فِي الشِّدَّةِ اللہ کو سکھ میں یاد کرو تاکہ دُکھ میں اللہ تعالیٰ تم کو یاد رکھے اور اگر سکھ میں عیش و عیاشی اور بدمعاشی اور اوباشی میں لگے رہے تو پھر سمجھ لو زندگی ضائع ہو رہی ہے۔

بتاؤ زندگی کی کیا قیمت ہے؟ اگر تم نے زندگی کو مٹی کی عورتوں، مٹی کے سموسے، مٹی کے کباب پر فدا کیا تو زندگی کی قیمت مٹی ہی رہے گی اور اگر اس مٹی کو اللہ پر فدا کیا تو پھر اس کی قیمت ہو گی، پھر یہ مٹی قیمتی ہو جائے گی۔

علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اے فیکٹری والو اور پہلوانو! اور اے وزارت کی کرسیوں پر بیٹھنے والو تمہاری کوئی قیمت نہیں۔ قیامت کے دن غلاموں کی قیمت اللہ لگاتے گا پھر یہ شعر پڑھا ؎

هم ایسے رہے یا کہ ویسے رہے
وہاں دیکھنا ہے کہ کیسے رہے

حُسن کی شکلیں بگڑتی رہتی ہیں ان سے دل نہ لگاؤ۔ علی گڑھ کے ایک بزرگ کا شعر سنئے ؎

گیا حُسن خوبانِ دل خواہ کا
ہمیشہ رہے نام اللہ کا

دُعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ میرے اس درسِ تفسیر کو اور درد بھرے دل سے جو بیان کرایا اسے قبول فرمائیں۔ میری زبان کو اور دوستوں کے کان کو قبول فرما کر ہم سب کو پورا مقبول و محبوب بنائیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○

سلسلہ مواعظِ حسنہ نمبر ۴۳

امریکہ کے شہر اٹلانٹا میں کیا گیا نہایت
اثر انگیز وعظ جو مایوس گنہگاروں کے لیے
مژدہ جاں فزا ہے

عارف باللہ حضرتِ اقدس
مولانا حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

ناشر
کتب خانہ مظہری
گلشن اقبال، پوسٹ بکس ۱۱۱۸۲
کراچی فون ۳۸۱۸۱۱۲-۴۹۹۲۱۷۶

نام وعظ ـــــــــــــــــــــــ راہِ مغفرت
واعظ ـــــــــــــــ عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب
ـــــــــــــــــــــــ دامت برکاتہم
کتابت ـــــــــــــــــــــــ محمد علی زاھد

ناشر
کتب خانہ مظہری
گلشن اقبال ۲ پوسٹ بکس ۱۱۱۸۲
کراچی فون ۴۹۹۲۱۷۶-۴۸۱۸۱۱۲

فہرست

راہِ مغفرت ـــــــــ عرضِ مرتب

حضرت اقدس مولانا حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم کا یہ وعظ مبارک مورخہ ١٠، جمادی الاول ١٤١٥ھ مطابق ١٦، اکتوبر ١٩٩٤ء کو بعد نمازِ مغرب محترم جناب محمد اقبال عبدالستار اگر صاحب (مقیم اٹلانٹا امریکہ) کے وسیع و کشادہ مکان میں ہوا۔

حاضرین کی تعداد کافی تھی جن میں زیادہ تر جدید تعلیم یافتہ طبقہ تھا، مکان کے دوسرے حصہ میں خواتین بھی خاصی تعداد میں شریک تھیں، وعظ نہایت مؤثر تھا۔ اکثر سامعین پر رقت طاری تھی۔ ڈاکٹر اسمٰعیل میمن صاحب مدظلہٗ (خلیفہ حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ) جو بیان میں شریک تھے بعد بیان فرمایا کہ آج تو وعظ میں آپ نے دل نکال کر رکھ دیا اور فرمایا کہ یہ وعظ بھی ضرور طبع ہونا چاہیے۔ دوسرے حضرات نے بھی اس کی تائید فرمائی چنانچہ بفضل اللہ راقم الحروف کو اس وعظ کے قلم بند کرنے کی سعادت حاصل ہو گئی ہے اور صاحبِ خانہ محترم محمد اقبال اگر صاحب نے اس کی طباعت کے اخراجات کی ذمہ داری بخوشی قبول فرمالی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس وعظ کو قبول فرمائے اور صاحبِ خانہ اقبال اگر صاحب کے کاروبار میں برکت عطا فرمائے اور ان کے تمام گھر والوں کو دینی دنیوی راحت و عافیت نصیب فرمائے۔

راقم الحروف محمد ایوب سورتی
ناظم مجلس دعوۃ الحق (یو۔ کے)

راہِ مغفرت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۞ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ ۞ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کُلُّ بَنِیْ اٰدَمَ خَطَّاءٌ وَّخَیْرُ الْخَطَّائِیْنَ التَّوَّابُوْنَ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ لَزِمَ الْاِسْتِغْفَارَ جَعَلَ اللّٰہُ لَہٗ مِنْ کُلِّ ضِیْقٍ مَّخْرَجًا وَّمِنْ کُلِّ ھَمٍّ فَرَجًا وَّرَزَقَہٗ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ

(مشکوٰۃ صفحہ ۲۰۴)

حضراتِ سامعین!

اللہ تعالیٰ نے اپنے گنہگاروں کے لیے ایک ایسی سواری بھیجی ہے جو عجیب غریب ہے۔ بقول مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ اللہ تعالیٰ اپنے ایسے گناہ گار بندوں کے لیے جو اپنے گناہوں کی وجہ سے بہت دور جا پڑے ہیں اور اس مایوسی کے قریب جا پہنچے ہیں جس کے سبب مساجد میں جانا اور نیک عمل کرنا بھی چھوڑ دیا ہے شیطان نے انہیں اللہ سے مایوس کر کے غفلت میں دور پھینک دیا ہے کہ اب وہ یہی سمجھتے ہیں کہ میری مغفرت کیا ہوگی لیکن وہ اگر توبہ کی سواری میں بیٹھ جائیں تو ایک لمحہ میں ان کی دوری حضوری سے تبدیل ہو جائے اور وہ اللہ کے پیارے ہو جائیں

ایک بہت بڑے بزرگ مولانا شاہ وصی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ بھئی اللہ کا راستہ طے کرنے کے یہ معنی نہیں کہ سالک سے کوئی خطا ہی نہ ہو۔ فرماتے

ہیں ؂

ہم نے طے کیں اس طرح سے منزلیں
گر پڑے گر کر اُٹھے اُٹھ کر چلے

آپ بتائیے کسی انسان کو کہیں جانا ہو اور مان لیجئے پھسل جائے تو کیا وہ وہیں پڑا رہے گا یا اٹھ کر پھر چلنے لگے گا؟ تو یہ بہت بڑے اللہ والے کا شعر ہے ؂

ہم نے طے کیں اس طرح سے منزلیں
گر پڑے گر کر اُٹھے اُٹھ کر چلے

مرتب عرض کرتا ہے کہ درمیانِ بیان میں ایک صاحب آ گئے تو حضرت والا نے انہیں قریب بلا لیا ان کی وجہ سے صاحبِ خانہ اقبال صاحب ذرا نظروں سے اوجھل ہو رہے تھے تو فرمایا اس طرح نہ بیٹھو کہ یہ چھپ جائیں۔ پھر اس طرح بیٹھے کہ وہ دونوں اور سامعین برابر نظر آنے لگے تو اس پر فرمایا کہ ہاں اب ٹھیک ہے۔

آنکھوں کا فیض

اصل میں ہمیں اپنے دوستوں کی نگاہوں سے فیض ملتا ہے۔ اگر میں ان کو نہ دیکھوں اور وہ ہمیں نہ دیکھیں تو مضمون ہی بالکل وارد نہیں ہوتا۔ میں کیا کروں؟

جگر صاحب سے خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جگر تم شراب سے نشہ حاصل کرتے ہو میں اللہ والوں کی نظر سے نشہ لیتا ہوں اس کے بعد کتنا پیارا شعر کہا کہ جس کے بعد جگر صاحب کی حالت ہی عجیب ہو گئی۔ فرمایا کہ ؂

مے کشو یہ تو مے کشی رندی ہے مے کشی نہیں
آنکھوں سے تم نے پی نہیں آنکھوں کی تم نے پی نہیں

آنکھوں سے یعنی اللہ والوں کی آنکھوں سے تم نے پی نہیں۔ ایک نظر حضور

صلی اللہ علیہ وسلم کی جس مومن پر پڑتی تھی وہ صحابی ہو جاتا تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان

ایک مشاعرے میں خواجہ صاحب اور جگر صاحب دونوں تھے۔ خواجہ صاحب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ایک شعر پیش کیا۔

گھٹا اٹھی ہے تو بھی کھول زلف عنبریں ساقی
ترے ہوتے فلک سے کیوں ہو شرمندہ زمیں ساقی

یعنی اے مدینہ والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آسمان پر کالی گھٹا چھائی ہے آپ اپنی کالی زلفوں کی ایک تجلی دکھا دیجئے آپ کے ہوتے ہوتے زمین کیوں آسمان سے شرمندہ ہو۔

گھٹا اٹھی ہے تو بھی کھول زلف عنبریں ساقی
ترے ہوتے فلک سے کیوں ہو شرمندہ زمیں ساقی

جگر صاحب نے اس شعر کے بعد اس مشاعرہ میں اپنا کلام نہیں پڑھا کہ اب میرا کلام اس قابل نہیں کہ میں اس کو پیش کروں۔

میرے شیخ شاہ عبد الغنی فرماتے تھے کہ ایک شاعر نے حضرت یوسف علیہ السلام کے بارہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی طرف سے زلیخا سے کہا کہ اے زلیخا اپنے یوسف کی تعریف تو کر مگر میرے یوسف پر ترجیح مت دے کہ میرا یوسف تیرے یوسف سے بہتر ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میرا یوسف (یعنی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم) تیرے یوسف سے بہتر ہیں اور کیا عمدہ تعبیر کی ہے۔

اپنے یوسف کو میرے یوسف پہ مت ترجیح دے
اے زلیخا اس پہ سر کٹتے ہیں انس پر انگلیاں

مصر کی عورتوں نے حضرت یوسف علیہ السلام پر انگلیاں کاٹ دی تھیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جہاں پر قدم رکھتے تھے وہاں پر سر کٹتے تھے۔ جہاد میں ایک اشارہ پر سر قربان ہوتے تھے یا نہیں؟

جہاں وہ پاؤں رکھتا ہے وہاں پر سر برستے ہیں۔

دُعا کا ادب

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اے لوگو! سُن لو اپنی دُعاؤں سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھ لو اگر تم نے درود شریف نہیں پڑھا تو تمہاری درخواست آسمان پر نہیں جائے گی۔ نیچے ہی پڑی رہے گی۔

علامہ شامی جن کی فقہ کی سب سے بڑی کتاب فتاویٰ شامی ہے' سارے عالم کے مفتی جس سے فتویٰ دیتے ہیں چاہے وہ فلسطین کا مفتی ہو یا پاکستان' ہندوستان یا الجزائر کا وہ لکھتے ہیں کہ اپنی دُعاؤں سے پہلے بھی درود شریف پڑھ لو اور بعد میں بھی کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف قطعی قبول ہے اس لیے کہ اس عمل میں اللہ تعالیٰ بھی شامل ہیں۔ إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ۔

اللہ تعالیٰ بھی اپنے نبی پر رحمت بھیجتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ اپنے نبی پر رحمت نازل کرتے ہیں اور ملائکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نزولِ رحمت کی اللہ تعالیٰ سے درخواست کرتے ہیں تو جس عمل میں اللہ تعالیٰ شریک ہوں وہ عمل ضرور قبول ہوگا اگر کسی فیکٹری میں بادشاہ بھی شریک ہو تو اس میں کبھی "لاس" نقصان ہو سکتا ہے؟

تو ارحم الراحمین اتنے بڑے مالک اس عمل میں شریک ہیں وہ کیسے قبول نہ ہوگا؟ لہٰذا اپنی دُعا کے اوّل و آخر درود شریف پڑھ لیا کرو تاکہ جب اللہ دُعا کا اوّل و آخر یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام قبول فرمائیں گے تو وہ کریم ہے، درمیان میں سے تمہاری دُعا کو نہیں پھینکے گا۔ کریم کی تعریف ہی یہ ہے کہ جو نالائقوں پر رحم کرے۔ اس لیے شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کریم کا کثرت سے ورد کرتے تھے۔ یہاں تک کہ انتقال کے وقت بھی یا کریم یا کریم کہتے ہوئے دُنیا سے چلے گئے۔ آپ لوگوں سے بھی یہی کہتا ہوں کہ کثرت سے یا کریم پڑھو یا کریم کا فائدہ بتاتا ہوں اور درود شریف پڑھنے کا طریقہ بھی بتاتا ہوں جو میرے شیخ شاہ عبدالغنی نے مجھے بتایا۔

شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

میرے شیخ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بارہ مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی تھی۔ جنگل میں رہتے تھے۔ اسی جنگل میں میری جوانی کے پندرہ سال شیخ کے ساتھ گذرے ہیں۔ جنگل سے مراد ہے بستی سے باہر جہاں مغرب کے بعد کسی کی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔ جمالی صاحب وہاں جا چکے ہیں اور میر صاحب بھی وہاں جا چکے ہیں اور وہاں کی مسجد کو دیکھ کر میر صاحب نے کہا کہ پوری مسجد نور میں ڈوبی ہوئی ہے۔ اس مسجد میں حضرت شیخ رات کو تین بجے اُٹھ کر آٹھ آٹھ گھنٹے عبادت میں مشغول رہتے۔ دو دو نفل پڑھ کر سجدہ میں دیر تک روتے۔ پانچ پانچ پارے دس دس پارے تلاوت کرتے۔ بارہ تسبیح، مناجاتِ مقبول الگ، قصیدہ بردہ الگ۔

میانِ دو کریم

تو میرے شیخ نے سنایا کہ جب درود شریف پڑھو اور اَللّٰھُمَّ صَلِّ کہو تو سمجھو کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہم پر برس رہی ہے۔ جب درود شریف میں اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کہو تو سمجھو کہ ہماری کشتی دو کریم کے بیچ میں آگئی ہے۔ اللہ کے درمیان اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان اور ہم دو کریم کے بیچ میں ہو گئے ۔

یارب تو کریمی و رسول تو کریم
صد شکر کہ مائیم میان دو کریم

یارب آپ بھی کریم ہیں اور آپ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی کریم ہیں۔ سیکڑوں شکر ہے کہ میری کشتی دو کریم کے درمیان ہے۔ درود شریف پڑھنے سے دو دو مزے ملتے ہیں گویا دونوں ہاتھ میں لڈو ملتے ہیں، اللہ کہا تو ذکر اللہ کا مزہ آیا اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لیا تو آپ کے نام کا مزہ۔ یہی ایک عبادت ہے کہ ایک ہی وقت میں دو دو لڈو ہاتھ میں آتے ہیں ۔

دل کو تھاما ان کا دامن تھام کے!
ہاتھ میرے دونوں نکلے کام کے

اللہ!

ایک واقعہ بتاتا ہوں کہ حضرت شاہ عبد الغنی تلاوت کے درمیان نعرہ لگاتے تھے اللہ! اللہ! جب اللہ زور سے کہتے تھے پوری مسجد ہل جاتی تھی اور معلوم ہوتا تھا کہ اللہ کو دیکھ رہے ہیں اور کبھی تلاوت کے درمیان یہ مصرع بھی پڑھتے تھے ۔

آجا مری آنکھوں میں سما جا مرے دل میں

تجلی طور کا نکتہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی درخواست پر طورِ پہاڑ پر جب تجلی نازل ہوئی تو تمام مفسرین کہتے ہیں کہ پہاڑ برداشت نہیں کرسکا ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا لیکن مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک نکتہ اور بھی ہے جو اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا فرمایا اور وہ یہ کہ یہ پہاڑ اللہ کے جلووں اور تجلیات کا عاشق تھا تو ٹکڑے ٹکڑے اس لیے ہوگیا کہ وہ تجلی میرے اندر بھی آجائے ورنہ تجلی اوپر ہی اوپر رہتی۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کا شعر بھی پیش کرتا ہوں مثنوی کی اختر نے معارفِ مثنوی مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے شرح لکھی ہے اور میری یہ شرح بڑے بڑے علماء کے زیرِ مطالعہ ہے، تو مولانا رومی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:

بر بروں کہ چو زد نورِ صمد
پارہ شد تا در درونش ہم زند

جب طور کی ظاہری سطح پر اللہ تعالیٰ کی تجلی نازل ہوئی، اللہ تعالیٰ کی شانِ صمدیت کی تجلی جب پہاڑ کی ظاہری سطح پر ظاہر ہوئی تو وہ ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا تاکہ میرے اللہ کا نور میرے اندر بھی داخل ہوجائے، عاشق تھا یہ ظالم اتنا تو پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا گویا بزبانِ حال اس نے یہ مصرع پڑھ دیا۔

آجا مری آنکھوں میں سما جا مرے دل میں

مولانا کی یہ شرح عاشقانہ ہے۔

اپنا نام بھی بھول گئے!

ایک مرتبہ ہمارے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب بیٹھے ہوئے تھے رات کے تین بجے کے اٹھے ہوئے تھے اور رات بھر ذکر و تلاوت کیے ہوتے تھے۔ حضرت زمیندار

تھے۔ حضرت کا ایک کارندہ جو حضرت کی زمین داری کا کام سنبھالتا تھا ایک کاغذ پر دستخط کرانے کے لیے لایا۔ پوچھا کیا بات ہے؟ اس نے بتایا کہ کچھ سرکاری کاغذات جمع کرنے ہیں۔ حضرت نے وہ کاغذ اور قلم لے لیا اور بہت دیر تک سوچتے رہے کہ میرا کیا نام ہے؟ نام ہی یاد نہیں آیا۔ آخر میں پوچھا کہ میرا نام بتاؤ کیا ہے؟ اس کو ہنسی آگئی کہ کوئی اپنا نام بھی دوسروں سے پوچھتا ہے۔ حضرت نے زور سے ڈانٹ لگائی کہ جلدی سے میرا نام بتاؤ۔ وہ خاص استغراق کی کیفیت تھی۔ اس نے نام بتایا کہ حضرت آپ کا نام عبدالغنی ہے۔ تب آپ نے دستخط کیے اور وہ کاغذ لے کر گیا یہ واقعہ اس کارندے نے خود مجھے بتایا۔ میرے علوم میرے بزرگوں کی صحبتوں سے زیادہ حاصل ہوتے ہیں۔

قابلیت شرط نہیں

میں نے کتب بینی کم کی ہے، قطب بینی زیادہ کی۔ یعنی کتابوں کا مطالعہ میرا کم ہے لیکن اللہ والوں کے مطالعہ کا اللہ تعالیٰ نے محض اپنی رحمت سے بدونِ استحقاق مجھے زیادہ موقع دیا اس میں میری کوئی قابلیت نہیں تھی۔ مالک کی مہربانی قابلیت تلاش نہیں کرتی وہ جس پر چاہیں فضل کردیں۔

اللہ کا انعام

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اے دنیا والو! یہ سورج اللہ کی ایک مخلوق ہے جو جنگل میں بھینس، گائے بیل کے گوبروں پر بھی اثر کرتا ہے۔ اپنی شعاعوں کو وہاں پر بھی ڈالتا ہے یہ نہیں سوچتا کہ ناپاک پر میں اپنا فیض اپنی کرن کیوں ڈالوں؟ ان گوبروں پر اپنی شعاع داخل کرکے اس کے دو حصے کرتا ہے ایک حصہ لیکوئیڈ ذرم اور پتلا کرکے

زمین کے اندر داخل کرتا ہے کیونکہ سورج سے زمین گرم ہوتی ہے اور گرم چیز پتلی اور رقیق چیز کو اپنے اندر جذب کرتی ہے اور کچھ حصہ گوبر کا موٹا رہ گیا اس کا نام انڈیا کی زبان میں اوپلا ہے اس کو نان بائی لے گیا اور تنور میں ڈال کر اس سے تندوری روٹی پکائی اور اس کالے کالے گوبر کا چہرہ سرخ ہو گیا اور روٹی پک گئی اور بھی سرخ ہو گیا اور پتلے حصے سے زمین کھاد والی بن گئی اور اس زمین سے چنبیلی، گلاب، سوسن ریحان جیسے خوشبودار پھول پیدا کر دیئے تو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اے خدا آپ کی ایک مخلوق اور دنیا کے سورج میں جب یہ اثر ہے کہ نجاستوں پر اثر ڈال کر کچھ حصہ اوپلا بنا کر تنور کو روشن کرتا ہے اور کچھ حصہ زمین میں جذب کر کے کھاد بنا کر اس کو خوشبودار پھول میں تبدیل کر دیتا ہے تو جس پر آپ کی رحمت کا آفتاب نازل ہوگا، آپ کی مہربانیوں کا سورج جس پر ایک شعاع ڈال دے تو اس کے عالم کا کیا عالم ہوگا چنانچہ فرماتے ہیں ۔

چوں خبیثاں را چنیں خلعت دہد

من چہ گویم طیبیں را چہ دہد

جب خبیث اور گندی چیزوں کو جانوروں کے پاخانوں کو آپ گلاب، چنبیلی اور سوسن بنا رہے ہیں تو اپنے عاشقوں کو اپنے اولیا کو کیا نعمت دیں گے؟ فرماتے ہیں ۔ آفتابت بر حدثہا می زند

اے خدا تیری رحمت کا سورج نجاستوں پر اثر کرتا ہے، انکار نہیں کرتا کہ تم لوگ ناپاک ہو میں کیسے تم پر مہربانی کروں، پس ناپاکوں پر جب مہربانی ہو رہی ہے تو ۔

لطف عام تو نمی جوید سند

آپ کی مہربانی، آپ کا لطف عام، آپ کا کرم، آپ کی رحمت قابلیت تلاش نہیں کرتی۔ بڑے بڑے شرابیوں کو بڑے بڑے گناہگاروں کو فضیل بن عیاض جیسے ڈاکو کو سرتاج اولیاء بنادیا اللہ نے منٹوں میں کچھ سے کچھ کر دیا۔

جوش میں آئے جو دریا رحم کا
گبر صد سالہ ہو فخرِ اولیاء۔

اللہ کی رحمت کے دریا میں اگر جوش آجائے تو سو برس کے کافر کو صرف ولی اللہ نہیں بلکہ فخرِ اولیاء بنا دیتے ہیں۔

خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت

میرے شیخ شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارہ مرتبہ زیارت کی اور ایک مرتبہ ایسی زیارت نصیب ہوئی کہ مجھ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک آنکھوں کے لال لال ڈورے بھی نظر آئے اور میں نے خواب ہی میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کیا عبدالغنی نے آج آپ کو خوب دیکھ لیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہاں عبدالغنی آج تو نے مجھے خوب دیکھ لیا۔

ایک اہم نکتہ

آپ لوگوں کو بروایت حدیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک واقعہ سناتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کی ایک ایک رکعت میں پانچ پانچ پارے پڑھتے تھے۔ جس سے پاؤں مبارک سوج جاتے تھے۔ فجر کی نماز سے کچھ پہلے آپ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرماتے تھے کہ مجھ سے کچھ باتیں کرو۔

ایک بہت بڑے شیخ کامل ولی اللہ فرماتے ہیں کہ یہ گفتگو ایسی نہیں تھی جیسے ہم لوگ میاں بیوی آپس میں کرتے ہیں بلکہ تہجد میں کئی کئی گھنٹے کھڑے ہونے سے آپ کی روحِ مبارک کا ہوائی جہاز عرشِ اعظم کا طواف کر رہا ہوتا تھا اور مسجدِ نبوی میں نمازِ فجر پڑھانے اور صحابہ کرام کی امامت کا فریضہ ادا کرنے کے لیے نیچے آنا ہوتا تھا لہٰذا آپ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے گفتگو فرما کر فجر کے وقت عالمِ بالا سے اپنی روحِ مبارک کے جہاز کو عالمِ ناسوت پر آہستہ آہستہ اتارتے تھے کیونکہ روحِ مبارک عرشِ اعظم کا طواف کرتے ہوئے اس عالم میں رہ کر یہاں امامت کا فریضہ انجام نہیں دے سکتی تھی۔ ایک دن اس حال میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روحِ مبارک کو اللہ تعالیٰ کی ذاتِ پاک کے ساتھ خاص الخاص قرب نصیب تھا گو آپ کا جسمِ مبارک دنیا میں تھا مگر روحِ مبارک قربِ خاص میں تھی، حضرت عائشہ نے جا کر عرض کیا یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَنْ اَنْتِ تم کون ہو؟ آپ بتائیے کوئی شخص اپنی بیوی سے یہ پوچھ سکتا ہے کہ تم کون ہو؟ انہوں نے عرض کیا عائشہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَنْ عَائِشَۃُ کون عائشہ؟ حضرت عائشہ نے جواب دیا بِنْتُ اَبِیْ بَکْرٍ ابوبکر کی بیٹی عائشہ۔ فرمایا مَنْ اَبُوْبَکْرٍ ابوبکر کون ہے؟ میں تو نہیں جانتا عرض کیا اِبْنُ اَبِیْ قُحَافَۃَ۔ ابو قحافہ کے بیٹے ابوبکر۔ اپنے دادا کا نام حضرت عائشہ نے لیا۔ فرمایا مَنْ اَبُوْ قُحَافَۃَ ابو قحافہ کون ہے؟ حضرت عائشہ یہ منظر دیکھ کر مارے خوف کے پیچھے ہٹ گئیں۔ جب نماز باجماعت ہوگئی اور اس عالم کی خدمت کے لیے اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روحِ مبارک کے ہوائی جہاز کو مدینہ کے رن وے اور مسجدِ نبوی کی زمین پر اتارا

تو بعد میں آپ نے پوچھا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم آج آپ نے مجھے کیوں نہیں پہچانا۔ فرمایا اے عائشہ! میری روح کو اس وقت اللہ تعالیٰ کا وہ مقام قرب حاصل تھا کہ جہاں جبرئیل علیہ السلام بھی نہیں پہنچ سکتے تھے تو تو کیسے پہنچتی؟

جگر کے استاد اصغر گونڈوی نے ایک شعر میں اس مقام کی جو تعبیر کی ہے وہ قابلِ داد ہے اگر وہ زندہ ہوتے تو میں ان سے معانقہ کرتا اور بَارَکَ اللّٰہُ فِیْکَ وَلَکَ وَعَلَیْکَ وَلِاَھْلِکَ وَلَنَا کُلِّ اِلَیْکَ کہتا۔ فرماتے ہیں۔

نمود جلوۂ بے رنگ سے ہوش اس قدر گم ہیں
کہ پہچانی ہوئی صورت بھی پہچانی نہیں جاتی

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

آہ! مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اے دنیا والو تمہیں کھانے پینے سے پیٹ میں غذا کے امپورٹ ایکسپورٹ سے فرصت نہیں ملتی تم کیا جانو کہ اللہ کیا ہے؟ مرنے کے بعد آنکھیں کھلیں گی مگر اس وقت بے کار ہے۔ فرماتے ہیں دنیا والو تم اپنی روٹی بوٹی لنگوٹی میں لگے ہوئے ہو اور سمجھتے ہو کہ یہ دل کے بہلانے کے سامان ہیں۔ جب تمہارے جہاز کا ڈیپارچر ہوگا اور عزرائیل علیہ السّلام تمہیں وطن اصلی لے جائیں گے تب پتہ چلے گا کہ تم رئیس ہو یا غریب ہو۔ رئیس وہ ہے جو پردیس کا بھی رئیس ہو اور وطن کا بھی رئیس ہو۔ وہ رئیس نہیں جو پردیس میں رئیس ہو اور وطن میں کنگال ہو۔

قیمت کون لگاتے؟

اسی لیے سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے وہ ایک شعر میں فرماتے

ہیں۔ بہت بڑے عالم کا شعر ہے جو پیش کر رہا ہوں۔ فرماتے ہیں کہ اپنی دنیاوی نعمتوں پر فخر مت کرو اپنے کو بڑا مت سمجھو۔ بڑا وہی ہے جس سے اللہ راضی ہو۔ قیمت اسی غلام کی ہے جس سے مالک راضی ہو۔ اگر غلام اپنی قیمت خود لگائے تو اس کی کوئی قیمت نہیں۔ اٹلانٹا کے ایک غلام کو اگر سارے اٹلانٹا کے غلام سلام کریں تو غلام مثبت دس لاکھ غلام۔ نیچے ٹوٹل غلام ہی ہوگا۔ مالکِ حقیقی تعالیٰ شانہٗ خوش نہیں تو بندہ کی کوئی قیمت نہیں اور اگر کسی غلام کو کوئی نہ پوچھے لیکن اللہ تعالیٰ اس سے خوش ہو جائیں تو اس کی قیمت سلاطین کے تخت و تاج، سورج اور چاند ادا نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ جس سے خوش ہوں اس کی قیمت کیا پوچھتے ہو؟ قیامت کے دن جس غلام کو اللہ تعالیٰ بخش دیں گے اس کی خوشی کا کیا عالم ہوگا؟ اس پر میرا ایک شعر ہے۔

میری خوشی کی آج کوئی انتہا نہ تھی
جب سے خبر ملی کہ مجھے معاف کر دیا

اللہ تعالیٰ جس کو معاف فرمائیں گے اس کی خوشی کا کیا عالم ہوگا؟ یہ آخری عدالت ہوگی اس عدالت کے بعد پھر کوئی عدالت قائم نہیں ہوگی۔ یہ آخری فیصلہ ہوگا۔

تو علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اپنی بلڈنگ کی بلندی سے، اپنے کپڑوں کی قیمت سے، اپنی باڈی کے بہت زیادہ صحت مند اور رشکِ محمد علی کلے ہونے سے اور اپنی امپورٹ اور ایکسپورٹ سے کہ خوب کھاؤ اور خوب فضلہ بناؤ کیونکہ جب امپورٹ زیادہ ہوگا تو ایکسپورٹ بھی زیادہ

ہو گا اس سے اپنی قیمت مت لگاؤ - آہ کیا پیارا شعر ہے فرماتے ہیں ۔

ہم ایسے رہے یا کہ ویسے رہے
وہاں دیکھنا ہے کہ کیسے رہے

آج تو آستین کھینچ کر کہتے ہیں کہ جانتے ہو میں کتنی فیکٹریاں چلا رہا ہوں لاؤ میرے مقابلہ میں کسی مالدار کو، میری باڈی دیکھو اور لاؤ میرے مقابلہ میں کسی پہلوان کو۔ حالت پرس صورت یہ ہیں۔ میری حالت مت پوچھو میری صورت دیکھو کیسی ہے؟ کیا ہے؟ سب کیڑوں کی غذا ہے۔ کتنا ہی تگڑا آدمی ہو لیکن جب قبر میں جاتا ہے تو کیڑے آپس میں مبارک باد پیش کرتے ہیں، گلے ملتے ہیں کہ میاں خوشخبری سنو بڑی عمدہ لاش آئی ہے۔

پاکستان میں ایک شہر ٹیکسلا ہے وہاں ہمارے ایک دوست تھے، ہڈی چمڑا تھے، دُبلے پتلے حکیم امیر احمد صاحب میرے خلیفہ بھی تھے وہ عجیب آدمی تھے حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے۔ پھر شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے۔ پھر مجھ سے بیعت ہوتے پھر میرے بیٹے مولانا محمد مظہر صاحب سے بیعت ہو گئے کہنے لگے کہ میں چار پشت میں بیعت ہو گیا ہوں۔ مزاحاً کہتے تھے کہ میرے پاس تو ہڈی اور چمڑا ہے۔ گوشت ہے ہی نہیں۔ جب مرا جنازہ قبر میں اُترے گا تو کیڑے بڑی مایوسی کا اظہار کریں گے اور آپس میں کہیں گے کہ لاحول ولا قوۃ یہ کیا لاش آئی ہے۔ اس میں تو ہڈی ہی ہڈی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ کسی چیز سے اپنی نہ قیمت لگاؤ۔ قیمت اس سے ہے کہ اللہ تعالیٰ راضی ہو جائیں اور ان کے ابھی راضی ہونے کا پتہ نہیں۔ تو اپنے کو قیمتی سمجھنا اور بڑا سمجھنا احمقانہ حرکت ہے۔

تکبر کا مرض ہمیشہ احمقوں اور بے وقوفوں کو ہوتا ہے۔ کسی عقل مند کو نہیں ہوتا۔

رزلٹ آؤٹ نہ ہوا اور کوئی لڑکا کود رہا ہو کہ میں فرسٹ ڈویژن ہوں بتاؤ احمق ہے یا نہیں، کیا معلوم کہ عالمِ غیب سے کیا فیصلہ ہونے والا ہے؟ ؎

ہم ایسے رہے یا کہ ویسے رہے
وہاں دیکھنا ہے کہ کیسے رہے

لہٰذا دوستو! یہ شعر نوٹ کرلو کبھی بڑائی کا مرض پیدا نہیں ہوگا۔

تکبر کی مذمت

حدیث شریف میں ہے کہ جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بڑائی ہوگی وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا اور جنت میں داخلہ تو دور کنار جنت کی خوشبو بھی نہیں پائے گا۔ اس لیے اللہ والوں کے پاس جاؤ، ان شاء اللہ ان کی برکتوں سے ہمارے قلب کی بڑائی نکل جائے گی۔ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ جیسے پیر صاحب فرماتے ہیں ؎

ایماں چوں سلامت بلب گور بریم
احسنت بریں چستی و چالاکی ما

جب میں ایمان کو قبر میں سلامتی کے ساتھ لے جاؤں گا تو اس وقت میں اپنی دین داری وہشیاری کی تعریف کروں گا۔ ابھی تو پتہ نہیں کہ خاتمہ کیسا ہونا ہے؟ ایسے بڑے بڑے اولیاء اللہ کا تو یہ حال ہے اور ہم لوگ نفل کی چار رکعت اگر آدھی رات کو پڑھ لیں تو پھر یہی سمجھتے ہیں کہ اب ہمارا مقابلہ جنید بغدادی سے کرا دو۔

نیکی کرو دریا میں ڈالو۔ کہیں ادھر ادھر ذکر بھی مت کرو کہ میں نے فلاں مسجد بنوا دی، فلاں کا قرض ادا کر دیا، فلاں نیک کام کر لیا، اظہارِ عمل مت کرو۔ یہ کیوں کہ

اے اللہ! آپ قبول فرمالیں۔ یہ سبق کہاں سے سیکھا؟ حضرت ابراہیم و حضرت اسماعیل علیہما السلام نے بیت اللہ بنا کر دُعا کی۔ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا یا اللہ اسے قبول فرمالے۔ یہ سیکھو۔ جب کوئی نیک کام ہو جائے تو بجائے اکڑنے کے اللہ سے عرض کرو کہ یا اللہ آپ اپنی رحمت سے قبول فرمالیں۔

حفیظ جونپوری کا واقعہ

اب میں ایک دو واقعات پیش کرتا ہوں جو اکثر بیان کرتا رہتا ہوں۔

جونپور میں ایک شاعر تھے جن کی اشعار کی کتاب چھپی ہے "دیوانِ حفیظ" بیحد شراب پیتے تھے۔ ڈاکٹر عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس زمانہ میں وہیں تھے۔ انہوں نے کہا حضرت! آپ تو انگریزی داں ہیں اور ڈاکٹر ہیں مگر یہ گول ٹوپی اور لمبا کرتہ آپ کو کیسے ملا کر بڑے بڑے علماء آپ سے دین سیکھنے آتے ہیں۔ یہ زندگی آپ کو کہاں سے ملی؟ انہوں نے فرمایا کہ حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں گیا تھا اللہ تعالیٰ نے ان کی صحبت سے ہمیں یہ نعمت دی کہ اللہ تعالیٰ کی محبت مل گئی تو حفیظ صاحب کہنے لگے کیا ہم بھی وہاں جاسکتے ہیں؟ فرمایا ہاں جائیے خانقاہیں خطاکاروں گنہگاروں کیلئے ہی تو ہیں، ہسپتال میں تو مریض ہی آئے گا۔ تندرست تھوڑی آئے گا۔ یہ روحانی ہسپتال ہیں۔ پہنچ گئے تھانہ بھون۔ تھوڑی سی تھوڑی داڑھی نکل آئی تھی۔ خانقاہ میں حجام کو بلالیا اور صاف کرادی۔ حضرت سے کہا کہ بیعت کرلیجئے توبہ کرادیجئے۔ فرمایا حفیظ! میں جانتا ہوں کہ تم آل انڈیا شاعر ہو مگر مجھے ایک بات بتاؤ۔ یہ تھوڑا تھوڑا نور نکل آیا تھا اس کو بھی صاف کر دیا۔ توبہ کرنے کا یہی قرینہ ہے؟ انہوں نے کہا کہ حضرت! آپ حکیم الامت ہیں، میں مریض الامت ہوں۔ مریض کو

اپنا پورا حال پیش کرنا چاہیے تاکہ حکیم صحیح دوا لکھ سکے۔ اب ان شاء اللہ آج سے اس پر اُسترا نہیں لگے گا۔ بیعت ہو کر لوٹ آئے سال بھر کے بعد حکیم الامت جونپور تشریف لائے، دیکھا کہ ایک بڑی داڑھی والے بڑے میاں ہیں۔ پوچھا یہ کون ہیں؟ بتایا گیا کہ یہی وہ حفیظ ہیں جو آپ کے پاس کس حال میں آئے تھے؟ ہمارے شیخ شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اپنے اعمال کی کوتاہی سے اگر کوئی جلدی ولی اللہ نہ بنا لیکن اللہ والوں کے تعلق کی برکت سے مرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ اس پر اپنی محبت غالب فرما دیں گے۔ چنانچہ حفیظ صاحب کا آخر وقت جب ہوا تو گھر کے اندر اِدھر سے اُدھر تڑپتے تھے اور اللہ سے معافی مانگتے تھے اور تین دن تک تڑپ تڑپ کر یہی کہتے رہے کہ اے اللہ معاف کر دے اے اللہ مجھے معاف کر دے اور اپنا دیوان منگوا کر تین شعر کا اضافہ کر دیا۔

مری کھل کر سیہ کاری تو دیکھو
اور ان کی شانِ ستاری تو دیکھو
گڑا جاتا ہوں جیتے جی زمیں میں
گناہوں کی گراں باری تو دیکھو
ہُوا بیعت حفیظ اشرف علی سے
باایں غفلت یہ ہشیاری تو دیکھو

جگر صاحب کی توبہ کا واقعہ

اور جگر صاحب کا واقعہ بھی سُن لیجئے جو اکثر سُناتا رہتا ہوں

سُن لے اے دوست جب ایام بھلے آتے ہیں
گھات ملنے کی وہ خود آپ ہی بتلاتے ہیں

جس کے دن اچھے ہونے والے ہوتے ہیں اس کے دل میں براہِ راست اللہ تعالیٰ ہدایت اور توفیق ڈال دیتے ہیں کہ خبردار بہت نالائقی کر لی اب تمہیں مِرا بننا ہے

دونوں جانب سے اشارے ہو چکے
ہم تمہارے تم ہمارے ہو چکے

اللہ تعالیٰ بندہ کے دل میں براہِ راست ڈالتا ہے کہ کب تک غفلت میں رہو گے۔ میرے پاس ہی تو آنا ہے ظالم! اب تو یہ کہہ دے۔

نہیں ہوں کسی کا تو کیوں ہوں کسی کا
انہی کا ہوا جا رہا ہوں

بتاؤ کس کے ہو؟ اللہ نے پیدا کیا تو اسی کے ہو، اسی کے پاس تو لوٹ کر جانا ہے۔ اگر دنیا مقاصدِ زندگی ہوتی تو مقصد کو اللہ تعالیٰ کبھی رائیگاں نہیں کرتے جب آدمی مرتا ہے تو اس کا مال، اس کی فیکٹری، اس کا مکان، اس کی مرسیڈیز گاڑی، اس کے سموسے اور پاپڑ تک اللہ تعالیٰ سب اوپر فرشتوں سے اُٹھوا لیتے کہ اس نے بڑی مشکل سے ان چیزوں کو حاصل کیا ہے ان کو رائیگاں نہ کرو۔ مگر یہ چیزیں مقاصد نہیں ہیں۔ انسان کچھ بھی اپنے ساتھ نہیں لے جا سکتا مقصدِ زندگی عبادت ہے۔ وہی عبادت اُوپر جاتی ہے۔ ثواب اور نیکیاں اوپر جاتی ہیں۔ ملک بدل گیا کرنسی بدل گئی۔ ہاں عبادت کے لیے کپڑا بھی چاہیے، مکان بھی چاہیے۔ پیٹ میں روٹی بھی چاہیے، کھانا نہ ملے گا تو عبادت کیسے ہوگی؟ لہٰذا یہ سب چیزیں وسائلِ زندگی ہیں۔

وسائل کو مقاصد بنالینا یہ بے نادانی۔ جیسے وضو ذریعہ ہے نماز کا۔ اب کوئی وضو کرے اور نماز نہ پڑھے تو نادانی کی بات ہے۔ بہرحال جب جگر صاحب کی ہدایت کا وقت آیا تو دل میں خوف آگیا اور ایک شعر کہا ؎

پینے کو تو بے حساب پی لی
اب ہے روزِ حساب کا دھڑکا

یعنی شراب تو بے حساب پی ڈالی ہے۔ اب ڈر لگ رہا ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ پوچھیں گے تو کیا جواب دوں گا؟ بس فوراً توجہ ہوگئی۔ وہاں خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ ان سے کہا کہ میں شراب چھوڑنا چاہتا ہوں اور اللہ والا بننا چاہتا ہوں لیکن کیسے بنوں گا؟ فرمایا جہاں ہم لوگ بنے ہیں۔ ہم تو ڈپٹی کلکٹر ہیں لیکن دیکھ لو یہ پاجامہ کرتا اور دیکھ لو نماز روزہ کس طرح کر رہے ہیں؟ جاؤ تم بھی وہاں جاؤ۔

میرے شیخ اوّل شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کباب ملتا ہے کباب والوں سے، مٹھائی ملتی ہے مٹھائی والوں سے، کپڑا ملتا ہے کپڑے والوں سے تو اللہ ملتا ہے اللہ والوں سے۔ بسیدھی سی بات ہے۔

جگر صاحب تیار ہو گئے مگر خواجہ صاحب سے کہا کہ پینے کی عادت پڑی ہوئی ہے اس لیے وہاں جاکر بھی پینی پڑے گی۔

چھٹتی نہیں ہے منہ سے یہ ظالم لگی ہوئی

خواجہ صاحب نے حضرت سے عرض کیا۔ حضرت نے فرمایا کہ خواجہ صاحب جاؤ جواب دے دو کہ خانقاہ میں نہیں پینے دوں گا مگر میں اپنے گھر ان کو مہمان بناؤں گا

کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کافروں کو بھی تو اپنے ہاں مہمان بناتے تھے۔ تو میں ایک گناہگار مسلمان کو اپنے ہاں مہمان بنا سکتا ہوں۔ جگر صاحب یہ سُن کر رونے لگے کہ میں تو سمجھتا تھا کہ اللہ والے گناہگاروں کو حقیر سمجھتے ہیں، نفرت کرتے ہیں آج معلوم ہوا کہ ان سے بڑھ کر کوئی محبت کرنے والا نہیں۔

سُلطان ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ

گناہگاروں سے شفقت و محبت پر سلطان ابراہیم ابن ادہم کا ایک واقعہ یاد آگیا۔ یہ سلطان ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ وہ ہیں جنہوں نے آدھی رات کو سلطنتِ بلخ چھوڑی اور فقیر سے گدڑی مانگ لی تھی وہ پہنی اور چپکے سے حدودِ سلطنت سے نکل کر دریائے دجلہ کے کنارے دس برس تک عبادت کی۔ جب آدھی رات کو شاہی لباس اُتار کر فقیر کی گدڑی پہن کر جنگل کو چلے ہوتے اس حال کو میں نے اُردو کے اشعار میں بیان کیا ہے جس میں سے دو شعر اس وقت سُناتا ہوں۔

جسم شاہی آج گدڑی پوش ہے
جاہ شاہی فقر میں روپوش ہے
فقر کی لذت سے واقف ہوگئی
جانِ سلطاں جانِ عارف ہوگئی

جس جنگل میں یہ عبادت کر رہے تھے ایک دن سلطنتِ بلخ کا وزیر اُدھر آنکلا وزیر نے سمجھا کہ یہ پاگل ہوگیا ہے بیوقوف۔ سلطنت کے عیش و عشرت کو چھوڑ دیا اور جنگل میں دیوانوں کی طرح پڑا ہوا ہے۔ وزیر کا وسوسہ سُلطان ابراہیم ادہم کے دل پر منکشف ہوا۔ کشف ہونا اختیاری نہیں ہے لیکن جب اللہ چاہتا ہے تو اپنے اولیاء کو

کشف دے دیتا ہے۔ لہٰذا انہیں کشف ہو گیا آپ نے وزیر کو بلایا کہ تم نے مجھے بے وقوف سمجھ لیا ہے لیکن ؎

دانائیوں سے پھنستے ہیں نادانیوں میں ہم

یہ میں نے عقل مندی سے تصوف اور فقیری اختیار کی ہے اور اپنی سوئی دریا میں ڈال دی اور فرمایا اے دریا کی مچھلیو! میری سوئی لاؤ۔

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ جیسا عارف ربانی ولی اللہ فرماتا ہے ؎

صد ہزاراں ماہیے اللّٰہیے

سوزن زر برلب ہر ماہیے

ایک لاکھ مچھلیاں دریا کے کنارے آگئیں اور سونے کی سوئیوں سے دریا کا کنارا بھر گیا حضرت ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ نے مچھلیوں کو ڈانٹا اور فرمایا کہ میری سوئی لاؤ جس سے میں گدڑی سی رہا تھا لوہے والی سوئی۔ سونے کی سوئی استعمال کرنا اس امت کے لیے جائز نہیں۔ ایک مچھلی نے غوطہ مارا اور ان کو سوئی لا کر دے دی وزیر رونے لگا اور اس نے کہا حضور! واقعی میں نے آپ کو بے وقوف سمجھا تھا لیکن اب مجھے اپنی بے وقوفی پر رونا آرہا ہے کہ مچھلیوں نے جانور ہو کر آپ کو پہچان لیا اور میں انسان ہو کر آپ کو نہیں پہچان سکا۔ اب معلوم ہوا کہ اللہ نے آپ کو ایک سلطنت چھڑا کر دو سلطنت دی ہے۔ خشکی پر بھی سلطنت دی ہے اور دریاؤں پر بھی سلطنت دی ہے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سلطان ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ نے کہا ؎

ملک دل بہ یا چنیں ملک حقیر

بتاؤ یہ میرے دل کی سلطنت بہتر ہے یا وہ جسم کی سلطنت۔ غلبۂ ندامت

اور سلطان ابراہیم ادہم کی کرامت سے وہ وزیر بھی اللہ والا ہو گیا۔

ایک شرابی ولی اللہ بن گیا

ان کا جو واقعہ سنانا تھا وہ یہ ہے کہ یہی ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ ایک دن جا رہے تھے۔ راستہ میں ایک بہت ہی حسین و جمیل صحت مند نوجوان شراب پی کر قے کر رہا تھا اور بالکل بے ہوش پڑا تھا۔ ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا تو پہچان لیا کہ یہ ایک رئیس مسلمان کا لڑکا ہے اور شراب میں بے ہوش پڑا ہے۔ پہلے تھوڑا سا غصہ آیا پھر سوچا کہ کچھ بھی ہو میرے اللہ کا بندہ ہے۔ اگر اپنے کسی دوست کا لڑکا نالائق ہو تو کیا کرو گے۔ اس کے لیے دُعا مانگو گے کہ اے اللہ یہ میرے دوست کا بیٹا ہے اسے اللہ والا بنا دے' یا نفرت کرو گے؟ اگر نفرت کرو گے تو تم اس کے دوست نہیں ہو۔ ایسے ہی جو اللہ کے بندوں سے نفرت کرتے ہیں وہ اللہ کے ولی نہیں ہیں۔ دُکھ ہونا چاہیے کہ یا اللہ میرے ان بھائیوں کو اپنے فضل سے اپنا ولی بنا لے۔

اس کے بعد حضرت ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ پانی لائے قے صاف کی اور اس نوجوان کا منہ دھویا، جب ٹھنڈا پانی لگا تو ہوش آ گیا نشہ اتر گیا اس نے پہچان لیا کہ یہ تو ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ ہیں اللہ والوں کا شہرہ تو ہوتا ہی ہے۔ کہنے لگا کہ اتنے بڑے ولی اللہ ہو کر سلطنتِ بلخ کو خدا پر فدا کرنے والے اور مجھ گناہگار کا منہ دھلانے لگے فوراً کہا کہ حضرت مجھے توبہ کرا دو' یہ ہے۔

جی اُٹھے مُردے تری آواز سے

ان کی نیکی سے اس کے دل پر اتنا اثر ہوا کہ اس کی آہ نکل گئی کہ اتنا بڑا ولی اللہ مجھ جیسے گناہگار کا منہ دُھلا رہا ہے۔

آہ! دین محبت ہی سے پھیلتا ہے نفرتوں سے دین نہیں پھیلتا۔

دوستو! میں یہی عرض کرتا ہوں کہ اللہ کے ہر بندے کو پیار کرو اس نیت سے کہ شاید اس پر اللہ مہربانی کردے اور تمہارا کمیشن لگ جائے۔ اس نے حضرت ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر توبہ کرلی پھر حضرت نے آنکھ بند کر کے مراقبہ کیا تو معلوم ہوا کہ اس وقت اونچے درجہ کے جتنے اولیاء اللہ ہیں انہیں میں اس کا نام بھی آگیا ہے۔ محدث عظیم ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مشکوٰۃ کی شرح میں فرماتے ہیں کہ اسی رات کو سلطان ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھا تو پوچھا کہ یا اللہ ایک شرابی جس نے آج میرے ہاتھ پر توبہ کی اس کو آپ نے اتنا بڑا ولی اللہ بنادیا کہ جہاں آدمی کتنی حج اور عمرے اور تلاوت اور تسبیح و اوابین اور مجاہدات کے بعد پہنچتا ہے آپ نے اس کو منٹوں میں وہاں پہنچادیا۔ اس میں کیا راز ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے سلطان ابراہیم اَنْتَ غَسَلْتَ وَجْهَهٗ لِاَجْلِیْ تونے اس شرابی کا منہ میری خاطر سے دھویا کہ یہ میرا بندہ ہے گو گناہگار ہے۔ ارے نالائق اولاد اپنے ابا سے کٹ جاتی ہے مگر ابا تو یہی کہتا ہے کہ میری ہی اولاد ہے تو بندہ میرا ہی تھا اور تونے اس کا چہرہ میری وجہ سے دھویا فَغَسَلْتُ قَلْبَهٗ لِاَجْلِكَ تو میں نے اس کا دل تیری وجہ سے دھودیا۔ جب تونے میری خاطر بلخ کی سلطنت چھوڑی اور دس سال تک عبادت کی پس جب تونے میرے لیے اتنی قربانیاں دیں تو میں بھی اپنے غلاموں کی خاطر ایسی عنایات کرتا ہوں۔

سلطان ادہم رحمۃ اللہ علیہ اور ایک مجذوب

کتابوں میں ہے کہ

سلطان ادہم رحمۃ اللہ علیہ نے جس جنگل میں دس سال عبادت کی اسی میں ایک مجذوب رہتا تھا اور وہ گھاس بیچ کر اللہ سے کہتا تھا کہ اے اللہ کب تک گھاس بکواؤ گے کیا دو روٹی اور چٹنی آپ مجھے نہیں دے سکتے۔ دو روٹی کمانے میں میرا کتنا وقت خرچ ہوتا ہے اگر دو روٹی اور چٹنی آپ مجھے دے دیا کریں تو اتنا وقت آپ کی عبادت میں خرچ کیا کروں گا۔ مجذوبوں کی باتیں ایسی ہی ہوتی ہیں مثل چھوٹے بچوں کے۔ اللہ نے اس کی فریاد سُن لی اور جنت سے اس کے لیے چٹنی روٹی آتی تھی۔ اب جب سلطان ادہم رحمۃ اللہ فقیری کے لباس میں اس جنگل میں پہنچے تو ان کے لیے جنت سے بریانی آتی۔ سارا جنگل خوشبو سے مہک اُٹھا۔ یہ مجذوب تھوڑا نادان تھا۔ اس نے کہا کہ اللہ میاں! میں دس سال سے آپ کی عبادت کر رہا ہوں آپ مجھ کو چٹنی روٹی دے رہے ہو اور آج ایک نیا فقیر آیا ہے اس کو آپ نے بریانی بھیج دی اللہ تعالےٰ کی طرف سے آواز آئی او مجذوب ناداں! تو نے میرے راستہ میں آٹھ آنہ کا کھرپا اور بیس آنہ کی ٹوکری جس میں گھاس رکھتا تھا قربان کی ہے۔ تو اپنا کھرپا اور ٹوکری اٹھا اور جا اپنا کام کر۔ اب چٹنی روٹی تیری بند۔ ناشکرا ہے تو۔ جب دیکھا کہ چٹنی روٹی بند ہو رہی ہے تو معافی مانگی کہ اے اللہ معاف کر دے تیرا بڑا شکر ہے مگر اتنی بات تو بتا دیجئے کہ اس کی اتنی قدر آپ کیوں کر رہے ہیں؟ ۔

وہ عاشق کل ہوا ہیں ہوں ترا دیوانہ برسوں سے

آسمان سے آواز آئی کہ سُن لے۔ تو نے ایک ٹوکرا اور ایک کھرپا میری راہ میں فدا کیا ہے اور یہ شخص جو آج آیا ہے اس نے مجھ پر سلطنت فدا کی ہے۔ تختِ و تاجِ شاہی مجھ پر فدا کیا ہے۔ وزیروں کا سلام اور مخمل کے گدے چھوڑے ہیں۔ تو جیسی جس

کی قربانی ویسی میری مہربانی۔ ہمارے میر صاحب نے اس مضمون کو دو شعر میں پیش کیا ہے (پھر میر صاحب کو سُنانے کو فرمایا تو میر صاحب نے یہ اشعار سنائے۔ جامع)

جتنی تمہاری قربانی
اتنی خدا کی مہربانی
پھر تو ہے لذت روحانی
قرب کا شربت لاثانی

تو بات چل رہی تھی جگر صاحب کی۔ جگر صاحب تھانہ بھون پہنچ گئے اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ مجھے توبہ کرا دیجئے۔ پھر حضرت سے چار دُعائیں کروائیں۔ ۱۔ میں شراب چھوڑ دوں۔ ۲۔ پوری داڑھی رکھ لوں۔ ۳۔ حج کر لوں ۴۔ میرا خاتمہ ایمان پر ہو۔ حضرت والا نے ہاتھ اٹھا دیئے جب ایک اللہ والا ہاتھ اٹھاتا ہے تو دیکھئے کہ اللہ تعالےٰ کس طرح دُعا قبول فرماتے ہیں؟ وہ بھی تو مرتے ہیں اللہ تعالےٰ پر۔ پس اللہ تعالےٰ بھی ان کی لاج رکھتا ہے۔

اللہ والے کون؟

جیسے سلطان ابراہیم ادہم کی خاطر ایک شرابی کو اللہ نے اپنا ولی بنا لیا اس لیے بزرگوں نے ہمیشہ مشورہ دیا ہے کہ اللہ والوں کے پاس، درویشوں کے پاس، ان فقیروں کے پاس آتے جاتے رہو جو سنت اور شریعت پر چلتے ہوں۔ ان سٹہ کے نمبر بتانے والوں سے ہوشیار رہو جو دریاؤں کے کنارے اور جنگلوں میں بیٹھے ہوتے ہیں۔ لنگوٹی باندھے ہوتے۔ نہ نماز ہے نہ روزہ، سٹہ کا نمبر بتا رہے ہیں۔ اور ولی اللہ بھی بن رہے ہیں۔ بتائیے جُوا حرام ہے، سٹہ حرام ہے جو اس کا نمبر بتاتے یہ فقیر و درویش ہے یا

شیطان ہے۔ ایسا شخص ہرگز ولی اللہ نہیں ہوسکتا جو حرام کام کرتا ہو۔ اللہ کا ولی وہ ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر چلتا ہے۔ میرا ایک مشہور شعر ہے جو اس وقت پوری دنیا میں نشر ہو رہا ہے۔

نقشِ قدم نبی کے ہیں جنت کے راستے
اللہ سے ملاتے ہیں سُنّت کے راستے

اور ایک بزرگ فرماتے ہیں۔

گر ہوا پہ اُڑتا ہو وہ رات دن
ترکِ سُنّت جو کرے شیطان گن

جس نے سُنّت کی زندگی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ چھوڑا ہوا ہے یاد رکھو وہ شیطان ہے اس کا اُڑنا وغیرہ سب استدراج ہے۔ مکھی بھی تو اُڑتی ہے تو بیعت ہو جاؤ مکھی سے! اور دریا میں تنکا بھی بہتا ہے بغیر کشتی کے تو اس تنکے کے مرید ہو جاؤ! بعض لوگ کہتے ہیں کہ ان کو حال بہت آتا ہے تو سانپ کو بھی بہت حال آتا ہے۔ جب تو مڑی بجاؤ تو دیکھو کس طرح جھومتا ہے لہٰذا اگر حال بزرگی کی دلیل ہے تو سانپ سے بیعت ہو جاؤ بہت جلدی پہنچا دیتا ہے۔ اس لیے ایک بہت بڑے بزرگ مولانا شاہ محمد احمد صاحب نے فرمایا کہ جس کے راستہ کی بنیاد مدینہ پاک سے نہ ہو، درمیان میں وائرنگ نہ ملتی ہو تو سمجھ لو وہ بجلی وہ نورِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نہیں ہے۔ مولانا فرماتے ہیں کہ کسی کے ظاہر سے دھوکہ مت کھاؤ۔ صورت بھی ملاؤ سیرت بھی ملاؤ۔ اس کو لاکھوں حال آتا ہو لیکن اگر صورت یا سیرت نبی کے طریقہ سے ہٹی ہوئی ہو تو یہ شعر پڑھو۔

جال تیرا جال ہے مقصود تیرا مال ہے
کیا خوب تیری چال ہے لاکھوں کو اندھا کر دیا

جگر صاحب کے واقعہ پر پھر آتا ہوں۔ جگر صاحب نے شراب چھوڑی، مرنے لگے بیمار ہو گئے۔ ڈاکٹروں کے بورڈ نے کہا کہ تھوڑی سی پی لیا کیجئے۔ جگر صاحب کا جواب سنو فرمایا کہ اگر میں پیتا رہوں گا تو کب تک جیتا رہوں گا۔ مرنا ہے یا نہیں؟ کہا کہ مرنا تو ضرور ہے لیکن آپ کچھ دن جی جائیں گے۔ جگر صاحب نے کہا کہ میں اللہ کے غضب میں جینا نہیں چاہتا۔ شراب چھوڑ کر اگر مرتا ہوں تو بھی اللہ کی رحمت کے سائے میں موت کو لبیک کہتا ہوں۔ اگر شراب پی کر مروں گا تو اللہ کے غضب و غصہ میں جاؤں گا۔ تو اللہ کی نافرمانی والی زندگی پر میں لعنت بھیجتا ہوں۔ شیطان کتنا ہی کان میں کہے کہ یہ گناہ کر لو بہت مزہ آئے گا۔ بلکہ گھبراتیوں کی رعایت سے کبھی جیم سے بھی کہے گا کہ مجا آئے گا۔ تو آپ شیطان کو یہ شعر پڑھ کر جواب دے دیں۔ میرا شعر ہے۔

ہم ایسی لذتوں کو قابلِ لعنت سمجھتے ہیں
کہ جن سے رب مرا اے دوستو ناراض ہوتا ہے

اور سڑکوں پر کسی عورت کے دیکھنے کو بار بار کہے تو یہ دوسرا شعر پڑھ دو:

نہ دیکھیں گے نہ دیکھیں گے نہیں ہرگز نہ دیکھیں گے
کہ جن کے دیکھنے سے رب مرا ناراض ہوتا ہے

خواجہ عزیز الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھئے کہ کتنے بڑے ولی اللہ تھے لیکن سڑکوں پر نگاہ بچاتے تھے۔ کسی کی ماں، بہن کو نہیں دیکھتے تھے۔ حالاں کہ دل تو ان

کے سینہ میں بھی تھا۔ اولیاء اللہ نعوذ باللہ کافور کی گولیاں نہیں کھا لیتے ہیں۔ ان کا دل بوجہ تقویٰ و لطافتِ طبع اور زیادہ حساس ہوتا ہے۔ لیکن جب نظر بچا کر آسمان کی طرف دیکھتے تھے تو یہ شعر پڑھتے تھے۔

بہت گو ولولے دل کے ہمیں مجبور کرتے ہیں
تری خاطر گلے کا گھونٹنا منظور کرتے ہیں

اس کے بعد جگر صاحب حج کر آئے داڑھی رکھ۔ جب بمبئی آ کر اپنی داڑھی دیکھی تو ایک مشت ہو چکی تھی۔

داڑھی رکھنا واجب ہے

ایک مشت کے بقدر داڑھی رکھنا واجب ہے جیسے عید بقر عید کی نماز واجب ہے جیسے قربانی واجب ہے ایسے ہی داڑھی رکھنا واجب ہے۔ اس پر چاروں اماموں کا اجماع ہے۔ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا رسالہ داڑھی کا وجوب پڑھ لیجئے اور اگر داڑھی رکھنے سے چہرہ بدنما معلوم ہوتا تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے پیغمبروں کی سنت نہ قرار دیتا۔ پھر جنت میں نہ داڑھی ہوگی نہ حجام کی دکان ایک نوجوان لڑکے کی طرح شاندار چہرہ ہوگا تو یہاں اللہ کا حکم سمجھ کر چند دن کی زندگی میں داڑھی رکھ لیجئے تاکہ یہ چہرہ قیامت کے دن اللہ کے سامنے پیش کر سکیں اور یہ کہہ سکیں کہ۔

ترے محبوب کی یا رب شباہت لے کے آیا ہوں
کون سا محبوب! مدینہ والا محبوب صلی اللہ علیہ وسلم۔

ترے محبوب کی یارب شباہت لے کے آیا ہوں
حقیقت اس کو تو کر دے میں صورت لے کے آیا ہوں

اگر قیامت کے دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پوچھ لیں کہ اے میرے اُمتی! آج تجھے میری شفاعت چاہیئے؟ رونے لگے گا کہ حضور آپ کی شفاعت کے بغیر کیسے بخشا جاؤں گا؟ تو اگر آپ نے دوسرا سوال کر لیا کہ میرے چہرہ میں تجھے کیا خرابی نظر آئی تھی کہ میرے جیسا چہرہ نہیں بنایا؟ سکھوں سے سبق نہیں لیا کہ گرونانک کی محبت میں ہر سکھ داڑھی رکھتا تھا۔ ظالم تو نے میری محبت میں داڑھی کیوں نہیں رکھی۔ تب کیا جواب دو گے؟ لوگوں کے ہنسنے کو مت دیکھو۔ کوئی لاکھ ہنستا رہے آپ اپنا کام کرتے رہیں۔

کوئی جیتا اور کوئی مرتا ہی رہا
عشق اپنا کام کرتا ہی رہا

میں ایک شعر سکھا دیتا ہوں اپنے ان دوستوں کو جو داڑھی رکھتے ہیں کہ اگر کوئی ان پر ہنسے تو وہ کہہ دیں۔

اے دیکھنے والو مجھے ہنس ہنس کے نہ دیکھو
تم کو بھی محبت کہیں مجھ سا نہ بنا دے

تو میں عرض کر رہا تھا کہ جگر صاحب نے خود داڑھی رکھی اور بمبئی میں آئینہ میں اپنی شکل دیکھی تو اس وقت ایک شعر کہا جو میں آپ کو سنانا چاہتا ہوں اور مجھے اس شعر میں اتنا مزہ آتا ہے کہ مست ہو جاتا ہوں۔

چلو دیکھ آئیں تماشہ جگر کا
سنا ہے وہ کافر مسلمان ہوگا

اب تک تو یہ تمہید تھی۔ آپ کہیں گے کہ اتنی بڑی تمہید! تو سنئے تمہید ہمیشہ بڑی ہوتی ہے۔ بتائیے کھانا بارہ ایک بجے ملتا ہے مگر اس کی تمہید صبح سے شروع ہوتی ہے کہ آلو گوشت مرچ وغیرہ خریدتے ہیں، پھر عورتیں پیاز گوشت کاٹ رہی ہیں صاف کر رہی ہیں پکا رہی ہیں تب کہیں جا کر کھانا تیار ہوتا ہے۔

معافی کا مضمون

اب میں آیت کریمہ کی تفسیر عرض کرتا ہوں۔
اللہ تعالیٰ نے معافی کا سرکاری مضمون نازل کیا ہے۔ بتائیے اگر کسی مجرم کو وقت کا بادشاہ یا وزیر اعظم یہ کہہ دے کہ اس قسم کا مضمون معافی نامہ کا لکھ کر دے دو تو میں معاف کر دوں گا۔ تو کیا اس میں کسی کو شبہ ہوگا، پھر سلطان السلاطین احکم الحاکمین معافی کا جو مضمون خود نازل فرما دیں اس کی قبولیت میں کس کو شبہ ہو سکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ شانہٗ جن کو حساب لینا ہے وہ معافی کا مضمون نازل کر رہے ہیں کہ کہو وَاعْفُ عَنَّا اے اللہ ہم کو معاف کر دے وَاغْفِرْ لَنَا اور ہم کو بخش دیجئے وَارْحَمْنَا اور ہم پر رحم فرما دیجئے اَنْتَ مَوْلٰنَا آپ ہمارے مولیٰ ہیں۔

اب اس کی تفسیر عرض کرتا ہوں۔

وَاعْفُ عَنَّا کے کیا معنی ہیں؟ مفتی بغداد علامہ سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ وَاعْفُ عَنَّا کے معنی ہیں اُمْحُ اٰثَارَ ذُنُوْبِنَا ہمارے گناہوں کے نشانات اور گواہوں کو مٹا دیجئے۔ کیونکہ بندہ جب گناہ کرتا ہے تو چار گواہ تیار ہو جاتے ہیں۔ جس زمین پر گناہ کرتا ہے وہ زمین قیامت کے

دن گواہی دے گی۔ سورۃ زلزال میں ہے یَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا اللہ پاک فرماتے ہیں کہ زمین خود بولے گی کہ اس زمین پر اس نے عورتوں کو دیکھا تھا اس زمین پر اس نے فلاں گناہ کیا تھا دوسری گواہی خود اپنے اعضاء کی ہوگی کہ جس عضو سے گناہ کیا تھا وہ عضو ہاتھ یا پیر گواہی دیں گے۔ اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَا اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مُنہ پر سیل کردیں گے اور ہاتھ پیر بولنے لگیں گے، ہونٹ کہیں گے کہ ہم نے ایسے حرام بوسے لیے تھے، کان کہیں گے کہ ہم نے ایسے گانے سُنے تھے آنکھیں کہیں گی کہ ہم اس طرح دوسرے کی ماں بہن بیٹی کو دیکھتے تھے اس طرح سب اعضاء بولنے لگیں گے۔ تیسرے گواہ فرشتے ہیں كِرَامًا كَاتِبِيْنَ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ کراماً کاتبین تمہارے اعمال سے باخبر ہیں اور چوتھی گواہی اعمال نامہ ہے وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ ۔

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وَاعْفُ عَنَّا کو تو میں تمہارے گواہوں کی گواہی مٹا دوں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ اِذَا تَابَ الْعَبْدُ اَنْسَى اللّٰهُ الْحَفَظَةَ ذُنُوْبَهٗ کہ بندہ جب توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں سے اس کے گناہ کو خود بھلا دے گا، ان کی یادداشت کی ریل صاف کر دے گا۔ فرشتوں کو بھی یاد نہیں رہے گا کہ اس شخص نے کیا کیا گناہ کیے تھے۔

وَاَنْسٰى ذٰلِكَ جَوَارِحَهٗ اور اس کے ہاتھ پیر سے جو گناہ ہوا ہے ان کی ریل بھی صاف کر دے گا۔ وَمَعَالِمَهٗ مِنَ الْاَرْضِ اور جس زمین پر گناہ ہوا ہے اس زمین کی ریل بھی صاف کر دے گا۔ حَتّٰى يَلْقَى اللّٰهَ وَلَيْسَ عَلَيْهِ شَاهِدٌ

وَلَقِيَ اللّٰہَ بِذَنْبٍ یہاں تک کہ وہ بندہ اس حال میں اللہ سے ملے گا کہ اس کے خلاف کوئی گواہ نہ رہے گا۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ گناہوں کے نشانات اور شہادتیں فرشتوں سے مٹوائیں گے یا خود مٹادیں گے ؟ تو مفسرِ عظیم حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ خود مٹائیں گے اگر فرشتوں سے مٹواتے تو فرشتے ہم کو طعنہ دیتے کہ تم لوگ تو نالائق تھے۔ یہ ہم نے مٹایا ہے۔ کیا کرم ہے اللہ کا، ایسے کریم مولیٰ پر کیوں نہ فدا ہوں جنہوں نے غلاموں کی آبرو رکھ لی اور ہمارے جرائم کو خود ہی مٹادیا۔ اب جو لوگ گناہوں سے توبہ کریں گے اور پھر نیک اعمال کرنے لگیں گے حج عمرے روزہ نماز وغیرہ تو اللہ تعالیٰ ان کی برائیوں کی جگہ نیکیاں لکھ دیں گے فَاُولٰٓئِکَ یُبَدِّلُ اللّٰہُ سَیِّاٰتِھِمْ حَسَنٰتٍ اور لَاتَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَۃِ اللّٰہِ اللہ کی رحمت سے ناامید مت ہو، اس کی رحمت غیر محدود ہے ڈاکٹر عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ کراچی میں ایک کروڑ کی آبادی ہے ان سب کا پیشاب پاخانہ سمندر میں جاتا ہے لیکن ایک موج آتی ہے اور سب کو اٹھا کر صاف کر دیتی ہے۔ وہیں کوئی امام نہا کر نماز پڑھاتے تو نماز بھی ہو جائے گی۔ تو سمندر مخلوق ہے جب اس کی ایک موج میں یہ اثر ہے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت کا سمندر تو غیر محدود ہے۔ اس کی ایک موج ہمارے گناہوں کو معاف نہ کر دے گی ؟ اور فرمایا کہ فیکٹری والے پہاڑوں میں ایک چھٹانک بارود رکھتے ہیں اور دور سے آگ لگاتے ہیں تو پہاڑ اُڑ جاتے ہیں۔ جب مخلوق میں یہ قدرت ہے کہ ذرا سا بارود پہاڑوں کو اڑا دیتا ہے تو اللہ کی رحمت میں یہ قدرت

نہ ہو کہ گناہوں کے پہاڑوں کو اڑا دے۔ وَاغْفِرْ لَنَا اور ہم کو بخش دیجئے کس طرح؟ بِاِظْهَارِ الْجَمِيْلِ وَسَتْرِ الْقَبِيْحِ ہماری نیکیاں ظاہر کر دیجئے اور گناہوں پر پردہ ڈال دیجئے۔ وَارْحَمْنَا یہ رحم کیا ہے؟ جب کہ معافی اور بخشش ہوگئی تو مفسر آلوسی فرماتے ہیں اَیْ تَفَضَّلْ عَلَيْنَا بِفُنُوْنِ الْاٰلَاءِ مَعَ اِسْتِحْقَاقِنَا بِاَفَانِيْنِ الْعِقَابِ اے خدا طرح طرح کی نعمتیں بھی ہم کو دیجئے۔ جو شخص طرح طرح کے عذابوں کا مستحق تھا اس پر طرح طرح کی نعمتیں اور عنایتیں برسا دیجئے اَنْتَ مَوْلٰنَا اَیْ اَنْتَ سَيِّدُنَا وَمَالِكُنَا آپ ہمارے آقا ہیں ہمارے مالک ہیں۔ وَمُتَوَلِّیْ اُمُوْرِنَا اور آپ ہمارے تمام امور کے متولی ہیں۔

یہ قرآن شریف کی آیت کی تشریح ہوگئی اب آگے حدیث شریف ہے۔

بہترین خطاکار

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اے لوگو! تم سب کے سب خطاکار ہو لیکن تم بہترین خطاکار بن جاؤ۔ بہترین خطاکار کیسے بنے؟ جو توبہ کرلے وہ بہترین خطاکار ہے۔

اس پر میرے شاگردوں نے پوچھا کہ خطا تو شر ہے خیر کیسے لگا دیا؟ اس کا جواب مَیں نے دیا کہ اللہ تعالیٰ کی توبہ کی کیمیکل میں یہ کرامت ہے جیسے شراب میں سرکہ ڈال دو تو ساری شراب سرکہ بن جائے گی اور قلبِ ماہیت سے حلال ہو جائے گی۔ تو خطا تو شر ہے لیکن توبہ کی برکت سے بہترین خطاکار ہو جاتے گا۔ شر کو اللہ تعالیٰ خیر بنا دیں گے۔

پھر ایک سوال اور پیدا ہوا کہ خَيْرُ الْخَطَّائِيْنَ میں خَطَّائِيْنَ بھی

مٹا دیتے خالی خیر رکھتے۔ خطا کار کی نسبت سے تو شرم آرہی ہے۔ میں نے کہا کہ خَطَّائِیْنَ عربی ترکیب میں مضاف الیہ ہے اور عبارت میں مقصود مضاف ہوتا ہے جیسے جَاءَ غُلَامُ زَیْدٍ زید کا غلام آیا۔ اس میں غلام کا آنا مقصود ہے تو یہاں مراد خیر ہی خیر ہے لیکن خَطَّائِیْنَ کو اس لیے باقی رکھا تاکہ توبہ کی کرامت معلوم ہو کہ تم تھے تو خطا کار لیکن توبہ کی برکت سے بہترین خطا کار ہو گئے۔

فوائدِ استغفار

دوسری حدیث پڑھی تھی استغفار و توبہ کے متعلق اور بہتر یہ ہے کہ دو رکعت پڑھ کر توبہ کرے۔ اللہ سے معافی مانگے اور یہ کہے کہ اے اللہ تیری رحمت میرے گناہوں سے بہت بڑھی ہوئی ہے۔ ایک کروڑ گناہ بھی معاف کرنا تیرے لیے کچھ مشکل نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو کثرت سے استغفار کرے گا تو ۱۔ ہر مصیبت سے اللہ اس کو نکال دے گا۔ ۲۔ اور ہر غم سے نجات دے گا اور ۳۔ ایسی جگہ سے اس کو رزق دے گا جہاں سے اس کا گمان بھی نہیں ہوگا۔

انعاماتِ تقویٰ

دوستو! استغفار کے یہ تین انعامات زبانِ نبوت نے بیان فرمائے اور اللہ تعالیٰ نے بے شمار انعامات گناہوں کے چھوڑنے اور تقویٰ اختیار کرنے سے رکھے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جو شخص تقویٰ اختیار کرے گا ہم اس کو ایسی جگہ سے روزی دیں گے جہاں سے اس کا گمان بھی نہیں ہوگا اس کے سب کام آسان کر دیں گے۔ آپ کا کوئی دوست روزانہ آپ کے پاس آکر آپ کا دل بہلاتا ہو اور پھر وہ کسی مصیبت میں پھنس جانے کی وجہ سے نہ آئے تو اگر آپ واقعی دوست ہیں تو فوراً اس کی مصیبت کو ٹالنے کی

کوشش کریں گے تاکہ وہ پھر آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو بھی اپنے بندے کی آہ و زاری، اس کی مناجات اور اس کا اللہ اللہ کرنا محبوب ہے۔ جب وہ کسی مصیبت میں پھنستا ہے تو اللہ تعالیٰ جلدی اس کی مصیبت ٹال دیتے ہیں تاکہ میرا بندہ پھر میرے حضور میں آئے جلدی سے مصیبت ٹالنے کا راز یہ ہے۔ راز دوستی ہے۔ تو اللہ تقویٰ کی برکت سے اپنے دوستوں کا کام آسان کرتے ہیں۔ اس طرح اللہ تعالیٰ تقویٰ اختیار کرنے پر اس کو مصیبت سے مخرج (Exit) دیتے ہیں۔ جدہ میں لکھا رہتا ہے۔ ایک طرف مخرج اور ایک طرف (Exit) یعنی ہر مصیبت سے نجات دیتے ہیں اور ایک جگہ اللہ پاک نے قرآن پاک میں فرمایا اگر تم گناہ چھوڑ دو تو تم کو ہم ایک نور عطا کریں گے جس سے تمہیں بھلائی اور برائی میں تمیز پیدا ہو گی اور ایک جگہ فرماتے ہیں کہ تقویٰ پر یہ سارے انعامات تو ہم دیں گے ہی، سب سے بڑا انعام یہ دیں گے کہ تمہاری غلامی کے سر پر اپنی دوستی کا تاج رکھ دیں گے۔ یعنی تم کو ولی اللہ بنا دیں گے۔ اس سے بڑھ کر تقویٰ کا کیا انعام ہو سکتا ہے۔

دوستو گناہ خراب چیز ہے۔ ارے گناہوں کے کنکر پتھر پھینک کر اپنے اللہ کو اپنا دوست بنا لو ان کی ولایت و دوستی کا تاج اپنی غلامی پر رکھ لو تو دنیا میں بھی عزت ہے اور ان شاء اللہ قیامت میں بھی عزت ہو گی اور جنت میں بھی اور گناہ ایک دن خود چھوٹ جائیں گے۔ ایک دن جنازہ نکلے گا لاکھوں ٹیڈیاں کھڑی ہوں گی کسی کو دیکھ بھی نہ سکو گے۔ لیکن اس وقت کوئی ثواب نہیں ملے گا کیونکہ مجبوری سے چھوٹے ہیں۔ ارے جیتے جی اپنے اختیار سے گناہ چھوڑ دو تو ولی اللہ بن جاؤ۔

اکبر الٰہ آبادی کہتے ہیں ؎

قضا کے سامنے بے کار ہوتے ہیں حواس اکبرؔ

جب موت کی بے ہوشی آئے گی تو نرسوں کی کلڈیاں اور ڈاکٹر نظر نہیں آئیں گے۔ کیا پیارا شعر کہا ہے

قضا کے سامنے بے کار ہوتے ہیں حواس اکبرؔ
کھلی ہوتی ہیں گو آنکھیں مگر بینا نہیں ہوتیں

آنکھ تو کھلی ہوتی ہے۔ بچے کہتے ہیں بابا ہمیں دیکھو تو، لیکن دیکھ نہیں دیکھ سکتا۔ ایک دن آنے والا ہے۔ ابھی سے ہوشیار ہو جاؤ۔ جو اللہ کو سکھ میں یاد کرے گا اللہ دکھ میں اس کو یاد کرے گا۔ جب تک جوانی ہے اس کو دیوانی مت بناؤ، نہ طوفانی بناؤ، نہ اس میں طغیانی آنے دو، نہ عریانی سے آشنائی کرو۔ جوانی کو اللہ پر فدا کردو مجھے اپنا ایک اردو شعر یاد آیا ہے

کسی خاکی پہ مت کر خاک اپنی زندگانی کو
جوانی کر فدا اس پر کہ جس نے دی جوانی کو

واللہ قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جس جوان نے اپنی جوانی اللہ پر دی۔ اپنی زندگی خالقِ زندگی پر قربان کی اللہ تعالیٰ نے اس پر بے شمار عالمِ شباب برسا دیئے۔ بڈھا ہو جائے گا مگر اس کی جوانی نہیں جائے گی۔ آن بان ویسی ہی رہے گی اور اس کی روح میں اللہ کی محبت جتنی پرانی ہو گی اتنا ہی نشہ تیز ہو گا۔ جیسے شراب پرانی ہو کر نشہ تیز ہو جاتا ہے اسی طرح اللہ والے جتنے بڈھے ہوتے جاتے ہیں ان کا نشہ تیز ہوتا جاتا ہے۔

توبہ و استغفار پر بھی تقویٰ کے انعامات

اب دیکھئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کرم کہ

قرآن پاک میں متقیوں کے لیے جو فضیلتیں بیان کی گئی ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے توبہ کرنے والوں کے لیے بھی وہ فضیلتیں بیان کیں۔ توبہ کرنے والوں کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم توبہ تو کرو تمہیں بھی وہ نعمتیں ملیں گی جو متقیوں کو ملتی ہیں یعنی مخرج نکلنے کا راستہ اور ہر غم سے نجات مل جائے گی اور تمہیں رزق ایسی جگہ سے دیں گے جہاں سے تمہیں گمان بھی نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے تقویٰ پر جو نعمتیں بیان فرمائیں رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے گناہوں سے استغفار و توبہ کرنے والوں کو بھی وہی نعمتیں دلا دیں۔

ملا علی قاری نے حدیث کی شرح میں لکھ دیا ہے کہ اِنَّ الْمُسْتَغْفِرِیْنَ نُزِّلُوْا مَنْزِلَۃَ الْمُتَّقِیْنَ یعنی معافی مانگنے والے اللہ کے یہاں اولیاء اللہ کے ساتھ اٹھائے جائیں گے اور اللہ فرماتے ہیں اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ یعنی اے گناہگارو تم توبہ کرو ہم تمہیں صرف معافی ہی نہیں دیں گے بلکہ تمہیں اپنا محبوب بھی بنالیں گے۔ دنیا کے لوگوں کو ستا کر معافی مانگو تو کہیں گے کہ معاف کر دیا مگر سامنے مت آنا۔ تم کو دیکھ کر ٹمپریچر ہائی ہوجاتا ہے، لیکن اللہ کا ٹمپریچر ہائی نہیں ہوتا۔ دیکھو فرماتے ہیں کروڑوں کروڑوں گناہ کرلو اگر ایک دفعہ اشک ندامت گرا دو بس سمجھ لو کہ کام بن گیا، معافی ہوگئی۔ ہم گناہ کرتے کرتے تھک سکتے ہیں اللہ تعالیٰ معاف کرتے کرتے تھک نہیں سکتے۔

کیا ہے رابطہ آہ و فغاں سے
زمین کو کام ہے کچھ آسماں سے

اللہ تعالیٰ کے سامنے رونا سیکھو۔ حدیث شریف میں ہے کہ جب گناہگار

بندہ روتا ہے تو اللہ تعالیٰ ان کے آنسوؤں کو شہیدوں کے خون کے برابر وزن کرتے ہیں
علامہ آلوسی سورۃ انا انزلنا کی تفسیر میں حدیث نقل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب گناہ گار بندہ رو رو کر معافی مانگتا ہے تو ہمیں اس کے رونے کی آواز سبحان اللہ سبحان اللہ کہنے والوں کی آوازوں سے زیادہ پسند آتی ہے بتاؤ اور کیا چاہتے ہو؟ اور یہ بھی فرماتے ہیں خبردار رحمت سے ناامید مت ہونا ورنہ جہنم میں ڈال دوں گا۔ میرے شیخ فرماتے تھے کہ جیسے کوئی ابا کہے کہ خبردار بیٹو! مجھ سے ناامید مت ہونا ورنہ ڈنڈے لگا دوں گا۔ تو یہ انتہائی کریم ابا ہوگا ورنہ ابا کہتا ناامید ہو گیا تو جا بھاگ یہاں سے دوسرے بیٹے کو لے دوں گا۔ ایسے ہی اللہ فرماتے ہیں خبردار اگر مجھ سے ناامید ہو گئے تو جہنم کے ڈنڈے لگا دوں گا۔ یہ انتہائی کرم ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ یَغۡفِرُ الذُّنُوۡبَ جَمِیۡعًا اللہ تعالیٰ سارے گناہوں کو ایک سیکنڈ میں معاف کر دیتا ہے۔

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

مرکبِ توبہ عجائب مرکب است
تا فلک تازد بیک لحظہ زپست

توبہ کی سواری عجیب و غریب سواری ہے۔ کیا مرسڈیز کیا راکٹ کیا ہوائی جہاز کی سواری ہوگی۔ توبہ کی سواری اتنی تیز رفتار ہے کہ زمین سے بندہ کو اٹھا کر سیدھے آسمان تک لے جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کا پیارا بنا دیتی ہے۔

لہٰذا دوستو جن سے گناہ نہیں چھوٹ سکے توبہ کرتے رہو۔ آخر اللہ تعالیٰ چھڑا دیں گے ان شاء اللہ آپ زندگی بھر توبہ کرتے رہو، کشتی لڑتے رہو نفس سے

آخر اللہ تعالیٰ کو رحم آجائے گا کہ میرا بندہ ساری زندگی نفس سے لڑتا رہا اب اس کو جتا کر غالب کردو۔ شاعر بزرگ خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ۔

نہ چت کر سکے نفس کے پہلوان کو
تو یوں ہاتھ پاؤں بھی ڈھیلے نہ ڈالے
ارے اس سے کشتی تو ہے عمر بھر کی
کبھی وہ دبا لے کبھی تو دبا لے

اور ان شاء اللہ اللہ تعالیٰ خود ہی رحم فرمائیں گے جیسے چھوٹا بچہ چلتے چلتے گرنے لگتا ہے تو ابا خود ہی اٹھا لیتا ہے ہم کچھ چل کر تو دکھائیں اللہ میاں کو۔ ان شاء اللہ جب گریں گے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت گود میں اٹھا لے گی۔

بس دعا کرو اللہ تعالیٰ ہم سب کو توبہ کی توفیق دے اور ہمیں اپنا محبوب بنائے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۔

گر خدا چاہے تو پہلے عاشقِ ابرار ہو

عشق کا اے دوستو! ہم سب کا یہ معیار ہو
متبعِ سنّت ہو اور بدعت سے بھی بیزار ہو

اتباعِ سنّتِ نبوی سے دل سرشار ہو
نورِ تقویٰ سے سراپا حاملِ انوار ہو

عاشقِ کامل کی بس ہے یہ علامت کاملہ
جاں فدا کرنے کو ہر دم سربکف تیار ہو

عشقِ سنّت کی علامت ہر نفس سے ہو عیاں
خواہ وہ رفتار ہو، گفتار ہو، کردار ہو

صحبتِ مرشد سے نسبت تو عطا ہوگی مگر
اجتنابِ معصیت ہو ذکر کی تکرار ہو

عشقِ کامل کی علامت یہ سنا کرتا ہوں میں
آشنائے یار ہو بیگانۂ اغیار ہو

ہے یہی مرضی خدا کی ہم مٹا دیں نفس کو
گرچہ وہ سارے جہاں کا بھی کوئی سردار ہو

اس کی صحبت سے نہیں کچھ فائدہ ہوگا کبھی
بے عمل کوئی محبت کا علمبردار ہو

جب کسی بندہ پہ ہوتا ہے خدا کا فضلِ خاص
دم میں وہ ذوالنور ہوگا گرچہ وہ ذوالنار ہو

عمر بھر کا تجربہ اختر کا ہے یہ دوستو
گر خدا چاہے تو پہلے عاشقِ ابرار ہو

سبق دیتی ہے ہر دم اہلِ دل کی داستاں مجھ کو

جہاں نے کر دیا ہے دل میں وہ جانِ جہاں مجھ کو
بہت خونِ تمنا سے ملا سلطانِ جاں مجھ کو

نظر آتا ہے اپنے دل کا جب غم نہاں مجھ کو
تو اپنا درد خود کرتا ہے مجبورِ بیاں مجھ کو

بیانِ دردِ دل آساں نہیں ہے دوستو لیکن
سبق دیتی ہے ہر دم اہلِ دل کی داستاں مجھ کو

زبانِ عشق کی تاثیر اہلِ دل سے سنتا ہوں
مگر مسرور کرتی ہے محبت بے زباں مجھ کو

قفس کی تیلیاں رنگیں دھوکہ دے نہیں سکتیں
کہ ہر دم مضطرب رکھتی ہے یادِ گلستاں مجھ کو

مری صحرا نوردی اور یہ میری چاک دامانی
بہت مجبور کرتی ہے مری آہ و فغاں مجھ کو

کہاں تک ضبطِ غم ہو دوستو راہِ محبت میں
سنانے دو تم اپنی بزم میں میرا بیاں مجھ کو

ملا کرتی ہے نسبت اہلِ نسبت ہی سے اے اخترؔ
زباں سے ان کی ملتا ہے بیانِ دُر فشاں مجھ کو

سلسلہ مواعظ حسنہ نمبر ۴۵

(حصہ اوّل)

عارف باللہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

ناشر
کتب خانہ مظہری
گلشن اقبال ۲ پوسٹ بکس ۱۱۱۸۲
کراچی، فون ۴۹۹۲۱۷۶-۴۸۱۸۱۱۲

نام کتاب ——————— نورِ ہدایت ﷺ (حصہ اول)

تصحیح کتابت ——————— حافظ سہیل احمد عثمانی (ایم اے) / حافظ محمد یونس (ایم ایس سی)

واعظ ——————— عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

ناشر

کُتب خانہ مظہری

گلشن اقبال ۲ پوسٹ بکس ۱۱۱۸۲

کراچی فون ۴۸۱۸۱۱۲-۴۹۹۲۱۷۶

فہرست

نزولِ سکینہ بر قلبِ عارف

میرے پینے کو دوستو اِسُن لو
آسمانوں سے مے اُترتی ہے

اِس میکدۂ غیب سے کیا جام ملا ہے
ہے دُور مجھ سے دوستو دنیائے تفکر

عرضِ مرتب

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

۱۴۱۵ھ مطابق ۱۹۹۴ء کو امریکہ تشریف لے جاتے ہوئے عارف باللہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم نے جناب مولانا محمد ایوب سورتی صاحب دامت برکاتہم کی دعوت پر تقریباً دو ہفتہ انگلینڈ میں قیام فرمایا تھا اور مجلس دعوۃ الحق (یوکے) کے اجتماع سے جامع مسجد الفیصل لیسٹر میں خطاب فرمایا تھا جس کو سُن کر وہاں کے احباب علماء و عوام سب نہایت مسرور ہوئے اور جامع مسجد الفیصل لیسٹر کے امام صاحب مولانا آدم صاحب دامت برکاتہم نے جو اپنے بزرگوں کے متوسلین میں ہیں اور لیسٹر کے معزز و معروف بزرگ ہیں اس وعظ کی نہایت قدردانی فرمائی اور فرمایا کہ میں اٹھارہ سال سے اس مسجد کا امام ہوں لیکن برطانیہ کی سرزمین پر میں نے ایسا مدلل عاشقانہ بیان نہیں سُنا اور مولانا موصوف نے وعظ کو طبع کرنے کی پیشکش فرمائی اور اس کی طباعت کے جملہ مصارف کا انتظام فرمایا۔ فَجَزَاهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ الْجَزَاءِ ۔ حضرت مولانا ایوب سورتی صاحب خلیفہ حضرت مولانا ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم نے اس کو ٹیپ سے ضبط فرمایا اور ذکر اللہ اور اطمینانِ قلب کے نام سے یہ وعظ پہلی بار مجلس دعوۃ الحق (یوکے) کے زیر اہتمام شائع ہوا۔ اس کی اشاعتِ ثانی خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال کراچی کی جانب سے ہوئی اور ڈربن (جنوبی افریقہ) سے اس کا

انگریزی ترجمہ بھی شائع ہو چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ شرفِ قبول عطا فرمائیں۔

اس سفر کے دوران ہی برطانیہ کا دوسرا سفر زیادہ وقت کے لیے کرنے کی درخواستوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ کئی حضرات نے سفر کے جملہ مصارف قبول کرنے کی پیشکش کی۔ لندن سے حضرتِ والا امریکہ اور کینیڈا تشریف لے گئے اور وہاں تقریباً ایک ماہ قیام رہا۔ واپسی کے کچھ عرصہ بعد ہی حضرت مولانا محمد ایوب صاحب دامت برکاتہم وقتاً فوقتاً بذریعہ خطوط اور ٹیلیفون حضرتِ والا کو برطانیہ تشریف لانے کی دعوت دیتے رہے اور وہاں کے احباب کے شوق اور تڑپ کا اظہار فرماتے رہے۔ چنانچہ مولانا موصوف کی دعوت پر اس سال ستمبر ۱۹۹۵ء میں حضرتِ والا نے برطانیہ کا دوسرا سفر فرمایا اور تقریباً تین ہفتے قیام فرمایا اور مختلف شہروں کا دورہ فرمایا جس سے خواص و عوام سب کو عظیم نفع ہوا۔

پیشِ نظر وعظ نورِ ہدایت اور اس کی علامات (حصہ اول) حضرت مولانا آدم صاحب دامت برکاتہم کی فرمائش پر مورخہ ۲۰۔ ربیع الثانی ۱۴۱۶ھ مطابق ۱۷ستمبر ۱۹۹۵ء بروز اتوار بعد نمازِ ظہر بوقت دو بجے دوپہر جامع مسجد الفضل لیسٹر میں ہوا جس میں دُور اور قریب کے لوگوں نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔ قرآن پاک کی آیت سے نورِ ہدایت اور اس کی علامات کی تفسیر حضرتِ والا نے نہایت سوز و درد اور اپنے خاص محبت و کیف آفریں انداز میں فرمائی مجمع پر ایک محویت کا عالم طاری تھا۔ بیان کے بعد حضرت مولانا آدم صاحب دامت برکاتہم نے فرمایا کہ آج کے بیان میں تو لوگوں کو ہوش ہی نہیں تھا کہ ہم کہاں ہیں، گویا کسی اور ہی عالم میں تھے اور فرمایا کہ بیان کے بعد مسجد کے دروازہ پر آکر مجھے احساس ہوا کہ میں

مسجد میں ہوں اور اس مسجد کا امام ہوں اور مولانا موصوف نے فرمایا کہ اس وعظ کو بھی طبع ہونا چاہیے اور خود ہی اس کا نام نُوْرُ الْھِدَایَۃِ وَعَلَامَاتُہٗ تجویز فرمایا اور اس کے مصارف کے انتظام کی ذمہ داری بھی قبول فرمائی۔ فَجَزَاھُمُ اللّٰہُ اَحْسَنَ الْجَزَاءِ۔

اگلے دن بعد مغرب مسجد نور لیسٹر میں حضرتِ والا کا بیان تجویز تھا۔ چناں چہ مورخہ ۲۲، ربیع الثانی ۱۴۱۶ھ مطابق ۱۸ ستمبر ۱۹۹۵۔ بعد مغرب سات بجکر پچیس منٹ پر مسجد نور لیسٹر (انگلینڈ) میں حضرتِ والا نے جو بیان فرمایا اس میں نورِ ہدایت کی مزید عارفانہ وعاشقانہ تشریح فرمائی اور مثنوی مولانا رومی کی تمثیلات سے مزید وضاحت فرمائی جس سے مضمون اور زیادہ نگین وسنگین ہوگیا جس کے ایک ایک لفظ میں اللہ تعالیٰ کی محبت کی خوشبو اور جذبِ الٰہیہ کی برقی رَو محسوس ہوتی ہے لہٰذا اس وعظ کو حصہ دوم کے طور پر منسلک کردیا گیا اور دونوں وعظ خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ گلشنِ اقبال کراچی سے ایک ساتھ شایع کیے جارہے ہیں۔ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ○ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِکَ یَآ اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ ○۔

احقر سید عشرت جمیل ملقب بہ میر عفا اللہ عنہ
خادمِ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم
خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ گلشنِ اقبال ۲، کراچی۔

نُوْرُ الْهِدَايَةِ وَعَلَامَاتُهٗ

نورِ ہدایت اور اس کی علامات

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اَمَّا بَعْدُ
فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۞ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۞
فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ۞

(پارہ ۸ سورۃ انعام آیت ۱۲۵)

حضراتِ سامعین! پچھلے سال اللہ تعالیٰ کی رحمت سے آپ سے ملاقات ہوئی تھی۔ اس مرتبہ پھر مولانا محمد ایوب صاحب جو مجلس دعوۃ الحق لیسٹر کے بانی ہیں انہوں نے مجھے خط لکھا اور بار بار ٹیلیفون کیا کہ اس وقت پھر لندن کا سفر کر لیا جائے۔ میں نے مولانا سے عذر کیا تھا کہ اس وقت فرانس کے جزیرہ ری یونین میرا جانا ضروری ہے۔ بعض وجوہ سے وہاں کا سفر ملتوی ہوا اس لیے آپ حضرات کی خدمت کو غنیمت سمجھ کر بلکہ مالِ غنیمت سمجھ کر میں پھر حاضر ہو گیا ہوں۔ دوستوں کی ملاقات کیا مالِ غنیمت سے کم ہے؟ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جس کو میرے مُرشدِ اوّل شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بہت نقل کیا کرتے تھے کہ جب سے مجھے یہ خبر ملی کہ جنت میں دوستوں کی ملاقات ہوگی مجھے جنت کا شوق بڑھ گیا اور کیوں نہ ہو دوستوں کی ملاقات کو اللہ تعالیٰ نے بھی جنت سے مُقدم

بیان فرمایا ہے ۔ دیکھئے قرآنِ پاک سے استدلال ہے ۔

اہلُ اللہ سے محبت اللہ کی محبت کی دلیل ہے

میرے شیخ

اس کو بیان کر کے بہت مست ہو جاتے تھے کہ جو لوگ اہلُ اللہ کی ملاقات کے حریص اور مشتاق ہوتے ہیں حقیقت میں وہ اللہ تعالیٰ کے صحیح عاشق ہیں ۔ اگر کوئی کباب والے سے عشق کرتا ہے تو معلوم ہوا کہ وہ عاشق کباب بھی ہے ۔ اگر کسی کو شامی کباب سے دلچسپی ہے تو جب گلی میں یا بازار میں آواز آئی کباب والا ! تو اس کے کان کھڑے ہو جاتے ہیں یا نہیں ؟ اور وہ کیا کہتا ہے ۔

از کجا می آید ایں آوازِ دوست

ارے یہ میرے دوست کی آواز کہاں سے آرہی ہے ؟ کباب دوست ہے اُس کا ۔ اسی طرح جو اللہ کا عاشق ہوتا ہے اس کو اللہ والوں سے عشق و محبت لازمی ہے ۔

جنت پر اہلُ اللہ کی فضیلت کی دلیلِ منقول

میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جب جنت میں داخلہ ملے گا تو اللہ تعالیٰ کا سب سے پہلے یہ حکم ہو گا کہ میرے خاص بندوں سے ملو ، میرے عاشقوں سے ملو ۔ فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ میرے خاص بندوں سے ملاقات کرو ۔ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ ۔ (پارہ ۳۰ ، سورۃ فجر) اور جنت کا درجہ بعد میں ہے ۔ پہلے اہلُ اللہ کا درجہ ہے ، پہلے اللہ والوں سے ملو جو میرے خاص بندے ہیں ۔

فَادۡخُلِیۡ فِیۡ عِبٰدِیۡ میں یائے تخصیصی کا راز

اور یائے تخصیصی کیوں لگائی ؟ کیوں کہ دنیا میں یہ میرے خاص ہو کر رہے۔ نفس و شیطان کی غلامی سے نکل کر، معاشرہ اور سوسائٹی سے نکل کر خاندانی اور صوبائی اور ملکی اور بین الاقوامی تہذیب اور روایات کو توڑ کر انہوں نے ہماری شریعت کے احکام پر اور سرورِ عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی سُنّت پر زندگی گذاری اس لیے دنیا میں بھی یہ ہمارے خاص تھے اور آج یہاں بھی یہ ہمارے خاص ہیں اسی لیے ہم نے یائے خصوصیت کی لگا دی فَادۡخُلِیۡ فِیۡ عِبٰدِیۡ۔ کہ جاؤ وہ میرے خاص بندے ہیں پہلے ان سے ملو۔ میرے شیخ فرماتے تھے کہ اللہ والوں کی یہ بہت بڑی فضیلت ہے کہ جنّت سے زیادہ ان کو اللہ تعالےٰ نے اہمیت دی۔ جو چیز پہلے بیان کی جاتی ہے اس کی زیادہ اہمیت ہوتی ہے۔ اللہ والوں کو درجۂ اوّلین میں رکھا اور جنّت کو درجۂ ثانوی میں رکھا۔

حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کا مقامِ علم

اس پر حضرت نے عجیب دلیل بیان فرمائی۔ حضرت بہت بڑے عالم تھے کہ دیوبند کی صدر مدرسی کے لیے حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا انتخاب فرمایا تھا جب علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ ڈابھیل تشریف لے گئے۔ حضرت کے علوم عجیب و غریب تھے

اہل اللہ کی فضیلت کی دلیلِ معقول

فرمایا کہ فَادۡخُلِیۡ فِیۡ عِبٰدِیۡ میں اللہ تعالےٰ نے اللہ والوں کو جنّت پر فضیلت کیوں دی اس کا راز کیا ہے ؟ اس کا استدلال

عقلی تھا عجیب و غریب فرمایا کہ عقلی دلیل یہ ہے کہ جنّت مکان ہے' اللہ والے اس کے مکین ہیں اور مکین افضل ہوتا ہے مکان سے ۔ کیا دلیل ہے سُبحَانَ اللّٰہِ! یہاں بھی جن کو اللہ تعالےٰ نے ذوقِ سلیم عطا فرمایا ہے' اللہ تعالےٰ سے جن کو عشق و محبّت ہے وہ اللہ والوں کو دیکھ کر خوش ہوجاتے ہیں ۔ یہ دلیل ہے اس کی کہ وہ بھی دیوانہ ہے اللہ کا اور اس پر مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے عجیب و غریب دلیل پیش کی ہے' اور یہ مولانا رومی کون ہیں ؟ آٹھ سو برس پہلے کے بزرگ مثنوی کے ساڑھے اٹھائیس ہزار اشعار کہنے والے' سلطان خوارزم کے سگے نواسے' بادشاہ کا سگا نواسہ لیکن اپنی عزت و جاہ کو اللہ پر فدا کر کے اپنے پیر و مرشد شمس الدین تبریزی کا بستر سر پر رکھ کر گلی در گلی شہروں میں اور صحراؤں میں پھرتے تھے اور یہی کہتے تھے کہ مجھے اللہ تعالےٰ کی محبت سکھا دو ۔ پہلے پانچ سو علماء ان کے پیچھے چلتے تھے لیکن سب علماء سے کہدیا کہ میرا اسلام لو اور کچھ دن مجھے اللہ کی محبت سیکھنے دو ۔ یہ جاہ مانع ہے اللہ سے ۔ بہت سے لوگوں کا دل کہتا ہے کہ میں فلاں اللہ والے سے اللہ کو پا سکتا ہوں لیکن جاہ مانع ہے کہ لوگ کہیں گے کہ دیکھو یہ بھی پیری مریدی کے چکر میں آگئے ۔ میں اپنے یہاں مزاحًا کہتا ہوں کہ جو اس کو چکر سمجھتا ہے اختر بھی اس کے چکر میں نہیں آتا ۔

جائے جسے مجذوب نہ زاہد نظر آئے
جائے نہ جسے زندہ وہ پھر کیوں ادھر آئے
فرزانہ جسے بننا ہو جائے وہ کہیں اور
دیوانہ جسے بننا ہو بس وہ ادھر آئے

سو بار بگڑنا جسے منظور ہو اپنا
وہ آئے اِدھر اور بچشم و بسر آئے

اللہ کے دروازے

میں دوستوں سے یہی کہتا ہوں کہ اللہ والے اللہ کے دروازے ہیں۔ آپ دروازوں کے سائز نہ ناپئے ورنہ آپ اللہ سے محروم رہیں گے یہ مت دیکھئے کہ حکیم الامت اور بڑے بڑے علماء اور اولیاء اللہ تو چلے گئے آج کل کے مرشدین تو سُٹر پُٹر، کنڈم ناقابل ریفرینڈم ہیں' ان کے پاس جانے سے کیا ملے گا، دروازوں کو مت دیکھو' دروازوں کا انتقال ہوتا رہتا ہے لیکن اللہ وہی زندہ حقیقی موجود ہے جو دروازوں کے ذریعہ عطا فرماتا ہے بلکہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بڑے دروازے سے ایک ایک ہزار روپیہ دیا، پچاس پچاس پونڈ دیا اور چھوٹے دروازہ سے کسی کو اشارہ کیا اور اس چھوٹے دروازہ سے دس ہزار پونڈ دے دیا۔ بس جس کو جس دروازہ سے خدائے تعالیٰ کو صاحبِ نسبت بناتا ہے اس دروازہ سے ہی وہ چیز مل جائے گی۔ آپ دروازوں کو مت ناپئے۔ مشائخ میں تقابل اور تفاضل مت کیجئے۔ بس یہ دیکھئے کہ اس دروازہ کا رابطہ دینے والے سے ہے یا نہیں؟ یہ اللہ کا دروازہ ہے یا نہیں؟ اس دروازہ کو اللہ سے رابطہ ہے یا نہیں؟

کیا ہے رابطہ آہ و فغاں سے

رابطہ پر مجھے اپنا ایک شعر یاد آگیا۔ جب کبھی آپ کو کوئی غم آجائے کیونکہ دُنیا میں کوئی ایسا انسان نہیں ہے جس کو کبھی کوئی غم نہ آئے بڑے بڑے پیاروں کو، اللہ کے مقبولین کو غم آتا ہے لیکن غم کا علاج حدیث میں ہے

بھی نمازِ حاجت پڑھو اور اللہ سے رولو۔ بچہ کو غم ہوا باپ سے رولے، بندہ کو غم ہو رب سے رولے۔ اس پر میرا شعر ہے ؎

کیا ہے رابطہ آہ و فغاں سے
زمیں کو کام ہے کچھ آسماں سے

زمین سے کیا مراد ہے؟ ہم مٹی کے انسان ہیں۔ جب کوئی کام ہو تو اللہ سے رابطہ کرو بھائی! آہ و فغاں و گریہ و زاری کے ذریعہ ؎

کیا ہے رابطہ آہ و فغاں سے

آہ اور اللہ کا قرب

اور آہ کو اللہ سے خاص قرب ہے۔ زور سے کھینچ کر کہتے اللہ! اللہ! ہماری آہ کو اللہ نے خریدا ہوا ہے، اپنے نام کے ساتھ ملایا ہوا ہے۔ یہی دلیل ہے کہ ہمارا اللہ اللہ ہے۔ باطل خداؤں کے نام میں ہماری آہ نہیں ہے۔ لے لو ان کے نام۔ نمرود۔ ہے اس میں آہ؟ فرعون۔ ہے اس میں آہ؟ شداد۔ ہے اس میں آہ؟ رام چندر، گرو نانک جتنے باطل خدا دنیا میں ہوئے کسی میں ہماری آہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا کمالِ قدرت یہ ہے کہ کسی باطل خدا ظالم کو یہ سوجھی ہی نہیں کہ وہ اپنا نام اللہ رکھ لے۔ حق تعالیٰ کی طرف سے یہ تکوینی تحفظ ہے۔

تو دوستو! میں یہ کہہ رہا تھا کہ میرے شیخ و مرشد نے فرمایا کہ جس کو اللہ سے محبت ہوتی ہے اس کو اللہ والوں سے ضرور محبت ہوتی ہے۔ اب مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کا استدلال دیکھئے۔ وہ واقعات اور قصص میں بڑے بڑے مشکل مضامین کو حل فرما دیتے ہیں۔

ایک واقعہ سے مناسبتِ روحانی پر استدلال

فرمایا کہ حکیم جالینوس کا جنگل کی طرف صبح کے وقت ٹہلنے کا معمول تھا۔ بزرگوں کا ارشاد ہے صبح کی ہوا لاکھ روپے کی دوا۔ خود حکیم الامت مجددالملت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ صبح کو جنگل میں ٹہلتے تھے۔ قرآن پاک کے پانچ پارے تھانہ بھون کے جنگل میں ٹہلتے ہوئے پڑھتے تھے اور فرماتے تھے کہ جو کچھ ملنا ہوتا ہے اسی جنگل میں پا جاتا ہوں یعنی علوم وہیں القاء ہو جاتے ہیں کیونکہ جنگل میں گناہ نہیں ہوتے آبادی میں گناہ ہوتے ہیں وہاں صاف ستھری پاکیزہ فضا میں علوم عطا ہو جاتے ہیں وہیں سب کچھ مل جاتا ہے۔

تو حکیم جالینوس ہواخوری کے لیے ٹہلنے نکلا۔ راستہ میں اس کو ایک پاگل ملا۔ جالینوس کہتا ہے کہ اس پاگل نے مجھے آنکھ ماری، چشم زد و قہقہہ کرد۔ آنکھ ماری اور زور سے ہنسا۔ حکیم جالینوس فوراً واپس آیا اور دواخانہ میں اپنے ملازم سے کہا کہ میں جو پاگلوں کو دوا دیتا ہوں آج مجھے بھی ایک خمرا ک فوراً کھلا دو۔ عطار نے کہا کہ حضور ابھی تو آپ بالکل خیریت سے گئے ہیں۔ پاگل ہونے میں کچھ منازل ہیں کچھ پہلے ظاہر ہوتے ہیں جب یہ جذبہ اتنی جلدی کیسے پاگل ہو گئے!

ایک صاحبِ جذب کا لطیفہ

اس پر مجھے ایک واقعہ یاد آ گیا پاکستان کے شہر ٹیکسلا میں میرے ایک خلیفہ حکیم امیر احمد صاحب مرحوم بڑے صاحبِ جذب، صاحبِ نسبت تھے۔ اللہ کی یاد میں بہت روتے تھے۔ وہ میرے ساتھ سفر کر رہے تھے وادیٔ کاغان کا۔ پہلے بالاکوٹ آیا۔ مولانا اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی قبر پر میں نے حاضری دی میں نے اللہ سے دُعا کی کہ یا اللہ یہ وہ شخص ہے، شاہ

ولی اللہ کا پوتا، نازونعمت کا پلا ہوا، دہلی کے بڑے بڑے رئیس اور تاجر جس کو دیکھ کر کھڑے ہو جاتے تھے کہ شاہ ولی اللہ کا پوتا جا رہا ہے۔ ایسا نازونعمت کا پلا ہوا اور معزز شخصیت دہلی سے آکر بالاکوٹ کے پہاڑوں کے گھاس اور تنکوں پر اپنا خون بہا دیا۔ وہاں ایک مصرعہ بھی لکھا ہوا ہے کہ ۔

خون خود را بر کہ و کہسار ریختت

یہ اسمٰعیل شہید وہ شہید ہے کہ جس نے بالاکوٹ کے پہاڑوں کے گھاس اور تنکوں پر اپنے خون کو بکھیر دیا۔ شاہ ولی کے پوتے کا خون اس بالاکوٹ کے پہاڑوں کے دامن کے گھاس اور تنکوں پر اللہ کی محبت میں بہہ گیا۔

خون خود را بر کہ و کہسار ریختت

وہاں سے جب ہم آگے چلے تو وہاں کا سفر ایسا ہے کہ ایک طرف دو ہزار فٹ کی گہرائی اور ایک طرف پہاڑ کا دامن۔ وہاں اگر موٹر گرتی ہے تو کوئی بچتا نہیں اور حکیم امیر احمد صاحب کو حال آجاتا تھا اور حال میں ان کی آواز نکلتی تھی یا رب! یا رب! یا رب! ۔ اب ان کو حال شروع ہو گیا اور وہ ڈرائیور کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے حکیم صاحب سے کہا کہ اگر آپ کے اس حال کی وجہ سے یہ ڈرائیور بے حال ہو گیا اور وہ ان نعروں سے گھبرا گیا اور موٹر دو ہزار فٹ نیچے گر گئی تو ہم میں سے ایک بھی نہیں بچے گا۔ آپ تو مجھے آدھے پاگل معلوم ہوتے ہیں انہوں نے کہا کہ میں اتنے دنوں سے آپ کے ساتھ ہوں اور میں آدھا ہی پاگل ہُوا۔ ارے ابھی تک میں پُورا پاگل نہیں ہُوا۔ مَیں نے کہا کہ دیکھو یہ عجیب پاگل ہے پاگل ہونے کا اس کو اتنا شوق ہے کہ آدھا پاگل ہونا اس کو ناگوار ہے کہ میں اللہ تعالےٰ

کا پورا پاگل کیوں نہیں ہوا؟

دلیلِ ولایت وجد و حال نہیں بلکہ تقویٰ ہے

اب حال پر بھی ایک بات عرض کردوں۔ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ جس کو حال آجائے وہ بہت بڑا ولی اللہ ہے۔ یاد رکھئے کہ ولی اللہ وہی ہے جو شریعت اور سُنّت پر عمل کرتا ہے اور گناہوں سے بچتا ہے جس کو دیکھو ہر سال حج اور عُمرہ کرتا ہے اور ہر وقت تسبیح ہے اس کا تقویٰ دیکھو کہ کتنا ہے، اللہ تعالےٰ نے اپنی دوستی کی بنیاد تقویٰ پر رکھی ہے۔ وہ آیت یہ ہے: اِنْ اَوْلِیَآءُہٗ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ۔ (انفال ع۴) اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں کہ اے دنیا والو! سُن لو کہ میرا ولی وہی ہے جو مجھے ناراض نہیں کرتا گناہ سے بچتا ہے۔ یہ نہیں کہ ہر وقت تسبیح اور خوب رونا گانا لیکن جب لندن کی سڑکوں پر چلے لیسٹر ہو کہ مانچسٹر ہو وہاں اس کا ٹیسٹر دیکھو کہ کہاں کہاں ٹیسٹ کر رہا ہے؟ حرام ذائقہ لے رہا ہے، کس میم کو اور کس امرد انگریز کو شخص دیکھ رہا ہے۔ تب پتہ چلے گا کہ اس کے قلب میں کس قدر اللہ تعالےٰ کی محبت اور عظمت ہے۔ وہاں یہ آیت یاد رہے کہ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ۔ اپنی نگاہوں کو ایمان والے نیچی کرلیں وہاں بخاری شریف کی یہ روایت یاد رہے کہ زِنَی الْعَیْنِ النَّظَرُ۔ (کتاب الاستیذان) نظر بازی کرنا اور نظر کی حفاظت نہ کرنا، کسی کی بہو بیٹی اور کسی کی وائف کو دیکھنا آنکھوں کا زنا ہے۔ آج اسی کا عذاب ہے کہ جس کو دیکھو نیند نہیں آرہی ہے۔ جن کے ٹیسٹر آزاد ہیں ان مسٹروں کو نیند نہیں آرہی ہے، ویلیم فائیو کھا رہے ہیں۔ میں ان سے کہتا ہوں کہ کیوں دیکھی کسی کی وائف کہ کھانی پڑی ویلیم فائیو۔ کیوں دیکھا؟ اپنی بیوی پر صبر کرو۔

اس سے بڑھ کر کوئی لیلیٰ نہیں جو بدست مولیٰ ملی ہو۔ دوستو! اس کو دردِ بھرے دل سے کہتا ہوں کہ اپنی بیویوں کی قدر کرلو۔

تو میں کہہ رہا تھا کہ تہجد و اشراق و تسبیحات و حج اور عمرہ دلیلِ ولایت نہیں ہے؛ دلیلِ ولایت تقویٰ ہے۔ جو شخص اپنی خلوتوں میں اللہ والا ہو، بازاروں میں اور سڑکوں پر اللہ تعالیٰ کی عظمت کو اپنے اوپر غالب رکھتا ہو وہ ولی اللہ ہے۔

نظر کی سرحد اور دل کے دارالخلافہ کی حفاظت

نظر کی اور دل کی دو حفاظت

کر لیجئے اور ولی اللہ ہو جائیے۔ اختر اس بات کو علماء کے محضر میں پیش کر رہا ہے کہ سلطنت کی حفاظت دو طرف سے ہوتی ہے۔ سرحد سے اور دارالخلافہ یعنی کیپیٹل سے۔ اللہ تعالیٰ نے سرحد اور دارالخلافہ دونوں کی حفاظت کا حکم نازل کیا یَعْلَمُ خَآئِنَۃَ الْاَعْیُنِ۔ ہم تمہاری آنکھوں کی سرحدوں سے باخبر ہیں۔ اگر تم نے خیانت کی تو سرحد سے دشمن آجائے گا، غیر اللہ آجائے گا تمہارا لا الہ کمزور پڑ جائے گا پھر الا اللہ سے محروم ہو جاؤ گے اور دوسرا کیا ہے۔ وَمَا تُخْفِی الصُّدُوْرُ (پارہ ۲۴ سورۂ مومن) اور اللہ تمہارے سینہ اور دل کے رازوں سے باخبر ہے کہ تمہارے ہاتھ میں تسبیح اور دل میں معشوقوں کا خیال موجزن ہے۔

بس جو دو حفاظت کر لے۔ آنکھ کو بچالے اور دل کو بچالے گندے خیال نہ لائے، پچھلے گناہوں کا مزہ بھی نہ لوٹے۔ شیطان بڑا زبردست ٹیچر ہے اور بروز سنیچر خاص فیچر دکھاتا ہے کیونکہ دیکھتا ہے کہ یہ مُلا ہو گیا، داڑھی رکھ لی، بزرگوں سے تعلق ہے اب یہ گناہ نہیں کرے گا تو پچھلے گناہوں کا نقشہ اس کو دکھاتا ہے؛

اور کہتا ہے کہ اب تم ان گناہوں کا مزہ لو جو ماضی میں کیے تھے اس لیے قصداً پرانے گناہوں کے خیالات، اللہ کی نافرمانی سے مزہ لینا حرام ہے۔ پچھلی ہو یا اگلی ہو۔ تو ماضی کے گناہوں کا خیال بھی نہ لائے۔ بس دو حفاظت کا نام خانقاہ ہے دل کی حفاظت اور آنکھوں کی حفاظت۔ جسے یہ دو باتیں حاصل ہوگئیں تو سمجھ لو کہ ان شاء اللہ خانقاہ کا حاصل اسے مل گیا۔ جس نے آنکھوں کو نہ بچایا تو سرحد سے غیر اللہ داخل ہوگیا۔ جب غیر اللہ ہوگا تو اللہ کیسے ملے گا اور جس نے دل میں گندے خیالات پکائے اس کا دار الخلافہ اور کیپٹل خطرہ میں پڑ گیا۔

شیخ سے فیض یافتہ ہونے کی علامات

اس لیے دوستو اگر کسی مرید کو دیکھنا ہو کہ یہ اپنے شیخ کے ساتھ اتنے زمانہ سے ہے اس کو اپنے شیخ و مرشد سے کتنا فیض حاصل ہوا تو اس کی تہجد اور اشراق مت دیکھو اس کو سڑکوں پر دیکھو کہ جب مخلوق میں مخلوط رہتا ہے تو پھر وہ کتنا اللہ کو یاد کرتا ہے پھر اس کا ٹیسٹر دیکھو کہ حرام مزے تو نہیں ٹیسٹ کر رہا ہے، اس مسٹر کی ٹرمس ہوتی ہے کہ نہیں اور جسٹر پہنچے ہو تو مانچسٹر میں اس کو آزماؤ کہ یہاں یہ نظر بچاتا ہے کہ نہیں، اسی لیے عرض کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے بنیادِ ولایت تقویٰ پر رکھی ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ اگر تقویٰ حاصل کرو گے تو میرے ولی بن جاؤ گے۔ اور تقویٰ نہیں پا سکتے ہو مگر صاحبِ تقویٰ کی صحبت سے۔

صادق اور متقی کی نسبت تساوی پر دلیل بالنص

اللہ تعالیٰ فرماتے

ہیں کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ۔ (پارہ ۱۱، توبہ ۱۱۹) صادقین بمعنی متقین ہے اور اس کی دلیل کیا ہے ؟ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُتَّقُوْنَ (پارہ ۲، بقرۃ ۱۷۷) اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ صادقون اور متقون بالکل ایک ہیں، کلی متساوی ہے۔

صَادقین نازل ہونے کا راز

پھر صادقین کیوں نازل فرمایا؟ جب مفہوم ایک ہی ہے صادقین اور متقین دونوں مساوی ہیں تو اللہ نے صادقین کیوں نازل فرمایا اور متقین سے کیوں صرفِ نظر فرمایا اس کا راز میرے قلب میں اللہ تعالیٰ نے بزرگوں کی دعاؤں کی برکت سے عطا فرمایا کہ ایسا نہ ہو کہ وہ متقی نہ ہو کاذب ہو اور تم کاذبین کا دامن پکڑ لو اس لیے صادقین نازل فرمایا کہ جو صادق فی التقویٰ ہو تقویٰ میں سچا ہو اس کی جلوت اور خلوت کو دیکھو۔ جس مرید کو دیکھنا ہو کہ اس نے اپنے شیخ سے کتنا فیض حاصل کیا اس کو سڑکوں پر دیکھو کہ یہ اپنی نگاہوں کی کتنی حفاظت کرتا ہے، اگر اس کے قلب میں اللہ کی عظمت ہے تو ان شاء اللہ غیر اللہ کو نہیں دیکھے گا۔ آپ بتائیے کہ اگر شیر ساتھ ہو تو کیا وہ لومڑیوں اور بندروں سے دل لگائے گا جب کہ شیر راستہ میں کہتا بھی ہو کہ دیکھو بندر کو نہ دیکھنا۔

ایک جعلی پیر کے فریب کا واقعہ

بندر پر ایک واقعہ یاد آیا کہ بلوچستان میں ایک جعلی پیر نے ایک شخص سے کہا کہ تم مجھے دس ہزار روپیہ دے دو اور میرے یہاں کرسی میز لگا دو تو تم جس پوسٹ پر ہو میں اس سے ترقی کی تعویذ دبا دوں گا اور

تم کو ترقی مل جائے گی۔ وہ بے چارہ بے وقوف تھا۔ بعد میں تو لُٹ لٹا کر پٹ پٹا کر میرے پاس آیا۔ دس ہزار دے دیا اور اس کے بعد جس پوسٹ پر تھا اس سے اور نیچے گر گیا۔ اس نے جعلی پیر سے کہا کہ تم نے میرے ساتھ دھوکہ کیا میرا دس ہزار واپس کرو تو اس نے کہا کہ میں نے جو تم کو ایک وظیفہ دیا تھا تو میں نے ایک شرط لگائی تھی کہ جب یہ وظیفہ پڑھنا تو بندر کا خیال مت کرنا۔ قرآن سر پر رکھ کر سچ سچ بتاؤ کہ تم کو بندر کا خیال آیا تھا کہ نہیں؟ اس نے کہا کہ اگر تم منع نہ کرتے تو کبھی خیال نہ آتا۔ ظالم تیرے منع ہی کرنے سے جب میں نے تسبیح پکڑی اور سامنے بندر۔ اگر آپ کسی کو منع نہ کریں تو زندگی بھر کسی کو خیال نہیں آئے گا لیکن اگر آپ اس کو بتا دیں کہ یہ وظیفہ پڑھتے وقت بندر کا خیال نہ کرنا تو ضرور آئے گا۔ تو یہ جعلی پیر اس طرح ٹھگتے ہیں کہ قصور اسی کا کر دیا کہ تم نے چونکہ بندر کا خیال کیا اس لیے وظیفہ نے اثر نہیں کیا۔

تو ہمارے بزرگ مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاب گڈھی الٰہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جن کی زیارت مولانا محمد ایوب صاحب نے بھی کی ہے جو میرے شیخ کے خلیفہ بھی ہیں۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے کسی نعمت سے نوازا ہے وہ اپنے منہ سے تو نہیں بتائیں گے اس لیے بتا دیا کہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم کا خلیفہ اختر بھی ہے اور مولانا محمد ایوب صاحب سورتی بھی۔ اور یہ اس لیے بتا رہا ہوں تاکہ ان کی اس نعمت کا شہرہ ہو جائے اور مخلوق کو استفادہ آسان ہو۔ اور ترکیشور میں انہوں نے بہت عرصہ حدیث پڑھائی ہے اور لیسٹر میں مجلس دعوۃ الحق کی بنیاد ڈالی اور میں وہیں ٹھہرا ہوا ہوں۔

میں یہ عرض کررہا ہوں کہ مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ میرے شیخ بھی تھے۔ میں ان سے بیعت بھی ہوا تھا۔ میں نے تین دریاؤں سے پانی پیا ہے کوئی سنگم ہوتا ہے اور کوئی تربینی ہوتا ہے۔ مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ مولانا شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا شاہ ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم ان تینوں دریاؤں کا پانی آپ اس فقیر سے ان شاء اللہ پئیں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے اور سب سے پہلے میں حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب ہی کے پاس تھا کیوں کہ طبیہ کالج الٰہ آباد میں جب میں حکیم بن رہا تھا تو روزانہ ان ہی کی صحبت میں جاکے بیٹھ جاتا تھا۔ بزرگوں سے عشق ومحبت اور اللہ والوں کی تلاش تو مجھ کو تھی کہ اللہ ملے گا تو صرف اللہ والوں ہی سے ملے گا۔ مٹھائی کس سے ملتی ہے؟ مٹھائی والوں سے اور کباب، کباب والوں سے اور آم، آم والوں سے بس سمجھ لیجئے کہ اللہ اگر حاصل کرنا ہے تو کسی اللہ والے کے ساتھ رہئے مگر اس کی شرائط میں یہ بھی ہے کہ وہ جو مشورہ دے اس پر عمل بھی کرو۔

بزرگی کا معیار

خیر تو حضرت نے جو شعر پڑھا اس کے معنی یہ تھے کہ بعض بے وقوف لوگ صاحبِ حال کو ولی اللہ سمجھتے ہیں کہ بس کودنے لگے، خوب چلائے، نعرہ مارے۔ نعرہ لگایا اور وہ سمجھے کہ بس یہ تو عرشِ اعظم پر رہتا ہے چاہے اس کی زندگی سُنّت کے خلاف ہو۔ یہ دیکھو کہ ٹیڈیوں کو دیکھ کر نظر بچاتا ہے کہ نہیں، اختر یہ کہتا ہے کہ کسی کی بزرگی دیکھنا ہو تو سڑکوں پر دیکھو، جس صوفی اور جس مولوی اور جس پیر کو دیکھنا ہو تو اس کا تقویٰ دیکھو کہ نمکیاتِ لیلائے کائنات سے احتیاط کرتا ہے یا نہیں، اگر وہ

نمکیاتِ لیلائے کائنات سے نظر بچاتا ہے تو یہ دلیل ہے کہ اس کے قلب کے اندر خالقِ نمکیاتِ لیلائے کائنات ہے۔ کوئی سورج کی ہم نشینی کا دعویٰ کرے کہ میں سورج کا دوست ہوں اور ستاروں پر فریفتہ ہو جائے تو اس کا یہ ستاروں پر فدا ہونا دلیل ہے کہ یہ جلیسِ خورشید، ہم نشینِ سورج اور مصاحبِ آفتاب نہیں ہے۔ مُردہ لاشوں پر فدا ہو جانا اور ان کے رنگ اور ڈسٹمپر کو دیکھ کر خلافِ راہِ پیغمبر چلنا دلیل ہے کہ اس شخص کا قلب محروم ہے۔ اگر اللہ کی محبت کا جھنڈا اس کے قلب پر لہرایا ہوتا تو یقیناً یہ نگاہ نیچی کر لیتا کہ میرے اللہ کا یہ حکم ہے۔ اسی لیے جگر مرادآبادی نے کہا ہے ؎

میرا کمالِ عشق بس اتنا ہے اے جگر
وہ مجھ پہ چھا گئے میں زمانہ پہ چھا گیا

جس پر اللہ کی محبت چھا جاتی ہے وہ کہیں مغلوب نہیں ہو سکتا۔ نفس کی کیا حقیقت ہے۔ نفس و شیطان سب اللہ والوں کے سامنے مغلوب ہو جاتے ہیں دوستو! اسی

مصاحبِ اہل اللہ پر تقویٰ کی زیادہ ذمہ داری ہے

لیے عرض کرتا ہوں کہ اللہ والوں کے ساتھ رہو تو اور زیادہ محتاط رہو کیوں کہ اللہ تعالیٰ دیکھتے ہیں اتنی اچھی صحبتوں میں بھی یہ ظالم اپنی بدمعاشیوں سے باز نہیں آتا، نظر کی خباثتوں سے باز نہیں آتا۔ اس کو تو بہت زیادہ محتاط ہونا چاہیے کیونکہ اس کو اللہ تعالیٰ نے کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ کی نعمت سے نوازا ہے نعمت پا جانے کے بعد نعمت دینے والے کا شکریہ اور زیادہ ہو جاتا ہے

یا نہیں؛ اس کو ایک نعمت حاصل ہے۔ وہ کیا ہے؟ صحبتِ صالحین۔

شکرِ حقیقی اور اس کی دلیل قرآنِ پاک سے

اس نعمت کا شکریہ کیا ہے؟

بعض لوگ کہتے ہیں کہ شکریہ تو ادا کرتا ہوں کہ اللہ تیرا شکر ہے، اللہ تیرا شکر ہے۔ لیکن شکرِ حقیقی گناہوں کو چھوڑنا ہے۔ دلیل پیش کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ۔ اے اصحابِ بدر، اے بدر کی جنگ لڑنے والے صحابہ! تمہاری مدد کی خدائے تعالیٰ نے اور تم کو فتح عطا فرمائی۔ وَاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ۔ یہ جملہ حالیہ ہے حالانکہ تم بہت کمزور تھے فَاتَّقُوا اللّٰهَ پس تم میری نافرمانی مت کرنا۔ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (پ۴، سورۂ آلِ عمران ۱۲۳) تاکہ تم شکر گذار بندے بن جاؤ۔ بس اختر اس مسجد میں یہ اعلان کرتا ہے کہ اصلی شکر گذار وہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کو چھوڑ دے، حرام کھانا چھوڑ دے، حرام نظر چھوڑ دے، جتنے بھی گناہ ہیں سب سے توبہ کرلے۔ اسی میں ایک یہ بھی ہے کہ داڑھی ایک مُشت رکھ لے۔ دیکھئے حوالہ دیتا ہوں ؎

پھر نہ کہنا ہمیں خبر نہ ہوئی

داڑھی رکھنے کی ترغیب عاشقانہ اور تازیانۂ محبت

بتایئے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک پر داڑھی تھی کہ نہیں۔ تو اگر ہم اپنے نبی کی شکل نہ بنائیں گے اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھ لیا کہ تم کو میری شفاعت چاہیے؟ کہے گا کہ جی ہاں آج گنہگاروں

کے لیے تو آپ ہی کی شفاعت کا سہارا ہے اور آپ نے سوال کر لیا کہ تو نے میری شکل میں کیا عیب پایا کہ ظالم تو نے ساری دنیا کی شکلیں بنائیں اور میری شکل نہیں بنائی تو کیا جواب دو گے؟ بتایئے یہ گال ہمارے ہیں یا اللہ کے ہیں، ہم بھی اللہ کے ہیں، ہمارے گال بھی اللہ کے ہیں۔ جب اللہ کے ہیں تو اللہ کے حکم کا جھنڈا ان گالوں پر لہرا دیجئے۔ داڑھی ایک مُشت رکھئے۔

داڑھی کے وُجوُب کے شرعی دلائل

جو کٹاتے ہیں، ایک مُشت نہیں رکھتے بہشتی زیور جلد ۱۱ صفحہ ۱۱۵ پر تمام علماء کا اجماع ہے کہ چاروں ائمہ کے نزدیک داڑھی ایک مُٹھی رکھنا واجب ہے اور ایک مُٹھی سے کم کرنا بھی حرام ہے۔ جتنا منڈانا حرام ایک مُٹھی سے کم کرنا اتنا ہی حرام ہے لَا فَرْقَ بَيْنَهُمَا دونوں میں ذرا بھی فرق نہیں۔ اس پر چاروں ائمہ کا اجماع ہے۔ اگر امام شافعیؒ یا امام احمد بن حنبلؒ یا امام مالکؒ کے نزدیک کچھ بھی گنجائش ہوتی تو کہہ دیا جاتا کہ چلو گنجائش پر عمل کر لو لیکن دوستو! چاروں ائمہ کا اجماع ہے۔ شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ جن کی کتاب تبلیغی نصاب سارے عالم میں پڑھی جاتی ہے انہوں نے ایک رسالہ لکھا ہے داڑھی کا وُجوُب۔ اس میں چاروں ائمہ کا اجماع نقل کیا ہے۔ اس کو پڑھ لیجئے بھائی۔

خود اپنے کو تکلیف دینے والا عمل

اور پھر اس میں دیکھئے ایک تکلیف بھی ہے۔ سُنّت کے خلاف ہر عمل میں ایک مصیبت ہے۔ صبح صبح اٹھ کے گال کی کھنچائی کرنا بغیر گال

کھینچے ہوئے بیٹھ چل نہیں سکتا۔ تو اپنی کھنچائی خود کرنا بھائیو! بتاؤ کیسا ہے؟ ابھی دشمن آپ کی کھنچائی کر دے تو آپ تعویذ لینے آتے ہیں کہ مولانا تعویذ دے دو محلہ میں ایک دشمن ہے جو میری کھنچائی کرتا رہتا ہے اور آپ اپنے ملائم گالوں کی خود کھنچائی کرتے ہیں۔ ایک کوٹ پھر ڈبل کوٹ اور آخری کوٹ کا نام شاید آپ کو معلوم ہوگا بالکھونٹی اکھاڑ کوٹ۔

ایک صاحب نے میرے کہنے سے داڑھی رکھ لی تو ایک دن ان کی بیوی نے کہا میاں ہمیں بھی دعا میں یاد رکھنا۔ تو انہوں نے پوچھا کہ اس سے پہلے کبھی آپ نے مجھ سے دعا کے لیے نہیں کہا جب میں داڑھی منڈا رہا تھا تو اس نے کہا کہ اس وقت آپ دعا کے اہل نہیں تھے۔ آپ اہلیہ لگ رہے تھے داڑھی نہ ہونے سے لَا فَرْقَ بَیْنِیْ وَ بَیْنَکَ لہٰذا دوستو عرض کرتا ہوں کہ داڑھی سے دنیا میں بھی فائدہ ہے۔

شیر اور داڑھی

اچھا آپ لوگوں نے کبھی عجائب خانوں میں شیروں کو دیکھا ہے؟ اختر جو آپ سے خطاب کر رہا ہے۔ میرا معمول ہے جس ملک میں جاتا ہوں وہاں کے شیروں کو دیکھتا ہوں آج تک کوئی شیر ببر مجھ کو نہیں ملا جس کے داڑھی نہ ہو اور پٹہ بھی ہوتا ہے کہ دُم اگر نہ ہوتی تو شیخ کامل معلوم ہوتا ظالم۔ دُم سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جانور ہے۔

مخلوق کی لاج رکھنے والا خالق

اور اللہ تعالیٰ نے جانوروں کے دُم کیوں لگائی؟ کیوں کہ جانور بے عقل ہے۔ ان کی شرم کی جگہ اللہ نے دُم سے چھپا دی۔ یہ راز اختر سے

سُن لیجیے۔ شاید بہت سے لوگوں نے یہ راز نہ سمجھا ہو کہ جانوروں کو دُم کیوں عطا فرمائی اور انسان کو کیوں عطا نہیں فرمائی؟ چونکہ انسان کو اللہ نے عقل دی ہے وہ اپنی شرم کی جگہ کو کپڑوں سے چھپا سکتا ہے۔ جانور بے چارے بے عقل ہیں؛ اللہ نے اُن کے دُم لٹکا دی کہ ان کی شرم کی جگہ چھپی رہے۔ آہ! اللہ تعالیٰ کو اپنی مخلوق کی لاج آئی۔

نمازیوں کو اہتمامِ ستر کا ایک مشورہ

اسی لیے کہتا ہوں کہ پتلون اگر ڈھیلی ڈھالی ہے تو جائز تو ہے مگر کم از کم کرتا پیچھے ہونا چاہیے۔ فیکٹری میں جب کہ انجینیئر کام کر رہا ہے تو کیوں کہ مشین میں اس کے کپڑے آجاتے ہیں تو فیکٹری میں جہاں مشینیں چل رہی ہوں وہاں اس کی گنجائش ہے کہ کپڑے کو اندر کرلو کیونکہ مشین میں کپڑے پھنس جاتے ہیں لیکن مسجد میں کون سی مشینیں لگی ہیں کہ کرتے کو اندر ٹھونسے رہتے ہیں کہ آگے پیچھے سب نظر آرہا ہے۔ یہ غیرت اور شرم کے بھی خلاف ہے۔ یہ میں بہ حیثیت مفتی کے نہیں بتا رہا ہوں بہ حیثیت دار الافتاء حیا اور شرم کے بات کر رہا ہوں کہ پچھلا حصہ نظر آتا ہے شرم آتی ہے اس لیے میں نمازیوں سے کہتا ہوں کہ کرتے کو نکال کر پیچھے ڈال دیجیے تاکہ آگا بھی چھپا ہو، پیچھا بھی چھپا ہو۔ یہ اللہ کے دربار کا ادب ہے اور اس میں کوئی مشکل بھی نہیں۔ اور بیشک فیکٹریوں میں، مشینوں میں جب انجینئر کی حیثیت سے آپ راؤنڈ لگائیں تو آپ بے شک اپنا ساؤنڈ رکھیے۔ لیکن مسجد میں تو کوئی مشین نہیں ؛ یہاں جب آئیے تو کرتے کو پتلون سے نکال لیجیے۔ تاکہ اگلا حصہ بھی چھپا ہو، پچھلا حصہ بھی

چھپا ہو۔ حیا اور شرم اللہ کی عظمت کا حق ہے۔ کتنے بڑے مالک کے سامنے کھڑے ہو۔

داڑھی نشانِ شجاعت اور شعارِ مردانہ ہے

تو مَیں عرض کر رہا تھا کہ مَیں نے دنیا کے عجائب خانوں کے شیروں کو دیکھا کہ سب کے داڑھی تھی۔ جس نے نہ دیکھا ہو تو کبھی دیکھ لینا کہ شیر ببر جتنے ہوتے ہیں ان کی پوری داڑھی ہوتی ہے اور شیر کی بی بی یعنی شیرنی کے منہ پر بالکل بال نہیں ہوتے۔ ابھی ساؤتھ افریقہ میں دیکھا کہ ایک شیر اور ایک شیرنی سڑک پر بیٹھے ہوئے تھے اور بڑی دعاؤں کے بعد وہ نظر آئے۔ تین سو ساٹھ کلو میٹر کا جنگل ہے کبھی بڑے بڑے بادشاہوں کو بھی شیر دیکھنا نصیب نہیں ہوتا۔ شیر اختیار میں تو ہے نہیں کہ چلو دکھاؤ۔ ہم غلاموں کو اللہ تعالٰی دکھا دیتا ہے۔ دُعا مانگتے ہیں کہ اے اللہ اتنی دُور سے آئے ہیں شیروں کو حکم دے دے کہ قریب آجائیں تو ایک شیر اور شیرنی بالکل راستہ میں بیٹھے ہُوئے تھے۔ دیکھا کہ شیرنی کے چہرہ پر ایک بال بھی نہیں اور شیر کی پُوری داڑھی۔ تو مَیں اپنے دوستوں سے جو یہاں بیٹھے ہُوئے ہیں ایک سوال کرتا ہوں کہ آپ شیر بننا چاہتے ہیں یا شیرنی؟ جو شیرنی بننا چاہتا ہو ہاتھ اٹھا دے (سب لوگ ہنسنے لگے اور حضرت والا کی تقریر سے سب لوگ محظوظ ہو رہے تھے حتّٰی کہ جن کے داڑھی نہیں تھی وہ بھی مسرور نظر آرہے تھے۔ جامع)

دیکھا آپ نے ایک ہاتھ بھی نہیں اٹھا۔ اللہ تعالٰی نے ہم کو مرد بنایا ہے۔ اس میں اتنا فائدہ ہے کہ جس دن آپ نے داڑھی رکھ لی اسی دن سے

آپ کو دنیا میں بھی عزت عطا ہوگی بیوی بھی دُعا کرائے گی اور خاندان بھی کہے گا کہ صوفی صاحب ذرا ہمیں بھی دُعاؤں میں یاد رکھنا۔ یہ کوئی معمولی نعمت ہے ؟

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش کرنا سعادتِ عظمیٰ ہے

اور سب سے بڑی سعادت و نعمت یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوجائیں گے۔ بتاؤ بیوی کو خوش کردیا، دفتر والوں کو خوش کردیا، سوسائٹی اور معاشرہ کو خوش کردیا اور آہ! حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دل دکھادیا۔ بخاری شریف میں آپ کا ارشاد ہے کہ داڑھی کو بڑھاؤ اور مونچھوں کو کٹاؤ۔ وَفِّرُوا اللُّحٰی وَاحْفُوا الشَّوَارِبَ اور اِنْهَكُوا الشَّوَارِبَ وَاعْفُوا اللُّحٰی (بخاری جلد ۲، کتاب اللباس) علماء بیٹھے ہوئے ہیں، پوچھ لیجئے۔ آپ بتائیے کہ جن کی شفاعت کے سہارے ہم جی رہے ہیں ان کا قلب مبارک خوش کردینا بہتر ہے یا اپنا دل یا بیوی کا دل یا دفتر والوں کا دل ؟

دُنیا میں بھی عزت

جس نے بھی داڑھی رکھی میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو دنیا میں بھی عزت عطا فرمائی۔ پورے پاکستان کی ہاکی ٹیم کا سابق کپتان اور موجودہ کوچ جو پاکستان کی طرف سے ساری دنیا میں بھیجا جاتا ہے اتنا معزز شخص اس نے داڑھی رکھ لی۔ میں نے پوچھا کہ تمہارے شاگرد جو کھلاڑی ہیں تمہارا مذاق تو نہیں اُڑاتے؟ کہا کہ ہاکی کے جتنے میرے شاگرد کھلاڑی ہیں اب وہ سب مجھے سلام کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ صوفی صاحب دُعا کرنا۔ میری تو عزت بڑھ گئی۔ جو داڑھی رکھے گا اس کو ان شاء اللہ تعالیٰ عزت

ملے گی اور قیامت کے دن آپ اللہ کے حضور یہ شعر پیش کرسکیں گے ۔

ترے محبوب کی یارب شباہت لے کے آیا ہوں

کون سا محبوب؟ مدینہ والا محبوب رب العالمین صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم

ترے محبوب کی یارب شباہت لے کے آیا ہوں
حقیقت اس کو تو کر دے میں صورت لے کے آیا ہوں

جیسا جسم ویسی رُوح

دیکھئے انسانی ماں کے پیٹ میں انسان کا اسٹرکچر بنتا ہے تو اللہ تعالےٰ اس میں انسان کی روح ڈال دیتا ہے۔ گدھی اور کتیا کے پیٹ میں پہلے گدھے اور کتے کا اسٹرکچر بنتا ہے پھر اس میں گدھے اور کتے کی روح ڈال دیتے ہیں۔ جیسا اسٹرکچر اور ڈھانچہ ہوتا ہے ویسی ہی روح اس میں ڈال دی جاتی ہے۔ جب ہم اللہ والوں کا اسٹرکچر اور ظاہر بنائیں گے تو اللہ والوں کے اسٹرکچر میں اللہ تعالےٰ اللہ والوں کی روح ہمارے اندر ان شاء اللہ داخل کر دے گا اور روزانہ بلیڈ استعمال کرنے کی محنت سے بھی بچ جائیں گے۔

جنت میں اہلِ جنت کے داڑھی نہیں ہوگی

اب رہ گیا یہ کہ گال چکنے ہونے کا مزہ کیسے آئے گا؟ سرورِ عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا وعدہ ہے کہ جب تم لوگ جنت میں داخل ہوگے تو کسی جنتی کے چہرہ پر داڑھی نہیں ہوگی نہ کسی نبی کے داڑھی ہوگی نہ کسی ولی کے داڑھی ہوگی۔ یَدْخُلُ اَھْلُ الْجَنَّۃِ الْجَنَّۃَ جُرْدًا مُرْدًا مُکَحَّلِیْنَ ...الخ (ترمذی جلد ۲، ابواب صفۃ اہل الجنۃ ص ۸۱)

ایک دم کیسے ہو گئے ؟ جیسے اٹھارہ سال کا کوئی خوب صورت نوجوان سُرخ سفید گالوں پر جیسے قندھاری انار نچوڑا ہوا اور چہرہ پر داڑھی کا ایک بال بھی نہ ہو ایسے سب جنّتی ہوں گے ۔ بس ذرا کچھ دن صبر کر لو، اللہ و رسول کا حکم مان کر چند دن کی دنیا میں داڑھی رکھ لو ان شاء اللہ پھر جنّت میں نہ بلیڈ کی ضرورت ہوگی نہ حجام کی ۔ وہاں داڑھی نکلے گی ہی نہیں ۔ اس وقت اللہ تعالےٰ کا حکم مان کر رکھ لو ۔ ان شاء اللہ تعالےٰ دُنیا میں بھی عزت ہوگی ۔

انبیاء علیہم السّلام کے چہروں پر داڑھی ہونا خود دلیلِ جمال ہے

اور یہی کیا کم ہے کہ ہمارے حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی شکل مبارک سے ہماری شکل مشابہ ہو جائے گی ۔ اگر داڑھی رکھنے سے چہرہ بدنما لگتا تو داڑھی ہرگز حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی سنت نہ ہوتی ۔ اللہ اپنے پیاروں کی شکل کو پیارا ہی بناتا ہے ۔ یہی دلیل ہے کہ داڑھی رکھنے سے شکل بدنما نہیں بلکہ خوب صورت ہو جاتی ہے ۔ کیا عمدہ شعر ایک نوجوان نے کہا ہے ۔

اگر داڑھی کے رکھ لینے سے چہرہ بدنما لگتا
تو پھر داڑھی مرے سرکار کی سنت نہیں ہوتی

داڑھی کے متعلق ایک خاص حکم عرض کیے دیتا ہوں کہ نچلے ہونٹ کے نیچے جو بال ہیں یہ داڑھی کا بچہ کہلاتے ہیں ۔ بعض لوگ انہیں منڈا دیتے ہیں داڑھی کا بچہ بھی داڑھی کے حکم میں ہے ۔ اس کا منڈانا بھی حرام ہے اور بعض لوگ خط بناتے بناتے نچلے جبڑے کے آخر تک لے آتے ہیں کہ تین چوتھائی (۴/۳)

گال فارغ البال ہو جاتا ہے اور داڑھی کی ایک ہلکی سی لکیر رہ جاتی ہے۔ اس طرح وہ اپنا ذوقِ کمسنی پورا کرتے ہیں۔ تو اس کا مسئلہ یہ ہے کہ جبڑے کے اوپری حصہ پر جو بال ہیں، ان کو صاف کر سکتے ہیں لیکن نچلے جبڑے کے بال داڑھی میں شامل ہیں، ان کا منڈانا حرام ہے اور داڑھی تینوں طرف سے ایک مُشت ہونی چاہیے۔ ٹھوڑی کے نیچے بھی ایک مُشت اور دائیں اور بائیں جانب بھی ایک مُشت۔ داڑھی کو حجام کے حوالے نہ کیجئے۔ اپنی مٹھی میں اپنی داڑھی پکڑ لیجئے پھر جو مٹھی سے زیادہ ہو اس کو حجام سے ترشوا لیجئے ورنہ خیریت نہیں ہے۔ یہ حجام کہتے ہیں کہ داڑھی سڈول کر دوں؟ اور سڈول کرتے کرتے ڈول کر دیتے ہیں۔ لہٰذا داڑھی تینوں طرف سے اپنی مٹھی میں رکھ کر ترشوا لیجئے پھر تیل لگا کر اس میں کنگھی کیجئے تاکہ داڑھی خوب صورت معلوم ہو۔ میر صاحب کی داڑھی پر میرا ایک شعر ہے (احقر راقم الحروف سے فرمایا کہ میر صاحب پہلے اپنی داڑھی دکھا دو۔ احقر سامعین کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ جامع) اب ان کی داڑھی پر میرا شعر سُنئے ؎

میر کی داڑھی کا نقشہ یوں سنا کرتے ہیں ہم
ناچتا ہو مور جیسے پَر کو پھیلائے ہوئے

میرے چھوٹے پوتے نے کہا کہ دادا میر صاحب کا پَر تو نیچے ناچ رہا ہے لیکن موروں کا پَر تو اوپر ناچتا ہے۔ میں نے کہا کہ بھائی یہ سوال تو تمہارا بہت اچھا ہے۔ بچوں کا بھولا پن اور سادگی۔ (پھر احقر کو بیٹھ جانے کے لئے ارشاد فرمایا۔ جامع)

سر کے بالوں کے احکام

بالوں کے تین طریقے مسنون ہیں۔ یا تو پورے سر کے بالوں کو اُسترے سے مُنڈوا دیں یا کانوں کی لَو تک پٹے رکھ لیں یا اگر چھوٹے بال رکھنا چاہیں تو رکھ سکتے ہیں لیکن ہر طرف سے برابر ہوں۔ پیچھے چھوٹے اور آگے سے بڑے جن کو انگریزی بال کہتے ہیں ان کا رکھنا جائز نہیں۔ ان کو تو آپ خود انگریزی بال کہتے ہیں یہ اسلامی بال کیسے ہو سکتے ہیں؟ اپنے پیارے نبی کے پیارے طریقوں کو چھوڑ کر غیروں کے طریقے اختیار کرنا بتائیے محبت کے خلاف ہے یا نہیں؟۔

حُرمتِ اِسبالِ اِزار اور اس کے دلائل

اب ایک دوسرا حکم بتاتا ہوں کہ ٹخنہ چھپانا حرام ہے۔ بعضے کم علم اور لٹریچر نویس جو تھوڑا سا لٹریچر پڑھ کر خود کو مولانا سمجھنے لگتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ایک حدیث میں ہے کہ اگر تکبر نہ ہو تو کوئی حرج نہیں مگر یہ بتاؤ کہ ان جُہلاء کی بات مانوں یا بخاری شریف کے شارح علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کی جو ایک لاکھ حدیث کے حافظ ہیں جنہیں حافظ الحدیث کہا جاتا ہے۔ وہ کتاب اللباس جلد ۱۰ میں فیصلہ لکھتے ہیں کہ تمام حدیثیں جمع کر کے میں فیصلہ کرتا ہوں کہ ٹخنہ چھپانا حرام ہے۔ ایک صحابی نے اِستثنیٰ مانگا کہ میری پنڈلی سوکھ گئی ہے، ہڈی پر گوشت نہیں ہے اِنِّیْ حَمِشُ السَّاقَیْنِ۔ مجھے ٹخنہ چھپانے کی اجازت دے دیجئے۔ لیکن اس بیماری کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اجازت نہ دی۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ کتنا اہم حکم ہے۔

ایک دوسرے صحابی کو آپ نے دیکھا کہ ان کا ٹخنہ چھپا ہوا ہے آپ نے فرمایا کہ اے میرے صحابی لَا تُسْبِلْ۔ اپنا ٹخنہ مت چھپایا کرو۔ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُسْبِلِیْنَ۔ اللہ تعالیٰ ٹخنہ چھپانے والوں سے محبت نہیں کرتا (فتح الباری جلد ۱۰ صفحہ ۲۶۴) کیوں دوستو! ٹخنہ چھپانے سے آپ کو حکومت کی طرف سے کتنا پونڈ ملتا ہے؟ اللہ تعالیٰ کی محبت سے محروم ہو جانا اس سے بڑھ کر کیا نقصان ہوگا! الحمد للہ میاں علماء بیٹھے ہوئے ہیں مسلم شریف کی روایت ہے کہ جو ٹخنہ چھپاتا ہے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس سے بات بھی نہیں کریگا۔ لَا یُکَلِّمُهُمُ اللّٰهُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس سے کلام محبت نہیں فرمائیں گے۔ وَلَا یَنْظُرُ اِلَیْهِمْ۔ اللہ تعالیٰ ایسوں کو اپنی نظرِ رحمت سے محروم کر دے گا۔ وَلَا یُزَکِّیْهِمْ۔ اور انہیں توفیقِ تزکیہ نہیں دے گا۔ یعنی ایسوں کو توفیقِ اصلاح بھی نہیں دے گا۔ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ۔ اور انہیں دردناک عذاب ہوگا۔ (مسلم جلد ۱، باب تحریم الاسبال صفحہ ۷۱)

اب اگر کسی کو ٹھنڈک لگتی ہو، یا پیروں میں درد رہتا ہو یا اور کوئی تکلیف ہو تو وہ موزہ پہن لے۔ علامہ خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ بذل المجہود شرح ابوداؤد میں لکھتے ہیں کہ جو لباس نیچے سے آرہا ہو اس سے ٹخنہ چھپ جائے تو کوئی حرج نہیں۔ موزہ پہن لیجئے کہ نیچے سے آرہا ہے اور جب بیٹھے ہو تو بیٹھنے کی حالت میں معاف ہے دیکھ لیجئے بیٹھے ہوئے سب کا ٹخنہ چھپا ہوا ہے، کوئی حرج نہیں۔ لیٹے ہو تو چادر اوڑھ لو اور ٹخنہ چھپالو کوئی گناہ نہیں۔ لیکن جب چل رہے ہوں یا کھڑے ہوں تو ان دو حالتوں میں ٹخنہ چھپانا

گناہ ہے اور یہ حکم مردوں کے لیے ہے عورتوں کے لیے نہیں ہے۔

ستر کی حدود اور اس کی حکمت

اور اس کا بھی خیال رکھئے کہ ناف سے گھٹنے تک چھپانا فرض ہے۔ انگریزوں کو دیکھ کر نیکر پہن کر صبح صبح دوڑ مت لگایئے۔ بعضے مسلمانوں کو دیکھ رہا ہوں کہ نیکر پہنے ہوئے ہیں اور گھٹنہ کھلا ہُوا ہے۔ ایک صاحب نے پوچھا کہ ناف سے گھٹنہ تک چھپانا کیوں فرض ہو گیا جب کہ اصل مقام جو چھپانا ہے وہ لنگوٹ سے بھی چھپ جاتا ہے۔ مَیں نے کہا کہ جہاں فوجی افسر رہتے ہیں وہاں حکومت کی طرف سے دُور تک تار لگا دیا جاتا ہے تاکہ فوجی افسروں کو کوئی نقصان نہ پہنچا دے وہ صاحب ہنسے اور کہا کہ بس سمجھ میں بات آگئی۔

رُوحانی بیوٹی پارلر

یہ چند باتیں جو ذہن میں آگئیں درمیان میں کہہ دیں۔ اچھا بتایئے آج کل لڑکیاں جب شادی کے بعد رخصت ہو کر شوہر کے پاس جاتی ہیں تو ان کو بیوٹی پارلر میں داخل کرتے ہیں جہاں ان کو سر سے پیر تک سجایا جاتا ہے۔ اگر کوئی پیر یا مولوی آپ کو سر سے پیر تک روحانی بیوٹی پارلر میں سجا دے کہ جب قیامت کے دن آپ پیش ہوں تو اللہ تعالیٰ خوش ہو جائیں تو یہ کیا ظلم ہے؟ کیا آپ روحانی بیوٹی پارلر میں حسین و جمیل نہیں ہونا چاہتے؟ کیا آپ اپنی ادائے بندگی کو ایسا سنوارنا نہیں چاہتے کہ جب قیامت کے دن پیش ہوں تو اللہ تعالیٰ خوش ہو جائیں؟ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعا مانگی کہ اَللّٰھُمَّ اَعُوْذُ بِکَ اَنْ تَصُدَّ عَنِّیْ وَجْھَکَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ۔ (رواہ الطبرانی فی الکبیر جلد ۸، صفحہ ۲۵۸)

(کنز العمال جلد، صفحہ ۲۳۲) اے اللہ میں پناہ چاہتا ہوں اس بات سے کہ قیامت کے دن آپ اپنا چہرہ مجھ سے پھیر لیں۔ یہ دُعا آپ نے اس لیے مانگی کہ ہم اُمت کے لوگ سیکھ لیں کہ یوں اللہ سے مانگا کرو ورنہ آپ تو معصوم بخشے بخشائے اور محبوبِ ربُّ العلمین ہیں۔

اس لیے دوستو! جلدی جلدی سر سے پیر تک ہم سب ان ہی کے بن جائیں۔ ہم آپ کس کے ہیں؟ بتائیے۔ اللہ کے ہیں یا نہیں ہے

نہیں ہوں کسی کا تو کیوں ہوں کسی کا
اُنہیں کا اُنہیں کا ہُوا جا رہا ہوں

قبر میں انسان کی بے کسی

نفس و شیطان اور یہ معاشرہ اور بیوی یہ سب کچھ کام نہیں دیں گے۔ قبر میں جب جنازہ اترتا ہے تو بتائیے کس کی بیوی قبر میں ساتھ جاتی ہے؟ کس کے دوست احباب جاتے ہیں؟ پاپڑ اور سموسے جاتے ہیں؟ گجراتی دوستو! دسترخوان پر تمہارے دو معشوق بہت اہم ہیں۔ اگر سموسہ اور پاپڑ نہ ملے تو میزبان کو جھانپڑ دکھاتے ہو کہ تم نے ہماری کیا خاطر کی۔؟

خوش رہنے کا طریقہ

بس اللہ تعالیٰ کو خوش کر لیجیے۔ اللہ تعالیٰ نے احساناً ذمہ لیا ہے کہ وہ ہمیں خوش رکھیں گے۔ جو بچہ اپنے ابا کو خوش رکھتا ہے ابا اپنے اس بیٹے کو خوش رکھتا ہے۔ جو بیوی اپنے شوہر کو خوش رکھتی ہے، وہ شوہر بھی اپنی بیوی کو خوش رکھتا ہے۔ جو شاگرد اُستاد کو خوش رکھے، اُستاد بھی اس کی خوشیوں کے لیے

دعائیں مانگتا ہے۔ اللہ تعالےٰ کو ہم جتنا خوش رکھیں گے زمین پر اتنے ہی خوش رہیں گے۔

ایک عبرت انگیز واقعہ

میں اپنے خاندان کا ایک قصہ سُناتا ہوں۔ میرے خاندان میں ایک بڑے میاں تھے۔ میں نے کہا کہ داڑھی رکھ لو۔ کہنے لگے کہ داڑھی بہت مشکل معلوم ہوتی ہے۔ میں نے کہا کہ دیکھو جب قبر میں جنازہ اترے گا تو یہ گال کیڑے کھا جائیں گے۔ پھر یہ زمین بھی نہ رہے گی۔ جلدی سے سبزہ اگالو، جلدی سے باغِ محمد صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم لگالو۔ لیکن نہیں مانے۔ پھر ان کو کینسر ہو گیا گال پر ایک دانہ تھا۔ اس کو گھوڑے کے بال سے انھوں نے باندھ دیا۔ وہ زخم سڑ گیا، گال میں سوراخ ہو گیا اور کینسر ہو گیا اور گال سے ایک ایک چمچ تک مواد نکلنے لگا تو اس وقت داڑھی رکھ لی۔ میں نے بہت دن کے بعد دیکھا تو کہا کہ آپ نے بہت اچھا کیا کہ داڑھی رکھ لی۔ کہنے لگے کہ کینسر کی وجہ سے میرے گال میں سوراخ ہو گیا جس سے لوگ گھن کرتے تھے تو میں نے داڑھی سے وہ سوراخ چھپا لیا۔ میں نے کہا کہ کاش آپ اللہ کے لیے داڑھی رکھتے تو اللہ کا پیار نصیب ہو جاتا۔ مسلسل نافرمانی سے عقل بھی معذب ہو جاتی ہے۔

دوستو! بس اللہ سے ڈرتے رہنا چاہیے معلوم نہیں کس وقت مالک ناراض ہو جائیں اور کسی عذاب میں ابتلا۔ ہو جائے۔

سکھ میں اللہ کو یاد رکھنے کا انعام

اس لیے حدیثِ پاک میں ہے کہ جو سکھ میں اللہ تعالیٰ

کو یاد رکھتا ہے، دُکھ میں اللہ تعالیٰ بھی اس کو یاد رکھتے ہیں اُذْكُرُوا اللّٰهَ فِي الرَّخَاءِ، سکھ اور عافیت میں اللہ کو یاد رکھو۔ يَذْكُرْكُمْ فِي الشِّدَّةِ۔ اللہ تعالیٰ تم کو دُکھ میں یاد رکھیں گے۔ اس لیے دوستوں سے کہا کرتا ہوں کہ جنہوں نے داڑھیاں نہیں رکھی ہیں، وہ رکھ لیں اور جنہوں نے رکھ لی ہیں لیکن چھوٹی ہیں، وہ ایک مُشت رکھ لیں۔ دوستو! اس میں دیر نہ کیجئے، زندگی کا کیا بھروسہ ہے، جوان یہ نہ سوچیں کہ جب بوڑھے ہو جائیں گے تو رکھ لیں گے۔

نہ جانے بلالے پیا کس گھڑی
تُو رہ جائے تکتی گھڑی کی گھڑی

اور جو بوڑھے ہو چکے، بال سفید ہو چکے، انہیں اب کس چیز کا انتظار ہے؟

مونچھوں کے احکام

اور مونچھیں اتنی بڑی رکھنا جائز نہیں جس سے ہونٹ کا کنارہ چھپ جائے۔ شَفَةٌ عُلْيَا کا طَرَفُ آخِر یعنی اوپر کے ہونٹ کا آخری کنارہ نہ چھپنا چاہیے۔ اوّل تو مونچھوں کو بالکل برابر کر لیجئے افضل درجہ یہی ہے۔ اپنے بیٹوں کے لیے کیا چاہتے ہو کہ فرسٹ ڈویژن پاس ہوں یا سیکنڈ ڈویژن؟ جب فرسٹ ڈویژن چاہتے ہیں تو دین میں فرسٹ ڈویژن یہ ہے کہ مونچھوں کو بالکل باریک کر لیا جائے۔ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عمل شیخ الحدیث صاحب نے اوجز المسالک شرح موطا امام مالک میں لکھا ہے کہ مونچھوں کو اتنا باریک کرتے تھے کہ ہونٹوں کی سفیدی دُور سے نظر آتی تھی اور باریک مونچھوں سے بیویوں کو بہت خوشی ہوتی ہے۔ میرے یہاں فرانس کے ایک طالب علم

کے مونچھیں تھیں اگرچہ بہت بڑی نہیں تھیں۔ میں نے کہا کہ ان کو باریک کرلو۔ کہنے لگے کہ میرا منہ چھوٹا ہو جائے گا۔ میں نے کہا کہ میرے کہنے پر عمل کرلو اگر پھر منہ چھوٹا لگے تو دوبارہ رکھ لینا۔ مونچھیں باریک کرکے گھر گیا اور بیوی نے دیکھا تو بہت خوش ہوئی۔ پھر ہنستا ہوا آیا کہ بیوی نے تو مجھے بہت شاباشی دی اور آپ کو بڑی دعا دے رہی ہے اور مجھ سے کہا کہ آپ کے ہونٹوں کو دیکھ کر تو آج مجھے بہت لطف آرہا ہے۔ میں نے کہا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ ؎

اپنے لبوں کو اُن کے لبوں کی طرح کیا

مونچھوں کو باریک کرنا بہت اہم سنت ہے۔ یاد رکھیے جو بڑی بڑی مونچھیں رکھتے ہیں بیویوں کو سخت ناگوار ہوتا ہے۔ ہر سنت میں راحت ہی راحت ہے۔

دوستو! اپنے لیے اور آپ سب کے لیے یہ دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہم کو ایسا یقین و ایمان عطا فرمائے کہ ہم اپنی زندگی کی ہر سانس اپنے مالک و خالق اور زندگی دینے والے پر فدا کردیں اور ایک سانس بھی اپنے مالک کو ناراض نہ کریں۔ بتائیے ایسے ایمان و یقین کی ضرورت ہے یا نہیں؟

صحبتِ اہل اللہ کی تاثیر اور اس کی ایک مثال

اور ایسا ایمان و یقین اہلِ یقین و اہلِ تقویٰ اور اولیاء اللہ کی صحبتوں سے ملتا ہے۔ اسی لیے کہتا ہوں کہ زندگی میں چالیس دن کسی اللہ والے کے پاس رہ لیجیے پھر دیکھیے کیسا ایمان و یقین ملتا ہے۔ انڈا مرغی کے پروں میں اکیس دن میں زندگی پا جاتا ہے بچہ چھلکا خود توڑ دیتا ہے اور زبانِ حال کہتا ہے ؎

کھینچی جو ایک آہ، تو زنداں نہیں رہا
مارا جو ایک ہاتھ گریباں نہیں رہا

اسی طرح بدونِ صحبتِ اہل اللہ کے ایمانی حیات نہیں ملتی۔ جن علماءؒ نے اللہ والوں کی صحبت اٹھائی دیکھ لیجئے کہ ان کا کیا حال ہے، کیسا ایمان و یقین ہے، وہ معاشرہ اور زمانہ پر غالب ہیں اور جنہوں نے اللہ والوں سے استغنا۔ برتا آپ ان کے علم وعمل میں فاصلے پائیں گے۔

جعلی پیروں کے حال کا جال

تو میں عرض کر رہا تھا کہ مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ آج کل لوگ جس کو دیکھتے ہیں کہ خوب کود رہا ہے گریبان پھاڑ دیا سمجھتے ہیں کہ یہ بہت بڑا اللہ والا ہے۔ ایک جعلی پیٹو متقرر تھا اسے جب کوئی زمیندار بلاتا کہ ہمارے یہاں وعظ کہو تو پرانا بوسیدہ کپڑا پہن کر جاتا تھا۔ پھر تقریر کے دوران اپنے اوپر حال لاتا تھا اور زور سے الّا اللہ کا نعرہ لگا کر کپڑے پھاڑ دیتا تھا۔ زمیندار بے چارہ مہمان کی عزت کا خیال کر کے نیا جوڑا بنوا دیتا تھا کہ اس ظالم نے میرے یہاں کپڑا پھاڑا ہے اب اس کو ننگا کیسے واپس کروں۔ تو یہ لوگ ایکٹنگ کرتے ہیں۔ حال وال نہیں آتا، وہ ایکٹنگ ہے۔ اصلی حال تو اللہ والوں کا ہوتا ہے لیکن وہ دُنیا سے بے غرض اور ان کی علامات ہی کچھ اور ہوتی ہیں۔ جعلی پیروں کے حال پر اب مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا وہ شعر سُناتا ہوں۔ بہت مزے دار شعر ہے۔ فرماتے ہیں ؎

حال تیرا جال ہے مقصود تیرا مال ہے
کیا خوب تیری چال ہے لاکھوں کو اندھا کر دیا

بڑے بڑے ایم ایس سی، پی ایچ ڈی، انگریزی داں اور پڑھے لکھے وہاں پھنسے ہوئے ہیں۔ حالانکہ دیکھ رہے ہیں نہ یہ نماز پڑھتا ہے نہ کچھ، ہر وقت دھما دھب طبلہ چل رہا ہے۔

سچا مُرشد عظیم الشان نعمت ہے

اس زمانہ میں جس کو اللہ تعالےٰ سچا مرشد عطا فرما دے سمجھ لو کہ اس پر اللہ تعالےٰ کا بہت بڑا فضل ہے۔ میرے شیخ اس بات کو کہہ کر رونے لگتے تھے کہ اگر قیامت کے دن اللہ تعالےٰ نے پوچھا کہ عبد الغنی ہم نے تجھے حکیم الامت مجدد الملت تھانوی جیسا پیر دیا تھا تو نے اس کا کیا شکر ادا کیا تو یہی کہوں گا کہ اے اللہ اس نعمت کا شکر مجھ سے ادا نہیں ہو سکا اور حضرت یہ کہہ کر رونے لگتے تھے۔ کسی کو سچا پیر مل جائے تو یہ عظیم الشان نعمت ہے اور اصلی پیر وہ ہے جو دل کی پیرا نکال دے اور پیرا کے معنی ہیں درد، تکلیف، دکھ یعنی اللہ سے غفلت کا کینسر اچھا کر دے

حفاظتِ نظر کے لیے قصدِ عدمِ نظر ضروری ہے

اور سب سے بڑی نعمت ہے کہ بندہ کو گناہ چھوڑنے کی ہمت نصیب ہو جائے۔ آپ بتائیے کہ اللہ تعالےٰ کو ناراض رکھنا اگرچہ ایک سانس کے لیے ہو، اگرچہ لندن کی سڑکوں پر ہو کیا کوئی اچھی بات ہے؟ یہاں لوگ کہتے

ہیں کہ صاحب میرا ارادہ تو نہیں تھا لیکن نظر پڑ گئی - میں نے کہا کہ اس شہر لندن کے لیے اور اس ملک برطانیہ کے لیے عدمِ قصدِ نظر کافی نہیں ہے اس ملک میں یہاں جو گھر سے نکلے اور دیکھنے کا ارادہ نہیں وہ محفوظ نہیں رہ سکتا بلکہ ارادہ کر کے چلو کہ نہیں دیکھنا ہے، آسمان والے کے ساتھ مشغول رہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نظر میری نظر پر ہے اور میری نظر کس پر جا رہی ہے -؟

حفاظتِ نظر کا انعامِ عظیم

آپ کہیں گے کہ صاحب یہ تو بہت بڑا مجاہدہ ہے میں کہتا ہوں کہ اس کا انعام بھی تو عظیم ہے۔ حدیثِ قدسی میں اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ جو نظر بچاتا ہے میں اس کو حلاوتِ ایمانی دوں گا، ایمان کی مٹھاس، اپنی محبت کی حلاوت۔ علامہ ابن قیم جوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس آنکھ کا حرام مزہ چھڑا کر دل میں حلاوتِ ایمانی یعنی ایمان کا حلال مزہ ڈال دیا، بصارت کی حرام لذت لے کر بصیرت دے دی۔ دیکھنا ہے تو آسمان کو دیکھئے، بزرگوں کو دیکھئے، قرآن پاک کو دیکھئے، بیوی کو دیکھئے، بچوں کو دیکھئے ماں باپ کو دیکھئے۔ جب نامحرم شکلیں آجائیں اس وقت نظر نیچی کر لیجئے جس پر مجھے اپنا ایک پرانا اور مزے دار شعر یاد آگیا یہ آپ لوگوں کی کرامت اور برکت ہے ۔

جب آگئے وہ سامنے نابینا بن گئے

جب کوئی نامناسب نمکین شکل سامنے آگئی تو نظر نیچی کر لی جیسے کچھ دکھلائی ہی نہیں دیتا، اگر آندھی چل رہی ہو، ریت کے ذرے اُڑ رہے

ہوں، خاک اُڑ رہی ہو اس وقت کیا کریں گے؟ کیا اس وقت کوئی آنکھ پھاڑ کر دیکھے گا بیل کی طرح؟ تو یہ حسین شکلیں کس بالو سے اور کس ریت سے کم ہیں۔ بالو (ریت) تو آنکھ ہی کو نقصان پہنچاتا ہے، یہ تو ہمارا ایمان ضائع کرتے ہیں اس لیے۔

جب آ گئے وہ سامنے نابینا بن گئے
جب ہٹ گئے وہ سامنے سے بینا بن گئے

یورپ میں حفاظتِ نظر سے ولایتِ عُظمیٰ مل سکتی ہے

نامحرم شکل

سامنے سے ہٹ جاتے تو اب خوب دیکھو۔ تھوڑی دیر کا مجاہدہ ہے اور اگر مجاہدہ زیادہ ہے تو حلاوتِ ایمانی بھی تو زیادہ ملے گی۔ آپ کون سے نقصان میں جا رہے ہیں؟ بزنس خسارہ میں نہیں ہے بڑے نفع میں جا رہی ہے۔ اسی لیے میں کہتا ہوں کہ لندن میں اگر کوئی نظر بچالے تو بہت بڑا ولی اللہ ہو جائے گا۔ اس ملک میں اگر کوئی نظر کی حفاظت کرے تو بابا فریدالدین عطارؒ اور خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ جیسے بڑے بڑے اہلِ نسبت پیدا ہو سکتے ہیں۔ بس تھوڑی سی ہمت کر لیجئے، پکا ارادہ کر لیجئے۔

بدنظری میں بے چینی اور حفاظتِ نظر میں عافیت

اچھا ذرا کوئی بتائے کہ ان کو دیکھنے سے ملتا کیا ہے؟ سوائے دل کے تڑپانے کے۔ رات بھر تڑپو، دن بھر تڑپو۔ ایک شخص نے حضرت حکیم الامت

تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا کہ میں جب میں نہیں دیکھتا ہوں تو دل تڑپ کر رہ جاتا ہے کہ ہائے کیسی شکل رہی ہو گی تو حضرت حکیم الامت نے پوچھا کہ جب تم نہیں دیکھتے ہو تو وہ تڑپ زیادہ دیر تک رہتی ہے یا دیکھنے کے بعد؟ لکھا کہ جب نہیں دیکھتا ہوں تو دو تین منٹ خیال آتا ہے پھر نہیں آتا لیکن جب دیکھ لیتا ہوں تو بہتر گھنٹے اس کا غم ستاتا ہے۔

حضرت نے فرمایا کہ خود فیصلہ کر لو کہ نہ دیکھنے میں عافیت ہے یا دیکھنے میں؟ اور فرمایا کہ بدنظری احمقانہ گناہ ہے، جو چیز اپنے اختیار میں نہ ہو دوسروں کا مال دیکھ دیکھ کر دل کو تڑپانا احمقانہ بات ہے یا نہیں؟ اور ایسا شخص احمق ہے یا نہیں؟ ارے میاں گھر کی دال روٹی جو اللہ نے حلال کی دی ہے وہ تمام بریانیوں سے بہتر ہے۔

اپنی بیویوں کی قدر کیجیے

جو لیلیٰ بدستِ مولیٰ ملی ہے وہ دُنیا بھر کی تمام لیلاؤں سے اعلیٰ ہے کیونکہ بدستِ مولیٰ ملی ہے۔ اپنی بیوی کو لیلیٰ کہو اور اگر بڈھی ہو گئی تو اس سے یہ کہو کہ اے میری بڑھیا، شکر کی پڑیا ارے واہ ری میری گڑیا اور اللہ پر نظر رکھو کہ میرے مولیٰ نے اس کو دیا ہے۔ پھر دیکھو اللہ تعالیٰ کتنا خوش ہوتے ہیں؟ کتنے لوگ بیویوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے اولیاء اللہ ہو گئے اور بیویوں کو ستانے سے کتنے لوگ عذاب میں مبتلا ہو گئے خاص کر جو رومانٹک قسم کے لوگ ہیں جب اس کا نمک جھڑ گیا تو ادھر دیکھتے بھی نہیں۔ ہر وقت دھمکی دیتے ہیں کہ اب میں دوسری شادی کروں گا۔ آپ پر تو بڑھاپا طاری

ہو گیا اور جب تم بُڈھے ہو گئے تو وہی بیوی کہہ دے کہ او بُڈھے نکل گھر سے تب پتہ چلے گا۔ یہ کیا بات ہے، حُسن کوئی اختیار میں ہے؟ ارے بچے ہو گئے، باپ دادا بن گئے اب ڈیپارچر کا خیال کرو۔ مولانا رومی فرماتے ہیں کہ جب پوتا ہو جائے تو دادا کو چاہیے کہ اب قبرستان کا خیال کرے کیونکہ پوتا بزبانِ حال کہتا ہے کہ دادا میاں اب گھر میں جگہ نہیں اب جاؤ قبرستان۔

(حضرتِ والا نے دریافت فرمایا کہ کیا وقت ہو گیا؟ احقر راقم الحروف نے یاد دلایا کہ حکیم جالینوس کا قصہ باقی رہ گیا تو حضرتِ والا نے خوش ہو کر فرمایا کہ ماشاء اللہ جزاک اللہ! اور سامعین سے فرمایا کہ میر صاحب کو آپ سب لوگ جزاک اللہ کہیں ورنہ ہم یہ قصہ بھول ہی گئے تھے۔ جامع)

حکیم جالینوس کا واقعہ

حکیم جالینوس جب ٹہل کر آیا تو اس نے ملازم سے کہا کہ مجھے ایک خوراک پاگلوں والی دوا کھلا دو عطار نے کہا کہ آپ اتنی جلدی کیسے پاگل ہو گئے؟ آدمی آہستہ آہستہ پاگل ہوتا ہے۔ حکیم جالینوس نے کہا کہ ایک پاگل مجھ کو دیکھ کر آج خوش ہوا ہے اس کا خوش ہونا اور ہنسنا اور مجھے آنکھ مارنا یہی دلیل ہے کہ میں کچھ پاگل ضرور ہوں۔ اگر کچھ پاگل نہ ہوتا وہ پاگل مجھے دیکھ کر خوش نہ ہوتا کیونکہ پاگل کو پاگل ہی سے مزہ آتا ہے۔ اس کو جو مجھ سے مناسبت محسوس ہوئی یہ دلیل ہے کہ مجھ میں کچھ نہ کچھ پاگل پن ضرور ہے چاہے تھوڑا سا ہی سہی

اہل اللہ سے مناسبت علامتِ سعادت ہے

اب مولانا

رومی بیان کرتے ہیں کہ اگر کوئی گنہگار بندہ چاہے وہ شراب پیتا ہو، داڑھی بھی نہ رکھتا ہو، بے نمازی بھی ہو، لیکن وہ کسی ولی اللہ کو دیکھ کر خوش ہو جاتے تو سمجھ لو کہ کسی وقت ولی اللہ ہونے والا ہے۔ یہ اللہ کا کچھ عاشق ضرور ہے اس کے اندر عشقِ الٰہی کے جراثیم موجود ہیں۔ اللہ والوں کو دیکھ کر جس شخص کا دل خوش ہو جاوے تو سمجھ لو کہ اس کے دل میں بھی اللہ تعالیٰ کی محبّت موجود ہے۔

اب کافی دیر ہو گئی ہے۔ جو آیت میں نے تِلاوت کی تھی اس وقت صرف اس کا ترجمہ کیے دیتا ہوں بقیہ مضمون اِن شاءَ اللہُ تعالیٰ پھر کسی اور مقام پر بیان کروں گا۔ کیونکہ زیادہ بیان سے مَیں تھک جاتا ہوں۔ لوگ کہتے ہیں کہ مولویوں کے وعظ میں مزہ نہیں آتا مگر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں اور یہ میرے بزرگوں کا صدقہ ہے کہ لوگوں کو دیکھتا ہوں کہ آنکھیں پھاڑ کر دیکھ رہے ہیں۔ اس وقت میں یہ شعر پڑھتا ہوں ؎

زمانہ بڑے غور سے سُن رہا تھا
ہمیں تھک گئے داستاں کہتے کہتے

اور میرا ایک شعر یہ بھی ہے ؎

جہاں دے کر لیا ہے دل میں وہ جانِ جہاں مجھ کو
بہت خونِ تمنا سے ملا سلطانِ جاں مجھ کو

اور جنگلوں کے سناٹے میں کیوں جاتا ہوں ؎

مری صحرا نوردی اور میری چاک دامانی
بہت مجبور کرتی ہے مری آہ و فغاں مجھ کو

اب آگے کا شعر سُنئے کہ میں آپ لوگوں میں کیوں بیان کر رہا ہوں ؎

کہاں تک ضبطِ غم ہو دوستو راہِ محبت میں
سُنانے دو تم اپنی بزم میں میرا بیاں مجھ کو

مجھے خدائے تعالیٰ کی رحمت پر اعتماد ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کا فضل اختر کے شاملِ حال ہو تو دُنیا بھر کے بادشاہوں کو بٹھا دو اور ساری دُنیا کے تاجروں کو بٹھا لو اور ساری دُنیا کے لیلیٰ مجنوں اور رُومانٹک دنیا کو بٹھا لو اور مجھے اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے دَرد بھرے دل سے بیان کا شرف عطا فرمائے تو اِن شاء اللہ تعالیٰ بادشاہوں کو اپنے تخت و تاجِ سلطنت نیلام ہوتے نظر آئیں گے اور آفتاب و چاند کو اپنی روشنیاں پھیکی نظر آئیں گی اور ساری دنیا کے لیلیٰ و مجنوں اور دنیا کے رُومانٹک سب اپنے کو بحرِ اٹلانٹک میں غرق پائیں گے۔ اللہ کی محبت کے سامنے سارے عالم کی کیا حقیقت ہے۔

محبتِ الٰہیہ کی لذت بے مثل ہے

دوستو! اسی لیے کہتا ہوں کہ کسی اللہ والے سے اللہ کی محبت کو دل میں پا لیجئے آپ سے بڑا دُنیا میں کوئی مالدار نہیں ہوگا۔ خالقِ دو جہاں جس کے ساتھ ہو اس کی قیمت کا کیا پوچھنا ہے اور ایسا مزہ ایسا مزہ ملے گا جس کی لذت کو دُنیا کی کوئی لغت بیان نہیں کرسکتی۔ جو

سارے عالم کو شکر دے سکتا ہے وہ خود کتنا میٹھا ہوگا! سارے عالم کے گنّوں میں رس کون پیدا کرتا ہے؟ اگر خدا گنّوں میں رس نہ دے تو گنّے مچھر دانی کے ڈنڈے ہو جائیں۔ جو اللہ سارے عالم کو شکر دیتا ہے اس کی مٹھاس کا کیا عالم ہوگا لیکن ہمیں کیوں محسوس نہیں ہوتا؟ کیونکہ ہمیں دُنیا کی محبت کا ملیریا چڑھا ہوا ہے۔ جسے بخار ہے، قے ہو رہی ہے اسے کباب بریانی کا مزہ آئے گا؟ چند دن کسی اللہ والے کے ساتھ رہ لو پھر دیکھو کہ اللہ کا نام لینے میں کیا مزہ آتا ہے ؎

اے دل ایں شکر خوشتر یا آنکہ شکر سازد

اے دل یہ چینی زیادہ میٹھی ہے یا چینی کا خالق؟ ؎

اے دل ایں قمر خوشتر یا آنکہ قمر سازد

اے دل یہ چاند زیادہ حسین ہے یا چاند کا بنانے والا؟ آہ ؎

بالب یارم شکر را چہ خبر

میرے اللہ تعالیٰ کے نام کی لذت کو شکر کیا جانے، ادنیٰ سی مخلوق ہے، اس کی مٹھاس بھی مخلوق ہے اور ؎

بارخش شمس و قمر را چہ خبر

اللہ تعالیٰ کی تجلیات کے سامنے سورج اور چاند کیا بیچتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے جلووں کے سامنے سورج اور چاند کی روشنی کیا جانے کہ روشنی کس چیز کا نام ہے؟ ایک اللہ والا شاعر کہتا ہے ؎

ترے جلوؤں کے آگے ہمتِ شرح و بیاں رکھ دی
زبانِ بے نگہ رکھ دی نگاہِ بے زباں رکھ دی

کیا عرض کریں ان کی تجلیات کے بیان کے لیے الفاظ نہیں۔ مولانا رومی خود فرماتے ہیں کہ جب عرشِ اعظم سے اللہ کے قُرب کی خوشبو حالتِ ذکر میں جلال الدین رومی اپنی روح میں محسوس کرتا ہے تو ساری دنیا کی لغت سے میں اس کی تعبیر نہیں کر سکتا کیونکہ ساری دنیا کی لغت فارسی ہو، ترکی ہو، عربی ہو، سب مخلوق ہے اور خالق غیر محدود عظمتوں والا ہے تو اُس کی غیر محدود عظمتوں کو مخلوق کی محدود لُغت سے میں کیسے تعبیر کر سکتا ہوں؟

شرح صدر اور اس کے معنی

اب اس آیت کا ترجمہ کرتا ہوں حضرت عبداللہ ابنِ مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فوراً مسجدِ نبوی کے منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا اے لوگو! اس وقت قرآن پاک کی ایک آیت نازل ہوئی ہے وہ سُنانا مجھ پر فرض ہے لہٰذا سُن لو۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جس کو ہم ہدایت دینا چاہتے ہیں اس کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیتے ہیں۔ فَمَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ اَنْ یَّھْدِیَہٗ یَشْرَحْ صَدْرَہٗ لِلْاِسْلَامِ یہاں اَنْ مصدریہ ہے یعنی مَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ ھِدَایَتَہٗ اللہ تعالیٰ جس کی ہدایت کا ارادہ فرماتے ہیں اس کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیتے ہیں۔ صحابہ نے پوچھا کہ اے اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سینہ

کو کس طرح کھولتے ہیں؟ فرمایا کہ سینہ اس طرح کھلتا ہے کہ اس میں اپنا ایک نور داخل کر دیتے ہیں جس سے اس کا دل بہت وسیع ہو جاتا ہے (روح المعانی پ ۸)۔ ایک ہاتھی نشین نے ایک جھونپڑی والے سے کہا کہ میں تجھ سے دوستی کرنا چاہتا ہوں تو غریب جھونپڑی والے نے کہا کہ آپ سے کون دوستی کرے؟ آپ تو میرے یہاں ہاتھی پر بیٹھ کر آئیں گے میری تو جھونپڑی ہی مسمار ہو جائے گی، نہ میں رہوں گا نہ میری جھونپڑی رہے گی۔ اس نے کہا کہ میں جس غریب سے دوستی کرتا ہوں اس کا گھر اتنا بڑا بنوا دیتا ہوں کہ میں ہاتھی پر بیٹھ کر آسکوں۔ اللہ تعالیٰ جس کے قلب کو اپنے لیے قبول فرماتے ہیں اس کو اتنا بڑا کر دیتے ہیں کہ سارے احکام کا بجا لانا اس کو آسان اور سارے گناہوں سے بچنا اس کو سہل ہو جاتا ہے۔

سُن لے اے دوست جب ایام بھلے آتے ہیں
گھات ملنے کی وہ خود آپ ہی بتلاتے ہیں

جس کو وہ اپنا بناتے ہیں اس کے دل کو خود پتہ چل جاتا ہے کہ وہ مجھے اپنا بنا رہے ہیں، اسے محسوس ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنا بنانا چاہتے ہیں۔

نہ میں دیوانہ ہوں اصغرؔ نہ مجھ کو ذوقِ عریانی
کوئی کھینچے لیے جاتا ہے خود جیبِ گریباں کو

دِل میں نُورِ ہدایت آنے کی علامات

(مشکوٰۃ باب فضل الفقراء ص ۴۴۶ و روح المعانی جلد ۸، ص ۲۲)۔ پھر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے پوچھا

کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سینہ کھلنا تو آپ نے بتا دیا کہ ہدایت کا نور دل میں آجاتا ہے لیکن کیا اس کی کوئی علامت بھی ہے؟ اللہ تعالیٰ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے درجات کو بلند فرمائے کہ انھوں نے یہ سوال کیا کہ نورِ ہدایت کے دل میں آنے کی علامت کیا ہے؟ ورنہ انگریز کہہ سکتا تھا کہ ہمارے دل میں بہت نور ہے۔ دیکھتے نہیں کہ ہماری چمڑی میں بھی اُجالا آگیا ہے تم کالو اور ہندوستانیو کیا جانو کہ نور کیا چیز ہے؟ بتائیے کہہ سکتا تھا کہ نہیں؟ صحابہ کرام کا احسان ہے کہ ان کے سوال سے نورِ ہدایت کی علامات کا ہم کو علم ہو گیا۔

آپ نے فرمایا اس نور کے دل میں آنے کی تین علامات ہیں دوستو! غور سے سنئے اور غور کیجئے کہ ہمارے دلوں میں ہدایت کا یہ نور کس حد تک داخل ہوا ہے؟

نورِ ہدایت کی پہلی علامت

پہلی علامت یہ فرمائی کہ اَلتَّجَافِیْ عَنْ دَارِ الْغُرُوْرِ دُنیا جو دھوکہ کا گھر ہے اس سے وہ کنارہ کش رہتے ہیں۔ دُنیا میں رہتے ہیں لیکن دُنیا سے دل نہیں لگاتے۔ کشتی کو پانی میں چلاتے ہیں لیکن پانی کو کشتی کے اندر نہیں گھسنے دیتے۔ کشتی بغیر پانی کے چل سکتی ہے؟ پانی ہی پر چلتی ہے لیکن پانی کو اندر نہیں گھسنے دیتے۔ اگر غلطی سے پانی کچھ اندر آگیا تو کشتی والے ایک ملازم رکھتے ہیں جو ڈبہ میں پانی بھر بھر کر کشتی کے باہر پھینک دیتا ہے کیونکہ اگر کشتی میں پانی بھر جائے تو کشتی بچے گی؟ جن کے

دلوں میں دُنیا گھس گئی ہے آج ان کا یہ حال ہے ۔

نہ نماز ہے نہ روزہ نہ زکوٰۃ ہے نہ حج ہے
تو پھر اس کی کیا خوشی ہو کوئی جنٹلمین جج ہے
بلکہ وہ چینٹ بھی ہے ۔ لاکھ جنرل مرچنٹ رہے ۔

تو پہلی علامت یہ ہے کہ دُنیا جو دھوکہ کا گھر ہے اس سے دل نہیں لگاتے ۔ مولانا رومی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے دُنیا کا نام دھوکہ کا گھر کیوں رکھا ہے جب جنازہ قبر میں اترتا ہے تو تاجر صاحب کا کاروبار قبر میں جاتا ہے؟ ان کی مرسیڈیز اور شاندار گاڑیاں جاتی ہیں ؟ ان کے سموسے اور پاپڑ جاتے ہیں ؟ ان کے موبائل جن پر وہ ٹہل ٹہل کر، زاویے بدل بدل کر اور شان دکھانے کے لیے عجیب عجیب مُنہ بنا کر بات کرتے ہیں بتاؤ وہ قبر میں ساتھ جاتے ہیں ؟ اسی لیے دُنیا دھوکہ کا گھر ہے کہ جب جنازہ قبر میں اترتا ہے تو کوئی ساتھ نہیں دیتا ، نہ کاروبار ، نہ سموسہ نہ پاپڑ ۔

بس جس کے دل میں ہدایت کا نور داخل ہوتا ہے اس کی پہلی علامت یہ ہے کہ دُنیا جو دھوکہ کا گھر ہے اس سے وہ دل نہیں لگاتا ۔ جسم سے وہ دُنیا میں رہتا ہے ، بیوی بچوں کا بھی حق ادا کرتا ہے ، کاروبار بھی کرتا ہے ، کار بھی رکھتا ہے لیکن دل میں اس کے یار ہوتا ہے یعنی محبوبِ حقیقی تعالیٰ شانہٗ اس حقیقت کو اگر کوئی مشکل سمجھ رہا ہو تو وہ میرا ایک اُردو شعر سُن لے ۔

دُنیا کے مشغلوں میں بھی یہ باخُدا رہے
یہ سب کے ساتھ رہ کے بھی سب سے جُدا رہے

نورِ ہدایت کی دوسری علامت

لیکن اس علامت میں حدیث کے ظاہری الفاظ سے غلط معانی نکال کر ہندو جوگی اور راہب بھی شامل ہو سکتے تھے جو دریا کے کنارے دُنیا سے بظاہر کنارہ کش ہو جاتے ہیں لیکن کلامِ نبوت کی بلاغت کا اعجاز ہے کہ دوسری علامت نے جوگیوں اور راہبوں کو اس زمرہ سے نکال دیا۔ وہ کیا ہے؟ آخرت کی طرف ہر وقت توجہ۔ وَالْاِنَابَۃُ اِلٰی دَارِ الْخُلُوْدِ۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دوسری علامت یہ ہے کہ جنت اور آخرت کی طرف ان کے دل میں ہر وقت خیال رہتا ہے کہ ہمیں اپنے رب کی طرف واپس جانا ہے۔ دیکھئے میں یہاں کراچی سے آیا ہوں۔ لندن میرے لیے پردیس ہے یا نہیں؟ تو آپ بتائیے کہ کیا میں کراچی کو بھول جاؤں گا؟ ایسے ہی جو اصلی عقلمند لوگ ہیں وہ دنیا سے آخرت کی طرف جانے کا ہر وقت خیال رکھتے ہیں کہ ایک دن دُنیا سے جانا ہے، اپنے وطن جانا ہے، اپنے مولیٰ سے ملنا ہے۔ اس لیے جلدی جلدی وہ آخرت کو کرنسی ٹرانسفر کرتے رہتے ہیں کیونکہ دیکھتے ہیں کہ ایک دن سب چھوٹ جائے گا اور یہیں رہ جائے گا لہٰذا جلدی سے کوئی مسجد بنوا دی کوئی مدرسہ بنوا دیا۔ لہٰذا عقلمند مالدار لوگ جو اللہ والوں کی صحبت میں رہتے ہیں اس طرح جلدی جلدی اپنی رقم ٹرانسفر کرتے رہتے ہیں کہ کسی مسجد میں لگا دیا، کسی مدرسہ میں رقم لگا دی یا زمین خرید کر کسی اللہ والے عالم کو دے دی کہ آپ یہاں کوئی بڑا مدرسہ یا جامعہ یا دارالعلوم بنا لیجئے۔ یہ سب سے بڑا

کارِ خیر ہے کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ زمین قیامت تک باقی رہے گی۔ یہ زمین کا صدقۂ جاریہ قیامت تک رہے گا۔ آخرت میں کرنسی ٹرانسفر کرنے کے یہ سب طریقے ہیں۔

نُورِ ہدایت کی تیسری علامت

اور تیسری علامت کیا ہے؟ وَالْاِسْتِعْدَادُ لِلْمَوْتِ قَبْلَ نُزُوْلِهٖ۔ اور موت آنے سے پہلے وہ تیار رہتا ہے، موت کی تیاری میں مصروف رہتا ہے کہ میری کتنی نمازیں قضا ہیں، جلدی سے ادا کر لو، کتنے روزے باقی ہیں، کتنی زکوٰۃ باقی ہے سب کی ادائیگی کی فکر کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جو جو باتیں پوچھیں گے موت آنے سے پہلے اپنے اعمال کی فائل درست رکھتا ہے۔

بس دل میں نُورِ ہدایت آنے کی یہ تین علامات ہیں۔

کوئی ایسا گھر نہیں ہے کہ جس میں آدمی نے اپنے باپ دادا کے بارے میں نہ سُنا ہو کہ وہ دُنیا سے چلے گئے اور جو دُنیا سے گیا بتایئے پھر وہ کبھی واپس آیا؟ لہٰذا جس دُنیا سے ہمیشہ کے لیے جانا اور لوٹ کر پھر کبھی نہ آنا ایسی دُنیا سے دل کا کیا لگانا۔

بس دُعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ اے اللہ آپ مُسافر کی دُعا قبول فرماتے ہیں، اے خُدا اختر مُسافر ہے، میر صاحب بھی مُسافر ہیں ہم سب کو ایسا ایمان و یقین عطا فرما، ایسی لذت آپ کے نام پاک میں مل جائے کہ سلطنت سے بھی ہم فروخت نہ ہو سکیں، سورج اور چاند بھی ہمیں خرید نہ سکیں، ساری دُنیا کی لیلائیں ہمیں خرید نہ سکیں اور ہر سانس

آپ پر فدا ہو اور ایک سانس بھی ہم آپ کو ناراض نہ کریں اور ہماری دنیا بھی بنا دے اور آخرت بھی۔ اے مالکِ دو جہاں اختر آپ سے اپنے لیے اپنے بچوں کے لیے اپنے دوستوں کے لیے دونوں جہاں کی نعمت مانگتا ہے ؎

مالکِ دو جہاں سے دونوں جہاں کو مانگ

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ اور ہم لوگوں کے دل میں جو جو جائز حاجتیں ہیں اے اللہ ان کو پورا فرما دے۔ اے اللہ جس کو جو بیماری اور پریشانی ہو ہم سب کی بیماریوں کو اور پریشانیوں کو صحت و عافیت سے اور ہمارے دُکھ کو سُکھ سے تبدیل فرما دے، ہمارے غموں کو خوشیوں سے بدل دے۔

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ ۞

سلسلہ مواعظ حسنہ نمبر ۲۶

نورِ ہدایت
اور
اس کی علامات

(حصہ دوم)

عارف باللہ حضرت اقدس
مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

ناشر
کتب خانہ مظہری
گلشن اقبال، پوسٹ بکس ۱۱۱۸۲
کراچی، فون ۴۸۱۸۱۱۲-۴۹۹۲۱۷۶

نام کتاب ——— نورِ ہدایت کی علامات (حصہ دوم)
مواعظ حسنہ نمبر 26 ———
تصحیح کتابت ——— حافظ سہیل احمد عثمانی (ایم اے) حافظ محمد یونس (ایم ایس سی)
واعظ ——— عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

ناشر
کتب خانہ مظہری
گلشن اقبال ۲ پوسٹ بکس ۱۱۱۸۲
کراچی فون ۶-۴۹۹۲۱۷۶-۴۸۱۸۱۱۲

فہرست

نورِ ہدایت اور اس کی علامات

(حصہ دوم)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ
فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ٭ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
فَمَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ اَنْ یَّھْدِیَہٗ یَشْرَحْ صَدْرَہٗ لِلْاِسْلَامِ (پ سورۂ انعام)
وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاِنَّکُمْ خُلِقْتُمْ
لِلْاٰخِرَۃِ وَالدُّنْیَا خُلِقَتْ لَکُمْ (الدر المنثور فی التفسیر
بالماثور للسیوطی ص ۲۲۲ ج ۶ بحث سورۃ الصف)

ہم لوگ دُنیا کے نیشنل نہیں ہیں

حضراتِ سامعین! ہم چاہے لندن میں ہوں یا پاکستان و ہندوستان میں ہوں زمین کے جس گوشے میں بھی ہوں اور چاہے ہم کو کسی ملک کی نیشنلٹی مل جائے لیکن دُنیا کے ہم نیشنل نہیں ہیں۔ ایک دن ہم کو دُنیا سے بھی جانا ہے خواہ ہماری بلڈنگ دو ہزار گز پر ہو بعض رئیس ہمارے یہاں ایسے ہیں کہ دو ہزار گز کی بلڈنگ میں رہتے ہیں مگر آخر میں ان کو زمین کے نیچے دو گز کا بنگلہ ملتا ہے۔ کیوں بھئی زمین کے نیچے کوئی

بڑا بنگلہ ملتا ہے، وہ بھی گز کا ملتا ہے اور لباس بھی اتار لیا جاتا ہے کیا بے کسی ہوتی ہے!

دُنیا کی حقیقت

شاعر کہتا ہے اور دنیا کی حقیقت پیش کرتا ہے اور شعر بھی میرا ہی ہے، بتا دیتا ہوں کہ میرا شعر ہے کیوں کہ جن کو مجھ سے خاص تعلق ہے ان کو لطف زیادہ آتا ہے۔

یوں تو دُنیا دیکھنے میں کس قدر خوش رنگ تھی
قبر میں جاتے ہی دُنیا کی حقیقت کھل گئی

سڑکوں پر آپ دیکھئے تو کیسی لندن کی سڑکیں ہیں اور ان کے مکانات اور رنگ برنگ کی تتلیاں سامنے نظر آتی ہیں تو دُنیا رنگین معلوم ہوتی ہے یا نہیں؟ لیکن قبر میں جاتے ہی دُنیا کی حقیقت کھل گئی کہ آج کوئی بھی ہمارا نہیں اور بزبانِ حال یہ شعر رخصت ہونے والا پڑھتا ہے۔

شکریہ اے قبر تک پہنچانے والو شکریہ　　　اب اکیلے ہی چلے جائیں گے اس منزل سے ہم

باپ ماں اور بیوی بچے کچھ تو اندر ہی سے گھر ہی تک رہ جاتے ہیں اور بھائی باپ اور ملنے والے جو بھی قبرستان تک پہنچاتے ہیں لیکن اس کے بعد وہ جانے والا یہی کہتا ہے کہ: شکریہ اے قبر تک پہنچانے والو شکریہ　　　اب اکیلے ہی چلے جائیں گے اس منزل سے ہم

نظیر اکبر آبادی ایک شاعر گذرا ہے وہ ایک نقشہ کھینچتا ہے۔

کتنی بار ہم نے دیکھا کہ جن کا　　　مشکیں بدن تھا مبیض کفن تھا

جسم اور باڈی نہایت شاندار، کفن نہایت چمکدار لیکن۔

جو قبر کہن ان کی اکھڑی تو دیکھا

پانچ چھ مہینے کے بعد بارش ہوئی اور قبر کھد گئی تو کیا دیکھا۔

نہ عضوِ بدن تھا نہ تارِ کفن تھا

جسم کا کوئی عضو بھی نظر نہیں آیا اور کفن کا ایک تار، ایک سوت بھی نظر نہیں آیا۔

موت پیچھے چلی آتی ہے ذرا دھیان رہے

ہمارے حضرت حکیم الامت مجددُ الملت تھانوی نور اللہ مرقدہ علماء کے شیخ بڑے بڑے علماء اور مشائخ کے مرشد نے اپنے حجرے میں دو شعر لکھوا کر دیوار پر ٹانگے ہوئے تھے روزانہ اس کو پڑھتے تھے۔ معلوم ہوا کہ اللہ والوں کو بھی اپنی بیٹری چارج کرنی پڑتی ہے اور اپنا ایمان گرم رکھنا پڑتا ہے، اگر سرد ہوائیں چل رہی ہوں تو چائے کی گرمی اور ہیٹر کام دیتا ہے یا نہیں؟ تو جب ہیٹر ایک مخلوق چیز ہے اور چائے ایک مخلوق چیز ہے، وہ ہمیں گرم کر دیتی ہے تو اللہ والوں کی صحبت کا کیا حال ہوگا، کہ جن کے قلب میں ایمان کا ہیٹر چل رہا ہے اور جن کی آنکھوں میں اور زبانوں میں اثرات موجود ہیں، تو وہ دو شعر پیش کر رہا ہوں جو حکیم الامت کے حجرے میں آویزاں تھے اور حضرت روزانہ اسکو دیکھتے تھے

رہ کے دُنیا میں بشر کو نہیں زیبا غفلت\
موت کا دھیان بھی لازم ہے کہ ہر آن رہے\
جو بشر آتا ہے دُنیا میں یہ کہتی ہے قضا\
میں بھی پیچھے چلی آتی ہوں ذرا دھیان رہے

سُورۂ مُلک میں حیات پر موت کی تقدیم کی حکمت

سبحان اللہ!

میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ نے سُورۂ مُلک میں حیات پر موت کو مقدم فرمایا ہے۔ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ اور پھر ایک اشکال اور سوال فرمایا بحیثیت اُستاد، اور میں شاگرد تھا۔ فرمایا کہ یہ بتاؤ اختر میاں کہ پہلے زندگی ملتی ہے یا پہلے موت آتی ہے؟ میں نے عرض کیا کہ حضرت پہلے زندگی عطا ہوتی ہے، فرمایا کہ پھر اللہ تعالیٰ نے کیوں موت کا تذکرہ مقدم فرمایا؟ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ تو پھر خود جواب دیا کہ یہ اس لیے فرمایا ہے کہ جو زندگی اپنے ڈپارچر کو، رخصت ہونے کو سامنے رکھے گی، وطن اصلی جانے کا خیال رکھے گی، وہ زندگی پردیس کی مشغولیوں کے ساتھ ساتھ تعمیرِ وطن کو فراموش نہیں کرے گی۔ چند روزہ حیات کی لالچ میں اور عارضی عیش کی خاطر اپنی ہمیشہ کی زندگی کو برباد نہیں کرے گی۔ میرے تین جملے سن لیجیے جو کہ عطائے آسمانی ہیں آپ کا ضمیر اس پر شہادت دے گا۔ جس دُنیا سے ہمیشہ کے لیے جانا، کیوں بھئی اس میں کسی کو کوئی اشکال ہے جو گیا وہ پھر لوٹ کر آیا؟ جس دُنیا سے ہمیشہ کے لیے جانا اور لوٹ کر پھر کبھی نہ آنا، ایسی دُنیا سے دل کا کیا لگانا، بتاؤ یہ جملے کچھ اثر انداز ہو رہے ہیں یا نہیں، جس دُنیا سے ہمیشہ کے لیے جانا اور لوٹ کر پھر کبھی نہ آنا ایسی دُنیا سے دل کا کیا لگانا، کیا کوئی شخص لوٹ کر آیا کہ ذرا اپنی بلڈنگ دیکھ لوں، اپنے کاروبار کو دیکھ لوں، اپنی موٹر کو دیکھ لوں،

کوئی آتا ہے؟ نہیں۔

پردیس میں تعمیرِ وطن

اس لیے دوستو! مبارک وہ بندے ہیں جو دُنیا کی مشغولیت کے باوجود پردیس میں رہتے ہوئے اپنی تعمیرِ وطن میں مشغول رہتے ہیں جس کا ذریعہ اللہ والوں کی صحبت ہے، حکیم الامت تھانوی نور اللہ مرقدہٗ فرماتے ہیں کہ سارے دنیا کے مفتی جس کاروبار کے جواز پر فتویٰ دیں کہ یہ بالکل جائز کاروبار ہے، یہ بزنس و تجارت بالکل جائز ہے لیکن اگر وہ اتنا مشغول ہوجاتا ہے کہ اللہ والوں کی صحبت میں جانے کا اسے وقت نہیں ملتا، اتنا کماتا ہے کہ بزرگوں کے پاس کم آتا تو درکنار آنا ہی نہیں ہوتا ہے تو میں ایسی تجارت کو حرام کہوں گا، کیوں؟ اس لیے کہ جب بزرگوں کے پاس نہیں جائے گا تو آہستہ آہستہ اس کی دینی حالت کمزور ہوجائے گی، لہٰذا جس دُنیا سے پردیس کی جس مشغولیت سے وطن کی تعمیر خطرے میں پڑجائے، بتاؤ وہ کیسے جائز ہوگی؟

ایک شخص نے کانپور سے حضرت تھانوی کو لکھا کہ میں پہلے اوابین اور تہجد بھی پڑھتا تھا اب میری تہجد قضا ہونے لگی اور اوابین بھی چھوٹنے لگی۔ اشراق اور چاشت سب چھوٹ گئی پھر کچھ دن کے بعد لکھا کہ اب تو میری جماعت کی نماز بھی ختم ہوگئی پھر لکھا کہ اب تو فرض خطرے میں ہے تو حضرت نے لکھا کہ معلوم ہوتا ہے کہ تم کو صالحین کی صحبت میسّر نہیں ہے۔ بتایئے کتنی اہم چیز ہے، نسبت اور تعلق مع اللہ کا حصول اور اس کا بقا اور اس کا ارتقا اہل اللہ کی صحبت پر موقوف ہے۔

حسنہ فی الدنیا کے معانی

اس لیے علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً کی تفسیر میں لکھا ہے کہ دُنیا میں کیا کیا چیزیں حسنہ ہیں جن کو اللہ نے مانگنے کو سکھایا ہے، کہ تم ہم سے یہ مانگو کہ یا اللہ ہم کو دُنیا میں حسنہ دے اور آخرت کی بھی بھلائی اور حسنہ دے۔ تو دُنیا کی حسنہ میں یہ چیزیں منجملہ حسنات شامل ہیں:

۱۔ اَلْعَافِیَۃُ وَالْکَفَافُ — عافیت و غیر محتاجی
۲۔ اَلْمَرْأَۃُ الصَّالِحَۃُ — نیک بیوی
۳۔ اَلْاَوْلَادُ الْاَبْرَارُ — نیک اولاد
۴۔ اَلْمَالُ الصَّالِحُ — حلال روزی، حلال مال
۵۔ اَلْعِلْمُ وَالْعِبَادَۃُ — دین کا علم حاصل ہونا اور اس پر عمل یعنی توفیقِ عبادت
۶۔ ثَنَاءُ الْخَلْقِ — مخلوق میں تعریف و نیک نامی
۷۔ اَلصِّحَّۃُ وَالْکِفَایَۃُ — صحت و کفایت
۸۔ اَلنُّصْرَۃُ عَلَی الْاَعْدَاءِ — دشمنوں کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ کی مدد
۹۔ وَالْفَھْمُ فِیْ کِتَابِ اللہِ — کتاب اللہ کی فہم
۱۰۔ صُحْبَۃُ الصَّالِحِیْنَ — اللہ والوں کی صحبت

(روح المعانی جلد ۲، صفحہ ۹۱)

جس کو اللہ والوں کی صحبت حاصل نہیں وہ دُنیا کی حسنہ سے محروم ہے۔ میرے شیخ شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ پنجرے میں جو بھی چڑیا پھنس کر آتی ہے اور چمن اور گلشن سے محروم کر دی جاتی ہے

شکاری دھوکا دینے کے لیے پنجرے کی تیلیوں کو رنگین کر دیتا ہے اور دانوں کو بھی رنگین کر دیتا ہے تاکہ اس کو چمن یاد نہ آئے اور پھڑ پھڑانا بھی بھول جائے اس کے پر اور بازو مفلوج ہو جائیں اسی طرح یہ شیطان کی بہت بڑی چال ہے کہ مومن سموسہ اور پاپڑ، کھچڑی اور کڑھی وغیرہ کے رنگین دانوں میں ایسا مشغول ہو جائے کہ اس کی طبیعت میں شوق ہی نہ رہے کہ آخرت کی طرف بڑھنے کی کوشش کرے تو شیخ فرماتے تھے کہ نئی چڑیا پر فرض ہے کہ پُرانی چڑیوں سے رابطہ کرے کہ تم لوگ چمن سے جُدا ہو کر کس طرح فریاد کرتی ہو اے چڑیو! پھر یہ شعر پڑھتے تھے ؎

کس طرح فریاد کرتے ہیں بتادو قاعدہ
اے اسیرانِ قفس میں نو گرفتاروں میں ہوں

تو جو لوگ پردیس کی رنگینیوں میں مبتلا ہو گئے ان کو چاہیے کہ اللہ والوں کی صحبت میں رہیں اور ان سے پوچھیں کہ کس طریقہ سے آپ اللہ سے دُعا مانگتے ہیں اور کس طریقہ سے اللہ کو یاد کرتے ہیں بھئی وہ یاد کرنا ہمیں بھی سکھا دو، خواجہ عزیز الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ میرے شیخ نے سُنایا۔ کیا کہیں علم سماعی بھی عجیب نعمت ہے۔ صحابہ کی سُنّت یہی ہے کہ ان حضرات کے کان براہِ راست زبانِ نبوت سے علم حاصل کرتے تھے۔ بزرگوں کی باتیں سُن کر جو علم آتا ہے وہ بڑا موثر ہوتا ہے، وہ دل ہوتا ہے زبانِ دل کا ترجمان اور کان دل کا ترجمان، دل سے جو بات نکلتی ہے دوسرا دل اس کو کان کے ذریعہ سے کھینچ لیتا ہے کان بھی قیف کی طرح سے ہے۔

یہ خزاں ہے جو باندازِ بہار آئی ہے

تو فرمایا کہ میں لکھنؤ گیا تو لکھنؤ میں پورا شہر سجایا ہوا تھا، کیوں! وائسرائے کی آمد تھی، خواجہ صاحب بھی ساتھ تھے خواجہ صاحب نے میرے شیخ کا بستر اپنے سر پر رکھا جبکہ برابر کے خلیفہ وہ بھی تھے۔ حضرت حکیم الامت کے خلیفہ خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب نے حضرت سے فرمایا کہ میں خلیفہ تو ہوں لیکن غیر عالم ہوں اور آپ عالم خلیفہ ہیں اس لیے آپ کا بستر سر پر رکھنے کو سعادت سمجھتا ہوں، اس کے بعد تھوڑی دیر میں جلدی سے قلی کو بلا کر اس کے سر پر رکھ دیا اور یہ فرمایا کہ حضرت ایک سی آئی ڈی آگیا ہے کیونکہ میں ڈپٹی کلکٹر ہوں اور انگریز بڑا ظالم ہے فوراً میرے خلاف کوئی رپورٹ لکھ دے گا تو میری نوکری خطرے میں پڑ جائے گی کہ یہ ڈپٹی کلکٹر ہو کر قلی بن جاتا ہے۔

دین کی عظمتوں کا پاس رکھنا

اس سے معلوم ہوا کہ جو علماء دین ہیں جن کے سپرد دین کی خدمت ہے ان کو کوئی ایسی حرکت کرنا جائز نہیں جس سے دین کی عظمتوں کو نقصان پہنچے ساؤتھ افریقہ کے ایک تاجر نے بتایا کہ ایک مولوی ہندوستان سے آیا اتنا مانگتا تھا کہ ہم نے دنیا میں اپنی زندگی میں ایسا لالچی مُلا نہیں دیکھا اور تین سال ہو گئے لیکن ابھی تک ان کا سامان جا رہا ہے، ہدیہ کے نام پر مانگا حالانکہ یہ ہدیہ نہیں ہے، ہدیہ تو وہ ہے کہ بے سوال ملے۔ مانگ مانگ کر جمع کیا۔ ایک بہت بڑے شخص نے مجھے یہ روایت بتائی ہے، بتا رہا ہوں کہ کسی عالم دین کو اور دین کے خادم کو ایسی حرکت جائز نہیں ہے کہ جس سے دین

کی عظمتوں کو نقصان پہنچے' چاہے وہ دوسروں کے لیے جائز بھی ہو مگر جو دین کے مقتدا اور خادم ہیں ان کو وہ جائز کام بھی جائز نہیں ہے جس کی وجہ سے عوام میں ان کی سبکی اور خفت اور بے عظمتی پیدا ہو تو خواجہ صاحب نے قلی کے سر پر بستر رکھا اور باہر نکل آئے اور باہر نکل کر فرمایا کہ حضرت سارا لکھنؤ دلہن کی طرح سجایا ہوا ہے۔ اس پر ابھی اسی وقت میرا ایک شعر موزوں ہوا ہے"

رنگ رلیوں پہ زمانہ کی نہ جانا اے دل
یہ خزاں ہے جو بانداز بہار آتی ہے

دیکھا آپ نے بچپن کو ہم نے جوانی میں دیکھا ہے اور جوانوں کو بڈھا دیکھ رہا ہوں اب بڑھے کے بعد آگے منزل قبر کی ہے یہ رو لنگ ہے اور قبر کے بعد میدان حشر کے حساب و کتاب کے لیے تیار ہو جانا چاہیے اکوڑہ خٹک سے ایک رسالہ الحق نکلتا ہے اس میں شعر دیکھا تھا کہ

جو چمن سے گذرے تو اے صبا تو یہ کہنا بلبل زار سے
کہ خزاں کے دن بھی ہیں سامنے نہ لگانا دل کو بہار سے

دُنیا دارُ الغرور اور متاعِ قلیل ہے

اس دُنیا سے جس نے دل لگایا دُنیا نے دھکا مار کر اسے قبر میں لٹایا پھر پتہ چلا کہ جو دُنیا آگے پیچھے پھر رہی تھی دھوکہ باز تھی۔ اس لیے اللہ تعالےٰ نے دُنیا کا نام دارُ الغرور رکھا، یہ متاعِ قلیل ہے، قلیل پونجی ہے۔

متاع کے لغوی معنی کی تحقیق

علامہ اصمعی جو کہ بہت بڑے علماء نحو میں سے ہیں ان کو خیال ہوا کہ متاع کا لفظ جو قرآن پاک میں نازل ہوا ہے اس کے معنی کیا ہیں تو وہ عرب کے دیہاتوں میں گئے چونکہ بڑے شہروں میں عرب اور عجم میں اختلاط ہوگیا تو اس وجہ سے ایک دیہات گئے تاکہ اس کی صحیح لغت جو عرب بولتے ہیں وہ معلوم کرسکیں اور گاؤں میں زبان زیادہ صحیح اور محفوظ ہوتی ہے تو وہاں انہوں نے دیکھا کہ ایک چھوٹا بچہ پانچ چھ سال کا بیٹھا ہوا تھا کہ ایک کتا آیا اور باورچی خانہ میں گھس گیا اور میلا کپڑا جس سے پونچھا لگایا جاتا ہے اور برتن صاف کیا جاتا ہے اس کتے نے اس کو لیا اور لے جاکر پہاڑ پر بیٹھ گیا۔ اب اس بچہ کی ماں آئی تو جو عربی زبان اس بچے نے استعمال کی علامہ اصمعی رحمۃ اللہ علیہ جیسے شخص نے جو عالم نحو ہیں اس کو فوراً نوٹ کرلیا کہ الحمد للہ لغت حل ہوگئی کیوں کہ قرآن پاک عربوں کے محاورات پر نازل ہوا ہے۔ اس بچہ نے کہا یَا اُمِّیْ جَآءَ الرَّقِیْمُ وَاَخَذَ الْمَتَاعَ وَتَبَارَكَ الْجَبَلَ یعنی چتکبرا کتا آیا اور اس نے متاع اٹھائی، متاع یعنی وہ صافی جس سے برتن صاف کرتے ہیں۔ آہ! اللہ تعالیٰ نے فرمادیا کہ دنیا کیا چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے علامہ آلوسی کو جن کے بارے میں علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ تفسیر روح المعانی سے بڑھ کر عربی زبان میں کوئی تفسیر نہیں ہے وہ ماہرِ تفسیر حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کو متاع کیوں فرمایا؟ دنیا حقیر پونچھی کب ہے؟ اگر دنیا

اللہ سے غافل کر دے تب دُنیا ذلیل و خوار اور بری ہے یعنی دُنیا متاعِ قلیل بشرطِ شئی ہے۔ اب آپ کہیں گے کہ بشرطِ شئی کیا شے ہے؟

منطق کے ایک مسئلہ کی آسان اور دلچسپ تشریح

ہر شئی تین چیزوں سے ثابت ہوتی ہے بشرطِ شئی، بشرطِ لاشئی، لابشرطِ شئی، علماء حضرات اس کو پڑھانے میں کچھ مشکل محسوس کرتے ہیں اور طلباء بھی یہی کہتے ہیں کہ پتہ نہیں کہ اُستاد بھی سمجھے ہیں یا نہیں، لیکن میں اس کو مولویوں کے بہت پسندیدہ ذوق کے مطابق حل کرتا ہوں یعنی دعوت۔ اگر آپ یہ کہہ دیں کہ دعوت مجھے اس شرط پر منظور ہے کہ آپ کباب شامی ضرور کھلائیں گے یا پاپڑ یا سموسہ چلو بھئی گجراتی دعوت ہی سہی تو اس کا نام دعوت بشرطِ شئی ہے اور اگر آپ کہدیں کہ بڑا گوشت مجھے نقصان کرتا ہے بڑا گوشت نہیں کھلائیں گے، تو یہ دعوت بشرطِ لاشئی ہے اور اگر یہ کہدیں کہ جو چاہو کھلاؤ اور جو چاہو نہ کھلاؤ یہ لابشرطِ شئی ہے تو میرے بزرگوں اور اکابر نے جب یہ میری تقریر سُنی تو فرمایا کہ بھئی تم نے کھانے پینے میں کتنا بڑا مسئلہ حل کر دیا۔

دُنیا متاعِ قلیل کب ہے اور نعم المتاع کب بن جاتی ہے؟

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے اس دُنیا کے حقیر ہونے کے لیے شرط لگا دی کہ دُنیا حقیر اور ذلیل و بُری کب ہے؟ اِنْ اَلْھَتْكَ عَنْ طَلَبِ الْاٰخِرَةِ (روح المعانی جلد ۲۷، صفحہ ۱۸۵) بشرطِ شئی بری ہے کہ اگر تم کو آخرت سے

غافل کر دے اور اگر تم نے دُنیا کو اللہ کے راستہ میں خرچ کیا مسجد اور مدرسے بنائے اور علما۔ دین کی خدمت کی اور دین کی اشاعت اور دین پھیلانے میں اپنا پیسہ لگایا تو اِنْ جَعَلْتَ الدُّنْيَا وَسِيْلَةً لِّلْاٰخِرَةِ اگر تم دنیا کو آخرت کے لیے وسیلہ بنالو وَذَرِيْعَةً لَّهَا اور آخرت کا ذریعہ بنالو تو فرماتے ہیں کہ پھر دُنیا ذلیل نہیں ہے فَهِيَ نِعْمَ الْمَتَاعُ پھر وہ بہترین پونجی ہے کہ جس کے ذریعہ سے آخرت بن جائے آپ بتائیے کہ جو پَیر کعبہ شریف کا طواف کریں وہ پَیر حقیر ہیں؟ جس ہاتھ سے حجرِ اسود کا بوسہ ملے یا اللہ والوں کا مصافحہ نصیب ہو بھلا وہ ہاتھ حقیر ہو سکتے ہیں؟ ہمارا فرض ہے کہ ہم دُنیا کو آخرت بنالیں، لیکن دُنیا کو آخرت بنانے کے لیے ہمت اور توفیق کب ہوتی ہے اور نوٹ کو اور پونڈ کو گن گن کر تونددمیں رکھنا اس سے نجات کب ملے گی؟

دُنیا پر غالب آنے کا طریقہ

جب کسی اہلِ آخرت کی صحبت نصیب ہو گی کہ جن کے دل پہ اللہ کی محبت چھا گئی ہو، تو ان کی صحبت کی برکت سے آپ کے دل پر بھی چھا جائے گی۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دیکھو علم کتنا ہی حاصل کرلو دُنیا تم پر غالب رہے گی، علم سے دُنیا مغلوب نہیں ہو گی، لیکن کس سے مغلوب ہو گی۔ فرماتے ہیں کہ ۔

یار غالب جو کہ تا غالب شوی

مجھی میں مولانا رومی کا بچپن سے عاشق ہوں۔ فرماتے ہیں کہ ان اللہ والوں کے پاس رہو کہ جو دُنیا پر غالب آچکے ہیں دُنیا جن کے سامنے

مثل کُتّی ہے، مغلوب ہے ان کے ساتھ رہو تاکہ تم بھی غالب ہو جاؤ، جب غالب کے پاس رہو گے تو غالب ہو جاؤ گے مگر غالب سے مُراد وہ شاعر نہیں ہے دہلی کا۔ بلکہ غالب سے مُراد وہ ہے کہ جس پر آخرت اور اللہ کی محبت غالب ہو جائے، جیسا کہ شاعر جگر مُراد آبادی فرماتے ہیں۔

میرا کمالِ عشق بس اتنا ہے اے جگر
وہ مجھ پہ چھا گئے میں زمانہ پہ چھا گیا

جس پر اللہ کی محبت چھا جاتی ہے وہ جہاں جائے گا ان شاء اللہ تعالیٰ غالب رہے گا۔ مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے اللہ والا جہاں بھی جائے گا غالب رہے گا ان شاء اللہ سلاطین کی محفل میں بھی غالب رہے گا، مالداروں کے پاس بھی غالب رہے گا جہاں جائے گا چھا جائے گا، کوئی حال کوئی ماحول کوئی معاشرہ اس کو اللہ سے غافل نہیں کر سکتا بلکہ غافلین کو بھی وہ اللہ کی یاد دلائے گا اور پھر یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

جہاں جاتے ہیں ہم تیرا فسانہ چھیڑ دیتے ہیں
کوئی محفل ہو تیرا رنگ محفل دیکھ لیتے ہیں

حق تعالیٰ کی عظمت و جلالتِ شان کے سامنے مخلوقات کی حقارت

اللہ جس کے دل میں آتا ہے واللہ اس کی نگاہوں میں سورج اور چاند کی روشنیاں پھیکی پڑ جاتی ہیں کیونکہ سورج کو روشنی کی بھیک دینے والا کون ہے اور چاند کو روشنی کی بھیک دینے والا کون ہے؟ اللہ ہے، تو جس کے دل میں اللہ

آتا ہے اس کی روشنی کے آگے سورج اور چاند کی روشنی پھیکی معلوم ہوتی ہے۔
مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ جزا دے فرماتے ہیں کہ ۔

گر تو ماہ و مہر را گوئی خفا

اے خدا اگر چاند اور سورج کو آپ طعنہ دے دیں کہ تم لوگوں میں کچھ روشنی نہیں ہے، تم مخفی مخلوق ہو۔

گر تو قد سرو را گوئی دوتا

اگر سرو کے درخت کو جو سیدھا ہوتا ہے اور عاشق لوگ اپنے معشوقوں کی جسامت اور قامت اور ان کی نازک بدنی کی جس سے تشبیہ دیتے ہیں تو اگر آپ کہدیں کہ اے سرو کے درختو! جن کی سیدھائی مشہور اور ضرب المثل ہے تم سب کے سب ٹیڑھے ہو۔

گر تو کان و بحر را گوئی فقیر
گر تو چرخ و عرش را گوئی حقیر

اگر سونے اور چاندی کی کانوں کو خزانہ اور سمندر کے وہ سواحل کہ جہاں کروڑوں کروڑوں کے موتی پیدا ہوتے ہیں اگر اے اللہ آپ فرما دیں کہ تم سب میرے سامنے فقیر، غریب اور مسکین ہو اور اگر ساتوں آسمانوں اور عرشِ اعظم کو آپ فرما دیں کہ تم حقیر مخلوق ہو تو ۔

ایں بہ نسبت با کمال تو رواست
ملک و اقبال و غناہا مر تو راست

اے خدا آپ کی عظمتوں کے سامنے آپ کے کمالات کے سامنے

آپ کو زیب دیتا ہے اور آپ کو حق پہنچتا ہے کہ آپ جو چاہیں ان کو کہدیں کہ یہ آپ کے ادنیٰ مخلوق، ادنیٰ بھیک منگے ہیں اور سلاطین کے تخت و تاج کو اگر آپ فرمادیں کہ تم کچھ نہیں ہو تو یہ آپ کو زیب دیتا ہے کہ ملک و اقبال و سلطنت آپ ہی کے لیے خاص ہے۔

ایک اللہ والے صاحبِ نسبت قلب کے کیف و سرور کا عالم

کو دنیوی تخت و تاج سے زیادہ نشہ نصیب ہوتا ہے کیونکہ تخت و تاج اللہ کی ادنیٰ بھیک ہے اور جن کے دل میں اللہ آتا ہے سلطنت کے تخت و تاج دینے والا آتا ہے، ان اللہ والوں کے دل کا کیا عالم ہوتا ہے اس کے سامنے سلاطین کے تخت و تاج کیا بیچتے ہیں اور سورج و چاند کی روشنی کیا فرحت کرتی ہے اور دُنیا کی لیلاؤں کا حُسن و جمال کیا بیچتا ہے اور میں نے بتایا تھا کہ اللہ والا وہ ہے کہ جتنا وہ خدا کو مسجد میں یاد کرتا ہو وہ لیسٹر کی سٹرک پر بھی اپنے ٹیسٹر کو حرام لذتوں سے بچاتا ہو ورنہ پھر بزرگی اس کا نام نہیں ہے کہ مسجد میں تو سجدہ میں پڑے رو رہے ہیں اور جب لیسٹر کی سٹرک پر گئے تو اپنا ٹیسٹر کھول دیا، ہر نمکین کو چکھ رہے ہیں، یہ نمک حرامی نہیں ہے؟ جب اللہ تعالیٰ نے منع فرما دیا ہے کہ نظر کی حفاظت کرو یَغُضُّوۡا مِنۡ اَبۡصَارِہِمۡ (پ ۱۸، سُورۃ نور ۳۰) اپنی نگاہوں کو نیچی کرو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بخاری شریف کی حدیث میں فرمایا کہ نظر بازی آنکھوں کا زنا ہے (بخاری جلد ۲، کتاب الاستیذان) جب یہ سامنے آجائیں تو نظر کی حفاظت کرو پھر نظر ی

کرنا یہ نمک حرامی ہے اور نمک حلال وہ ہے کہ جو اپنی بیوی پر قناعت کرے کہ اے اللہ مجھے جو آپ نے بیوی دی ہے اس سے بڑھ کر دنیا میں کوئی لیلیٰ نہیں ہے کیونکہ بدست مولیٰ ملی ہے۔ دوستو! درد بھرے دل سے عرض کرتا ہوں قناعت کرو اپنی حلال پر ان شاء اللہ مرنے کے بعد پھر جنت میں اللہ ہماری سب تمنائیں پوری کریں گے۔

بدنظری کا عذاب بے چینی و بے خوابی

لیکن یہاں حرام نمک چکھنے سے آپ کو سکون نہیں ملے گا۔ یہ خوب سمجھ لیں۔ جنھوں نے نظر کی حفاظت نہیں کی آج ان کی نیندیں حرام ہیں دن بھر جس کو دیکھتے ہیں رات کو پھر نیند حرام ہو جاتی ہے، پھر کیا کھاتے ہیں وہ کہ جب وہ دیکھتے ہیں کسی کی والنٹ تو ان کو کھانی پڑتی ہے ویلیم فائیو، پانچ نمبر کی ایک گولی ہے نیند کی مگر وزن وہی ہے والنٹ کا۔ اگر اللہ کا نام لو اور آنکھوں کو بچا کر رکھو کسی کو دیکھو ہی نہیں کیوں کہ دیکھنے سے کوئی وہ ہمیں مل جائے گی بھئی بتاؤ جو چیز ہمیں نہ ملنے والی ہو اس کو دیکھ دیکھ کے ہائے ہائے کرنا یہ احمقانہ اور بے وقوفی کا گناہ ہے۔ جو اللہ نے ہمیں چٹنی روٹی دی بس اس کو سب کچھ سمجھو اگر دوسری طرف نظر ڈالی تو پاپڑ کے بجائے جھاپڑ پاؤ گے۔

اہل اللہ سے فیض یافتہ ہونے کی علامت

تو میں عرض کر رہا تھا کہ اگر کسی کو دیکھنا ہو کہ یہ کس قدر خانقاہ سے فیض یافتہ ہے اور اس پر اللہ والوں کی

صحبت کا کیا اثر ہے اور ذکر اللہ اور تہجد حج و عمرہ کا اس پر کیا اثر ہے تو اس کو سڑکوں پر دیکھو کہ یہ اپنی نظر کی کتنی حفاظت کرتا ہے؟

دل میں نسبت و تعلق مع اللہ کی مثال قطب نما کی سوئی سے

جیسے قطب نما صحیح ہے یا نہیں اس کا ٹیسٹ کیا ہے لیٹ روالو اسٹن لو اور قطب نما کہتے ہیں قبلہ نما کو اس کی سوئی میں ایک مسالہ لگا رہتا ہے مقناطیس کا، آسمانی رنگ کا ہوتا ہے اور ذرا سا ہوتا ہے اگر آپ شمال کے علاوہ کسی طرف اس کا رُخ کریں گے تو وہ تڑپنے لگتی ہے اگر ذرا بھی اِدھر اُدھر ہو جائے لیکن جب اس کا رُخ شمال کی طرف صحیح کرلیں تو جو مقناطیسی لہریں زمین سے چل رہی ہیں ان کی وجہ سے قطب نما کی سُوئی سکون میں آجاتی ہے اور جب تک اس کا رُخ صحیح نہ ہو تڑپتی رہتی ہے۔ ایسے ہی کیسے معلوم ہو کہ کسی کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت اور نسبت اور تعلق مع اللہ کی دولت آگئی اور اس کے دل میں ایمان کی روشنی اور پالش لگ گئی اس کی علامت یہ ہے کہ اگر دُنیا کا حُسن یا دُنیا کی دولت یا دُنیا کی بادشاہت ہمیں اللہ کی طرف سے ادھر اُدھر کر دے تو دل تڑپنے لگے جب تک ہم توبہ کر کے اپنے قلب کی سُوئی کو اللہ کی طرف نہ کر دیں ہمیں سکون نہ ملے تو سمجھ لو کہ اب دل میں اللہ کا تعلق نصیب ہو گیا ہے یہی دلیل ہے کہ واقعی یہ باخدا ہے کہ غیرِ خدا سے اس کو وحشت ہونے لگی۔

تو دوستو! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ دُنیا دھوکہ کا گھر ان لوگوں کے لیے ہے جنہوں نے دُنیا کو آخرت کا ذریعہ نہیں

بنایا اور اہل اللہ کی صحبت میں نہیں بیٹھے۔

دُنیا کے سانپ پکڑنے کا منتر کیا ہے؟

ورنہ جو لوگ اہل اللہ کی صحبت میں رہتے ہیں تو حکیم الاُمت فرماتے ہیں کہ دُنیا سانپ ہے اس کو پکڑنے کے لیے پہلے منتر سیکھ لو، آپ دیکھتے ہیں کہ مداری لوگ جو منتر جانتے ہیں وہ سانپ اپنے پٹارے میں رکھتے ہیں اور سانپ کو پکڑے بھی رہتے ہیں اور سانپ کچھ نہیں کر پاتا تو حکیم الاُمت فرماتے ہیں کہ جس کو دُنیا کمانا ہو پہلے تقویٰ حاصل کر لو، تقویٰ کا منتر حاصل کر لو پھر دُنیا آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچائے گی۔ دلیل پیامِ رسالت ہے کہ لَا بَأْسَ بِالْغِنٰى لِمَنِ اتَّقَى اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ (مشکوٰۃ باب استحباب المال صفحہ ۴۵۱) مالداری اس کو نقصان نہیں دے گی جو اللہ سے ڈرتا ہے اس کو مالداری مضر نہیں ہے چاہے بادشاہت اس کے قدموں میں آجائے تخت و تاج بھی اگر اس کے قدموں میں آجائیں تب بھی وہ اللہ کو فراموش نہیں کر سکتا۔

اللہ کو بھولنے کی وجہ قلتِ محبت ہے

اب آپ کہیں گے کہ جیسی ہم دُنیا میں پھر کس طرح رہیں تو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ اس کا سلیقہ سکھاتے ہیں کہ دُنیا اور آخرت کو ہم جمع کیسے کر سکتے ہیں؟ خوب غور سے سُن لو تاکہ آپ کو یہ نہ شبہ ہو کہ یہاں لندن کی سڑکوں پر تو بڑا مشکل ہے ہم تو اللہ کو بھول جاتے ہیں لیکن اللہ کو بھولنے کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے دل میں اللہ کی محبت اور دردِ دل نہیں ہے۔ آپ بتائیے کہ اگر ایک کانٹا چبھ جائے تو بریانی سموسہ اور پاپڑ وغیرہ

دیکھ کر وہ درد رہے گا یا ختم ہو جائے گا؟ اور نئی نئی شادی ہوئی ہو جس کو دیکھ کر آدمی یہ شعر پڑھتا ہے ؎

کہاں خرد ہے کہاں ہے نظامِ کار اس کا
یہ پوچھتی ہے تری نرگسِ خمار آلود

لیکن اگر کانٹا صحیح چبھا ہوا ہے تو اس کا درد اس وقت بھی رہے گا، بس اللہ کی محبت کا کانٹا جس کے دل میں چبھ جائے چاہے بریانی اور سموسے میں رہے، قالینوں میں رہے، ساری دُنیا قدموں میں رہے ان شاء اللہ وہ اللہ کو بھول نہیں سکتا۔ ان حسینوں سے مرنے والوں کی لاشوں سے ان کے ڈسٹمپروں سے بھلا وہ اللہ کو بھلا سکتا ہے؟ آہ! ایک شعر اختر کا سُن لو ؎

خاک ہو جائیں گے قبروں میں حسینوں کے بدن
ان کے ڈسٹمپر کی خاطر راہِ پیغمبر نہ چھوڑ

عارضی رنگ و رُوپ کی پچریت

یہ عارضی رنگ و روغن ہے ایک دن بُڑھاپا آئے گا آپ خود ان سے بھاگ جائیں گے کہ ارے یہ بُڑھیا ہے جو سولہ سال میں گڑیا معلوم ہوتی تھی اب تونانی اماں لگ رہی ہے۔ اب میں ایک شعر پڑھتا ہوں کہ ان حسینوں کا کیا حال ہوگا سُنئے ؎

کمر جھک کے مثلِ کمانی ہوئی
کوئی نانا ہوا کوئی نانی ہوئی

ان کے بالوں پہ غالب سفیدی ہوئی
کوئی دادا ہوا کوئی دادی ہوئی

پھر جب جغرافیہ اور شکل خراب ہو جائے گی تو آپ بھاگیں گے لیکن زندگی جو ضائع ہوئی اس کا کیا علاج ہے؟ اس لیے میں کہتا ہوں کہ حسینوں کے جغرافیہ پرست مرو کہ یہ بگڑنے والی شکلیں ہیں ان کو دیکھنے سے آپ باگڑ بلا تو ہو سکتے ہیں عارف باللہ نہیں ہو سکتے، خوب سُن لو۔ پھر نہ کہنا ہمیں خبر نہ ہوئی اب اس پر بھی میرا ایک شعر ہے کہ جب جغرافیہ بدلتا ہے، حسینوں کا حُسن بگڑ جاتا ہے تو بے وقوف لوگ وہاں سے ایسا بھاگتے ہیں جیسے گدھا شیر کو دیکھ کر۔ اس پر میں یہ شعر پیش کرتا ہوں ؎

اِدھر جغرافیہ بدلا اُدھر تاریخ بھی بدلی
نہ ان کی ہسٹری باقی نہ میری مسٹری باقی

حُسنِ فانی سے اہلُ اللہ کے استغنا کی وجہ

کہاں جاتے ہو دوستو! اللہ پر مر کر دیکھو۔

یہ بتاؤ کہ ساری دُنیا کی لیلاؤں کو نمک کون دیتا ہے؟ جلدی بتاؤ جوانو! اللہ، تو جس کے دل میں وہ خالقِ نمکیاتِ لیلائے کائنات آتا ہے جس کے دل میں ساری لیلاؤں کا نمک دینے والا آتا ہے وہ ان مرنے والی لاشوں کے چکر میں نہیں آتا۔

صاحبِ نسبت کے قلب کو بے مثال لذّت عطا ہوتی ہے

خود اللہ تعالیٰ

اس کے قلب کو وہ لذت دیتے ہیں کہ ساری دُنیا کے رومانٹک پاگل ہوجائیں اس نام کی لذت کو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھو اور اللہ کے عاشقوں سے پوچھو۔ فرماتے ہیں کہ ؎

بالب یارم شکر را چہ خبر

مَیں جب اللہ کہتا ہوں تو اتنی مٹھاس معلوم ہوتی ہے کہ شکر ظالم کیا جانے اس مٹھاس کو۔ شکر تو مخلوق ہے اور اللہ کا کوئی ہمسر اور کفو نہیں ہے وَلَمْ یَکُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ نکرہ تحت النفی ہے اور فرماتے ہیں کہ اے دُنیا والو!

اے دوست شکر خوشتر یا آں کہ شکر سازد

اے دُنیا والو یہ شکر زیادہ میٹھی ہے یا شکر کا پیدا کرنے والا زیادہ میٹھا ہے

اے دوست قمر خوشتر یا آں کہ قمر سازد

اے دل یہ چاند زیادہ حسین ہے یا چاند کا بنانے والا زیادہ حسین ہے۔

اہلِ مجاز کی بے چینیاں

اس لیے دیکھ لو کہ لیلاؤں کے چکر میں سب کے سب رومانٹک اور دُنیا کے رومانٹک سب بحرِ اٹلانٹک میں غرق ہیں یہ سب ڈسٹ ان اسٹک یا آؤٹ آف اسٹاک ہیں۔ اس مُلّا کی زبان سے انگریزی الفاظ بھی سُن لو۔ سارے رومانٹک پریشان ہیں کسی کو بھی چین نہیں ہے میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ بحیثیت طبیب اور حکیم ہونے کے آج تک جتنے نوجوان مریض میرے پاس آئے اور کہا کہ نیند نہیں آتی ہے۔ تحقیقات کی تو معلوم ہوا کہ ان کا دل کہیں لگتا نہیں ہے نہ کسی کاروبار میں لگتا ہے، نہ اماں ابا کے پاس لگتا ہے ہر

وقت دل گھبراتا ہے۔ میں نے کہا کہیں نہ کہیں آپ کی گاڑی پھنس گئی ہے۔ اب اس پر میرا شعر سُنئے ؎

جی اس کا کیا لگے گا کسی کاروبار میں
دل جس کا پھنس گیا ہو کسی لف یار میں

دِل کے چین کا واحد راستہ

اللہ تعالیٰ تو فرماتے ہیں کہ ہماری یاد ہی سے تمہیں چین ملے گا تمہاری ماں کے پیٹ میں تمہارا دل بنایا ہے اور اس دل کی مشین کا تیل بھی میں نے قرآنِ پاک میں نازل کر دیا کہ جتنا مجھے یاد کرو گے اتنا ہی چین پاؤ گے اور یاد کی دو قسمیں ہیں۔ بعض لوگ بہت تسبیحیں پڑھتے ہیں مگر کسی ٹیڈی کو نہیں چھوڑتے جب نماز کا حکم ہو جائے تو نماز پڑھو، اور جب سڑکوں پر چلو تو اپنی نظر کی حفاظت کرو کسی کی ماں، بہن، بیٹی کو مت دیکھو، پوچھ لو علما حضرات سے کہ یہ قرآنِ پاک کا حکم ہے یا نہیں؟ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ (پ۱۸، سورۃ نور ۳۰) یہ آیت تو قرآنِ پاک کی ہے۔

آنکھوں کا زنا

بھائی نظر کی حفاظت کرو اور بخاری شریف کی روایت ہے کہ بدنگاہی آنکھوں کا زنا ہے، بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم تو مسلمان ماں بیٹیوں کو نہیں دیکھتے ہیں لیکن کافروں کو نہیں چھوڑتے کہ مالِ غنیمت کو کہیں چھوڑا جاتا ہے بھلا بتائیے ذرا علماء سے پوچھو کہ یہ مالِ غنیمت ہے جب جہاد ہو رہا ہو اس وقت بھی علما حضرات سے پوچھ کر کام کرو اور سڑکوں پر ان کافر عورتوں سے بھی نظر بچانا ضروری ہے۔

حُرمتِ زنا کی ایک عجیب حکمت

رہی یونین میں ایک شخص نے پوچھا کہ زنا کیوں حرام ہے؟ میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے غلاموں کو زانی ہونے سے بچا لیا کیوں کہ زنا سے جو بچہ پیدا ہوتا ہے وہ حرامی ہوتا ہے یا نہیں؟ تو کہا کہ اچھا کافروں سے کیوں حرام ہے؟ میں نے کہا کہ کافر عورت سے جب بچہ پیدا ہوگا تو کافر اور ایک دشمن کا اضافہ ہوگا اور دوسرا مقدمہ چلے گا کہ حرامی بھی بنایا نالائق اور میرے دشمنوں کی تعداد بھی بڑھا دی کہ ایک کافر اور بڑھا دیا دو مقدمے چلیں گے۔

اس لیے میں سچ کہتا ہوں اور چین سے رہنے کا نسخہ پیش کر رہا ہوں کہ اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (پ ۱۳، سُورۃ رعد ۲۸) اللہ ہی کی یاد سے چین ملے گا۔

اللہ کی یاد کی دو قسمیں

لیکن یاد کی دو قسمیں ہیں نمبر ایک اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے والے اعمال کرو اور نمبر دو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے بچو۔ بعض لوگ اعمالِ رضا تو کرتے ہیں حج و عمرہ خوب کرتے ہیں مگر گناہوں سے نہیں بچتے آپ بتائیے کہ محبت کے حق ہیں یا نہیں ایک محبوب کو خوش رکھنا اور دوسرے اس کو ناراض نہ کرنا۔ ہم نے اپنے بزرگوں سے سُنا ہے بلکہ قرآن پاک سے استدلال بھی کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے دو حق ہیں۔

عبادت اللہ تعالیٰ کی محبت کا حق ہے

عبادت جیسا کہ آپ اس وقت عشاء کی نماز پڑھیں گے یہ اللہ تعالیٰ کی محبت کا حق ہے۔

گناہوں سے بچنا اللہ تعالیٰ کی عظمت کا حق ہے

لیکن شرکوں

پر نظر بچانا، جھوٹ نہ بولنا، سودا صحیح تولنا یہ سب کیا ہے؟ یہ اللہ تعالیٰ کی عظمت کا حق ہے۔ عبادت اللہ تعالیٰ کی محبت کا حق ہے اس کی دلیل بھی عجیب ہے ایک دن تلاوت کر رہا تھا کہ دلیل سامنے آگئی مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا (پ ۲۹، سورۃ نوح ع۳) کیا ہو گیا نالائقو کہ تم اللہ کی عظمت کا خیال نہیں کرتے ہو۔ اتنے عظیم الشان مالک کو ناراض کرتے ہو۔

بدایوں یوپی کا ایک شہر تھا جس کو حکیم الاُمّت مزاحاً فرمایا کرتے تھے کہ بدایوں ہی تھا۔ محاورہ ہے اردو کا۔ وہاں ایک شاعر گذرا ہے فانی بدایونی۔ ایک دن اس کی بیوی ناراض ہو گئی اور بولنا چھوڑ دیا تو اس ظالم کا شعر سنو۔ تب پتہ چلے گا کہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے ہمیں کتنا ڈرنا چاہیے! ایک بیوی کی ناراضگی سے ایک ظالم پر دُنیاوی عشق میں کیا اثر مرتب ہوا اور اللہ کی نافرمانی ہم بے تحاشا کرتے ہیں اور نظر اِدھر اُدھر مارتے ہیں مگر ہمارے قلب میں ذرا بھی زخم اور غم نہیں آتا۔ آہ نکلتی ہے ایسے وقت دوستو! دیکھو شاعر فانی بدایونی کیا کہتا ہے کہ میری بیوی آج کل ناراض ہے اس کی تعبیر اس نے کیا کی ہے

ہم نے فانی ڈوبتے دیکھی ہے نبضِ کائنات
جب مزاجِ یار کچھ برہم نظر آیا مجھے

ساری دُنیا ہی کی نبض ڈوب گئی کیونکہ میری بیوی آج کل ناراض ہے

سنا آپ نے اپنی ہی نبض کو ظالم کہتا کہ ڈوب گئی تو کچھ بات تھی لیکن کہتا ہے ہم نے فانی ڈوبتے دیکھی ہے نبضِ کائنات یعنی میری بیوی ذرا سی ناراض ہوتی تو میری دُنیا تلخ ہو گئی لیکن ظالم نے محبت کا صحیح نقشہ کھینچا ہے۔

صحابہ کی شدّتِ محبت کے آثار

اللہ تعالیٰ بھی اپنے عاشقوں کے بارے میں فرماتے ہیں کہ جن کو مجھ سے صحیح محبت ہے اگر ان سے کوئی گناہ اور خطا ہو جاتی ہے تو ان پر دو کیفیتیں طاری ہوتی ہیں ایک ضَاقَتْ عَلَیْھِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ (پ ۱۱، سُورۃ توبہ) ساری دُنیا ان کو تاریک معلوم ہوتی ہے، زمین ان پر تنگ ہو جاتی ہے، جینے میں مزہ ان کو نہیں ملتا۔ دوسرا وَضَاقَتْ عَلَیْھِمْ اَنْفُسُھُمْ (پ ۱۱، سُورۃ توبہ) اپنی جان سے بیزار ہو جاتے ہیں۔

گناہوں پر قرار قلتِ محبت کی دلیل ہے

اور میں دیکھتا ہوں کہ آج بدنظری کے بعد نہایت شاندار چائے انڈے اور مکھن چل رہے ہیں ابھی توبہ بھی نہیں کی ہے۔ آپ سوچئے کہ اپنے مالک کو ناراض کر کے رزاق کو ناراض کر کے اس کا رزق کھانا کیا یہ شرافت ہے؟ حالانکہ اس پر فرض تھا کہ وہ پہلے توبہ کرتا۔ توبہ کر کے اپنے مالک کو خوش کر لیتا پھر چائے پیتا اور توبہ بھی کیسی ہو؟ آج کل توبہ ایسی ہے اللہ توبہ اللہ توبہ! اور دیکھ بھی رہے ہیں عورتوں کو، ایک صاحب لاحول پڑھ کر مجھے دکھا رہے تھے، کہ مولانا لاحول پڑھتے کہ کیا زمانہ آگیا ہے اور کتنی عریانی ہے، دیکھئے ٹانگیں کھلی ہوتی ہیں اور ہم کو دکھا بھی رہا ہے میں نے

کہا کہ بے وقوف یہ کون سی لاحول ہے، یہ لاحول تو تجھ پر لاحول پڑھ رہا ہے۔

قبولِ توبہ کی چار شرائط

اس لیے دوستو! یہ کہتا ہوں کہ توبہ قبول ہونے کی چار شرطیں ہیں جس کو شیخ محی الدین ابو زکریا نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مسلم میں لکھا ہے۔ (جلد ۲، باب الاستغفار صفحہ ۳۴۶ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

شرطِ اوّل: گناہ سے الگ ہو جائے

اس گناہ سے ہٹ جائے یہ نہیں کہ عورتوں کو دیکھ بھی رہے ہیں اور یا اللہ توبہ، اللہ توبہ کیا زمانہ آگیا ہے، کے نعرے بھی لگا رہے ہیں بڑے بایزید بسطامی معلوم ہوتے ہیں، بابا فریدالدین عطار سے کم نہیں معلوم ہوتے ایسی توبہ قبول نہیں ہے گناہ سے فوراً الگ ہو جاؤ پہلے نظر ہٹاؤ۔ توبہ کی پہلی شرط ہے اَنْ یَقْلَعَ عَنِ الْمَعْصِیَۃِ پہلے گناہ سے الگ ہو جائے تب توبہ قبول ہو گی۔

شرطِ دوم: گناہ پر نادم ہو جائے

اَنْ یَنْدَمَ عَلَیْھَا نَدِمَ یَنْدَمُ سَمِعَ سے آتا ہے۔ کہ اپنی نالائقی پر ندامت طاری ہو جائے کہ آہ مجھ سے کیوں خطا ہو گئی، رونے لگے، دل میں دُکھ آجائے کہ میں نے بڑی غلطی کی، اپنے مالک کو ناراض کر دیا۔

شرطِ سوم: عزم کرے کہ اب کبھی یہ گناہ نہ کروں گا

اَنْ یَعْزِمَ عَزْمًا جَازِمًا

اَنْ لَّا یَعُوْدَ اِلَیْھَا اَبَدًا - پکا ارادہ کر لے کہ اب اللہ تعالیٰ کو ناراض نہیں کرنا چاہے دل سے آواز آتی ہو کہ پھر تم یہی کام کرو گے لیکن آپ دل کا ساتھ چھوڑ دیجئے زبان سے کہہ دیجئے۔ توبہ کرتے وقت توبہ توڑنے کا ارادہ نہ ہو تو اس کی توبہ قبول ہے چاہے بعد میں ٹوٹ جائے پھر توبہ کرو، اللہ تعالیٰ معاف کرتے کرتے نہیں تھکتے لیکن اس وقت ارادہ نہ ہو کہ گناہ کریں گے۔ توبہ توڑنے کا ارادہ نہ ہو بس۔ یہ تو آپ کر سکتے ہیں کہ یا اللہ میرا ارادہ توبہ توڑنے کا نہیں ہے مگر توبہ پر قائم رہنا اور رکھنا اس کی مدد آپ ہی سے مانگتے ہیں۔

شرطِ چہارم : اہلِ حقوق کو مال واپس کرے

اور اگر کسی کا مال لے لیا ہے تو اس کی توبہ کے لیے کیا شرط ہے، وضو خانہ سے کسی کی دو ہزار پونڈ کی گھڑی اُٹھا لی پھر کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ معاف کر دو مگر یہ گھڑی واپس نہیں کروں گا، تو یہ توبہ قبول ہوگی کبھی؟ مال کی توبہ یہی ہے کہ جس کا مال ہو اس کو واپس کرو۔

صحبتِ اہل اللہ کے بغیر کوئی اللہ والا نہیں بن سکتا

تو خیر میں عرض کر رہا تھا کہ جب تک کہ ہم صحبتِ اہل اللہ میں نہیں رہیں گے اہل اللہ نہیں بن سکتے۔ آپ بتائیے کہ دیسی آم لنگڑا آم بن سکتا ہے لنگڑے آم کی صحبت کے بغیر؟ قلم جب لگائی جاتی ہے تو دیسی آم لنگڑا آم بنتا ہے اور دیسی دل جب اللہ والوں کے دل سے پیوند لیتا ہے تو کیا بنتا ہے؟ لنگڑا دل

نہیں بگڑا دل بنتا ہے ایسا بگڑا ہوتا ہے کہ پھر اس کی صحبت سے ہزاروں اولیاء اللہ پیدا ہوتے ہیں جو لوگ اپنے بزرگوں کے ساتھ رہے ان کی برکت سے پھر دوسرے لوگ بھی ولی اللہ بن گئے۔ اہل اللہ کا صحبت یافتہ خالی ولی اللہ نہیں ہوتا ہے بلکہ ولی ساز ہوتا ہے، اس کی برکت سے دوسرے لوگ بھی ولی اللہ بن جاتے ہیں۔ اس لیے دوستو! میں عرض کرتا ہوں کہ کچھ دن، کم از کم چالیس دن کسی اللہ والے کی صحبت میں رہ لو جہاں مناسبت ہو۔ آپ کہیں گے کہ چالیس دن کی کیا خصوصیت ہے، عادت اللہ یہی ہے کہ جو لوگ اپنے بزرگوں کے پاس چالیس دن رہے کچھ پا گئے زیادہ رہو تو اور زیادہ پاؤ۔

اہل اللہ کی صحبت میں کتنا رہے؟

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ (پ ۱۱، سورۂ توبہ ۱۱۹) اللہ والوں اور تقویٰ والوں کے پاس رہو۔ علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ اللہ والوں کے پاس کتنا رہے؟ خَالِطُوْهُمْ لِتَكُوْنُوْا مِثْلَهُمْ یہ روح المعانی کی عبارت ہے کہ اتنا رہو کہ تم بھی ویسے ہی اللہ والے بن جاؤ، تمہاری آنکھیں بھی گناہوں سے بچنے لگیں اور تمہارے دل میں بھی اللہ کی محبت غالب ہو جائے۔ اتنا رہو اہل اللہ کے پاس۔

صحبتِ متقین میں تسلسل کی اہمیت اور اس کی مثال

حکیم الامت فرماتے ہیں کہ بعض لوگ رہے مگر ایسے رہے کہ تسلسل نہیں تھا۔ کسی اللہ والے کے پاس لندن پہنچ گئے دس دن رہے، پھر لسٹر میں تین دن رہے، آئے گئے چاہے

اس طریقہ سے زندگی میں چالیس دن سے زیادہ ہو جائیں مگر نفع کامل نہ ہوگا کیونکہ تسلسل بھی ضروری ہے۔ اس کی حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک عجیب مثال دی ہے کہ اگر مرغی کے پر کے نیچے انڈا اکیس دن تک مسلسل رہے تو اس میں جان آجاتی ہے لیکن مرغی اگر تین دن لندن کے انڈوں پر بیٹھی رہے اور لسٹر میں آکر پانچ چھ دن دوسرے انڈوں پر بیٹھے اور اس کے بعد باٹلی میں جتنے باٹلی میں انڈے ہوں ان پر جا کر بیٹھ جائے تو ایک انڈے میں بھی جان نہیں آئے گی تسلسل کی ضرورت ہے کچھ دن مسلسل رہ لو جس کی کم سے کم مدت چالیس دن ہے۔ کیا بھئی آپ کے پاس امریکہ کی ڈگری حاصل کرنے کے لیے تو وقت ہے! بڑے بڑے بزنس کے لیے جاتے ہیں اور ایم ایس ہونے کے لیے اور پی ایچ ڈی ہونے کے لیے وقت ہے، اسی طرح طلبائے دین کو دورہ پڑھنے کے لیے وقت ہے تو شیخ عبدالقادر جیلانی بڑے پیر صاحب کے بارے میں کیا آپ کو علم ہے کہ کتنے بڑے ولی اللہ تھے! فرماتے ہیں شیخ عبدالقادر جیلانی بڑے پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کہ اے علمائے دین آپ کے علم کی عظمتیں سر آنکھوں پر لیکن مدرسوں سے فارغ ہو کر منبر مت سنبھالو، کچھ دن اللہ والوں کے پاس رہ لو۔

اللہ والوں کی صحبت سے کیا ملتا ہے؟

اور نفس کو مٹالو، اخلاص پیدا کرلو

پھر تمہارا سجدہ، سجدہ ہوگا اور تمہارا سجدہ کیسا ہوگا؟ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمارے سجدہ اور اللہ والوں کے سجدہ میں کیا فرق ہے؟ ؎

لیک ذوقِ سجدۂ پیشِ خُدا
خوشتر آید از دو صد ملکت ترا

اللہ والے جب سجدہ کرتے ہیں تو دو سو سلطنت سے زیادہ ان کو اس سجدہ میں مزہ آتا ہے۔

اہلُ اللہ کی لذّتِ باطنی

مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مُراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ اکابر اولیاء اللہ میں سے ہیں اور بخاری شریف پڑھایا کرتے تھے۔ حکیم الامّت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے فرماتے ہیں کہ مولانا اشرف علی، سنو! جب میں سجدہ کرتا ہوں تو اتنا مزہ آتا ہے کہ جیسے اللہ تعالیٰ نے ہمارا پیار لے لیا، اور فرمایا کہ تلاوت میں اتنا مزہ آتا ہے کہ اگر آپ لوگوں کو مل جاتے تو کپڑے پھاڑ کے جنگل بھاگ جاؤ اور فرمایا کہ جب جنت میں حوریں آئیں گی مجھ سے ملنے کے لیے تو میں ان سے کہوں گا کہ بڑی بی! لیکن وہ بڑی نہیں ہوں گی، بڈھی نہیں ہوں گی آپ سمجھ لیجئے کہ جنت میں سب جوان ہوں گے وہاں ہمیشہ سب جوان رہیں گے مرد بھی بڈھے نہیں ہوں گے عورتیں بھی بڈھی نہیں ہوں گی وہاں بڑھاپا آئے گا نہیں، کیوں کہ بڑھاپا تو آتا ہے سُورج کی وجہ سے، یہی ظالم ہفتہ بنا کر، مہینہ بنا کر سال بنا دیتا ہے کہ ستر سال کا ہوگیا ہے یہ بڈھا، وہاں سُورج ہو گا نہیں، لہٰذا بڑھاپا آئے گا نہیں، تو فرمایا کہ جب جنت میں حوریں آئیں گی تو ان سے کہوں گا کہ بی! قرآن شریف سننا ہو تو بیٹھو ورنہ اپنا راستہ لو، دیکھا آپ نے یہ ان کا حال ہے۔

اللہ والے عاشقِ ذاتِ حق ہیں

اللہ والے جنت بھی جو مانگتے ہیں تو اس لیے مانگتے ہیں کہ جنت آئینۂ نعمائے خداوندی ہے۔ وہ جنت کو مقصود نہیں رکھتے ہیں، اللہ کی رضا کو آگے رکھتے ہیں اور یہ حدیث شریف نے ہم کو سبق دیا ہے کہ یہ دُعا کرو کہ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ رِضَاکَ وَالْجَنَّۃَ اے اللہ ہم آپ کی رضا مانگتے ہیں اور جنت درجہ ثانوی میں مانگتے ہیں۔ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ سَخَطِکَ وَالنَّارِ (احکام حج مؤلفہ مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ) ہم آپ کی ناراضگی سے پناہ چاہتے ہیں اور دوزخ سے پناہ درجہ ثانویہ میں ہے، یہ اللہ والوں کے عشق کا مقام ہے۔

عالمِ برزخ میں تین رجسٹر

تو بھی دیکھو ایک دن دُنیا سے جانا ہے یا نہیں؟ کوئی ہے اس مجمع میں جس نے کوئی ایسی دوا کھالی ہو کہ اسے موت ہی نہ آئے، تو جب دُنیا سے جانا ہے تو اللہ تعالیٰ نے تین رجسٹر رکھے ہیں، ایک کافروں کا۔ الحمدللہ کہ ہم سب مسلمان ہیں، دوسرا گنہگار مسلمانوں کا، جو مسلمان ہیں لیکن گناہ نہیں چھوڑ رہے ہیں اور تیسرا اولیاء اللہ کا ہے جو گناہ چھوڑ کر تقویٰ کی برکت سے ولی اللہ ہو گئے۔ آپ کس رجسٹر میں انٹر ہونا چاہتے ہیں؟ اولیاء اللہ کے رجسٹر میں نا!

مرنے کے بعد گناہ چھوٹنے پر کوئی ثواب نہیں

اس لیے کہ مرنے کے بعد تو کوئی گناہ نہیں کرسکتا، چاہے اسی لڑکی کے پاس سے اس کا جنازہ گذارا جائے

جہاں وہ تاک جھانک کرتا تھا۔ کیا اب کفن سے جھانک سکتا ہے وہ کہ ذرا ٹھہرو۔ بھئی ایک ٹیڈی سی آگئی ہے بہت خاص ذرا اس کو دیکھ لوں۔ مرنے کے بعد گناہ چھوٹ جائیں گے لیکن اب اس پر کوئی اجر نہیں۔

باوجود قدرت کے ترکِ گناہ کا نام تقویٰ ہے

کیونکہ تقویٰ جب ہے کہ طاقت ہو اور ارادہ کا مالک ہو اور پھر گناہ نہ کرے۔ اب تو مر گیا وہ اب کیا کرے گا۔ مرنے کے بعد تو سب متقی ہو جاتے ہیں مگر وہ متقی نہیں ہے۔ متقی وہ ہے کہ تقاضا گناہ کا ہو طاقت بھی ہو پھر گناہ نہ کرے۔ اب کسی کی آنکھ میں موتیا آجائے اندھا ہو گیا اب کہتا ہے کہ میں تو کسی کو نہیں دیکھتا ہوں یہ اس کا کمال ہے؟ نہیں، جب تک آنکھ میں روشنی تھی تو ظالم نے ایک کو بھی نہ چھوڑا، اور اب کہتا ہے کہ میں تو بہت متقی ہوں، اب کیا متقی ہے اب تو اس کو دکھائی بھی نہیں دیتا، دیکھنے کی طاقت ہو پھر بھی نہ دیکھتا ہو تب متقی ہے۔ اس پر میرا ایک شعر ہے ؎

جب آ گئے وہ سامنے نابینا بن گئے
جب ہٹ گئے وہ سامنے سے بینا بن گئے

دُنیا و آخرت کے امتزاج کی مثال کشتی اور پانی سے

اب عرض کرتا ہوں کہ دُنیا کی محبت کیسے نکلے گی، دُنیا اور آخرت کا امتزاج کیسے حاصل ہوگا کہ دُنیا بھی رہے اور آخرت بھی رہے، مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے

ہیں کہ جیسے کشتی پانی پر رہتی ہے اگر پانی نہ ہو تو بتایئے کشتی چلے گی ؟ دُنیا اگر نہ ہو تو کیا آپ بغیر کپڑے کے نماز پڑھ سکتے ہیں ؟ روٹی نہ ملے تو عبادت کیسے کرو گے ؟ جو لوگ کہتے ہیں کہ دُنیا کو لات مارو۔ تین دن کھانا نہ ملے تو مارنے کے لیے تو لات ہی نہ اُٹھے گی۔ دُنیا بھی ضروری ہے جیسے پانی کشتی کے نیچے ہو اگر پانی کشتی کے اندر گھس جائے تو کشتی چلے گی ؟ تو جو دُنیا ہماری آخرت کا ذریعہ ہے اگر دل میں یہ دُنیا کا پانی گھس گیا تو آخرت کی کشتی ڈوب جائے گی۔ اس لیے اہل اللہ کی صحبت کی ضرورت ہوتی ہے۔

یارِ غالب جو کہ تا غالب شوی
یارِ مغلوباں مشو ہیں اے غوی

اللہ کی محبت جن پر غالب ہوگئی ان کی صحبت میں رہو گے تو غالب ہو جاؤ گے۔ جن پر دُنیا غالب ہے ان کے ساتھ دوستی مت رکھو ورنہ تم بھی مغلوب ہو جاؤ گے۔

صحبتِ ناجنس کا اثر

اور اس کا قصہ حضرت نے لکھا ہے کہ نواب واجد علی کے یہاں لکھنؤ میں ایک مرد صاحب عورت بن کر بیگمات کی خدمت کیا کرتے تھے، ایک دن محل سرا میں سانپ نکل آیا تو عورتوں نے کہا کہ کسی مَرد کو بلاؤ سانپ کو مارے، تو وہ مرد صاحب جو تھے انہوں نے بھی کہا کہ ہاں بھئی کسی مرد کو بلاؤ، تو عورتوں نے کہا کہ جناب آپ بھی تو مَرد ہیں، کہا کہ اچھا واللہ میں بھی مرد ہوں یعنی وہ اپنا مرد ہونا بھی بھول گئے، تو صحبت کا یہ اثر ہوا۔ تجربہ کی بات کہتا ہوں کہ جو بھی دُنیا میں

ولی اللہ ہوا ہے کسی ولی اللہ کی صحبت اور قلم سے ہوا ہے۔

قریب جلتے ہوئے دل کے اپنا دل کر دے
یہ آگ لگتی نہیں ہے لگائی جاتی ہے
جو آگ کی خاصیت وہ عشق کی خاصیت
اک سینہ بہ سینہ ہے اک خانہ بہ خانہ ہے

صحابی کو صحابی اسی لیے کہا گیا ہے کہ انھوں نے صحبت پائی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ آج کوئی صحابی ہو سکتا ہے؟ سمجھ لیجئے اس بات کو۔

افنائے نفس کی مثال تبدیلِ ماہیت ہے

جیسی صورت ہو گی ویسے ہی ہم بن جائیں گے۔ گدھا اگر نمک کی کان میں گر جائے تو بتاؤ کہ نمک بن جائے گا یا نہیں؟ ایک نمک کی کان ہے جہاں نمک ہی نمک ہے کروڑوں ٹن نمک ہے۔ اور ایک گدھا اس میں پھسل گیا گر گیا تو کچھ دن میں وہ نمک بن جائے گا اس کا پیکیٹ مفتیٔ اعظم بھی کھائے گا، وزیر اعظم بھی کھائے گا۔ بڑے بڑے اولیا۔ اللہ بھی کھائیں گے کیونکہ اب وہ نمک بن گیا لیکن گدھا نمک کب بنتا ہے؟ جب مر جاتا ہے اگر وہ سانس لیتا رہے گا تو گدھے کا گدھا ہی رہے گا، تو جو لوگ اپنے نفس کو نہیں مٹاتے اللہ والوں کے پاس رہنے کے باوجود بھی نفس کو نہیں مٹاتے سمجھ لو کہ وہ گدھے کے گدھے ہی رہیں گے۔ اپنے نفس کو مٹا دو ان شاء اللہ پھر جیسا شیخ ہے ویسے ہی آپ ہو جائیں گے بلکہ شیخ سے بھی بڑھ سکتے ہیں، اس کی دلیل سنئے۔

صحبتِ شیخ ظہورِ صلاحیت کا ذریعہ ہے اور اس کی مثال

حضرت حکیم الامت فرماتے ہیں کہ مرغی کے پروں میں بطخ کا انڈا رکھ دیجئے۔ بتائیے بطخ مرغی سے افضل ہے یا نہیں؟ افضل ہے اس لیے کہ دریا میں بطخ تیرتی ہے اور مرغی نہیں تیر سکتی، لیکن مرغی کے پروں میں بطخ کے انڈے سے بطخ ہی نکلے گا۔ حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مجدد ہونے کی صلاحیت اندر موجود تھی لیکن حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت سے وہ مجدد ہوئے کہ نہیں؟ اگر آپ اپنے کو کچھ سمجھتے ہیں تو سخت غلطی پر ہیں۔ اول تو یہ کہ آپ اپنے کو افضل کیوں سمجھیں لیکن میں کہتا ہوں کہ آپ کے اندر جو بھی صلاحیت ہے، جتنی صلاحیتیں ہوں گی ان شاء اللہ تعالیٰ انہیں بزرگوں کی برکت سے ظاہر ہو جائیں گی۔

اپنے زمانہ کے اہل اللہ سے استفادہ ضروری ہے

آج کل دروازہ ناپتے ہیں کہ صاحب یہ بڑے پیر نہیں ہیں چھوٹے پیر کنڈم قسم کے پیر ہیں اور ناقابل ریفر نڈم بھی ہیں لہٰذا ان سے کوئی خاص فیض نہیں ہوگا۔ میں کہتا ہوں کہ اگر وہ اللہ والا ہے اور بزرگوں نے اس کو خلافت دی ہے تو اس سے تعلق قائم کرو، دروازہ کو مت ناپو۔ پیچھے دروازہ میں کون کھڑا ہے اس کو دیکھو دینے والا اللہ ہے اور اولیاء اللہ انتقال کرتے رہتے ہیں دینے والا وہی اللہ ہے جس دروازہ سے چاہو لو جو آپ کے لیے آسان ہو، اب آگے نئی ذیلوی

بیمار ہوتا ہے مثلاً اگر لشکر میں کوئی بیمار ہو تو آج تک کسی سے سُنا ہے کہ بھئی میں تو بہت بڑے حکیم سے علاج کراتا ہوں کیونکہ میں وی آئی پی شخصیت ہوں لہٰذا حکیم اجمل خان جب قبرستان سے اُٹھ کر آئیں گے تب علاج کراوں گا، کوئی ہے ایسا بے وقوف کوئی نہیں ہوگا کہ بڑے ڈاکٹر کا انتظار کرے جو موجودہ ڈاکٹر ہے اسی کی طرف رجوع کرے گا بس آخرت کا معاملہ بھی یہی ہے کہ جو موجودہ اللہ والے ہیں ان ہی سے جُڑ جاؤ۔

نفع کے لیے مناسبت شرط ہے

اور انہیں سے جڑو کہ جن سے آپ کو مناسبت ہو۔ مناسبت دیکھ لو، اگر آپ کا بلڈ گروپ ملتا ہے تو فائدہ ہوگا ورنہ نہیں۔ میرا اس پر ایک شعر بھی ہے کہ ؎

آنکھ سے آنکھ ملی دل سے مگر دل نہ ملا
عُمر بھر ناؤ پہ بیٹھے رہے ساحل نہ ملا

مناسبت دیکھو کہ دل ملتا ہے یا نہیں؛ روحانی بلڈ گروپ ملتا ہے یا نہیں ان شاء اللہ تعالیٰ پھر نفع ہوگا۔

شرحِ صدر کی تفسیر زبانِ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم سے

آخر میں آیت کا ترجمہ ایک دفعہ سُن لیجئے! اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جس بندہ کی ہدایت کا ارادہ فرماتے ہیں اس کے سینہ میں ایک نور عطا فرماتے ہیں، سینہ کھول دیتے ہیں کیا معنی ہیں؟ صحابہ کے اس سوال پر کہ اے اللہ کے رسول! سینہ کیسے کھلتا ہے؟ اس

کے معانی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائے کہ نور یقذف فی الصدر فینشرح له وینفسح (روح المعانی جلد ۸ صفحہ ۲۲) اللہ جس کی ہدایت کا ارادہ کرتے ہیں اس کے دل میں اپنا ایک نور داخل کرتے ہیں جس سے دین پر عمل کرنا مثلاً نظر بچانا اور تہجد پڑھنا سارے کام اسلام کے آسان ہو جاتے ہیں اس کا دل بڑا کر دیا جاتا ہے دنیا میں بھی آپ دیکھیں گے کہ جس غریب کے گھر میں کوئی بڑا آدمی گھوڑے پر یا ہاتھی پر بیٹھ کر آئے اور کہے کہ میں آپ سے دوستی کرنا چاہتا ہوں تو غریب کہتا ہے کہ حضور میرا گھر چھوٹا ہے تو کہے گا کہ میں پہلے تمہارا گھر بڑا بناؤں گا پھر ہاتھی پر بیٹھ کر آؤں گا تو اللہ تعالیٰ جس دل کو اپنا گھر بناتا ہے پہلے اس کے دل کو وسیع کر دیتا ہے تاکہ اللہ مع اپنی صفات اور عظمتوں کے اس کے دل میں تجلی خاص نازل فرمائے۔

دل میں نورِ ہدایت داخل ہونے کی علامات

(مشکوٰۃ باب فضل الفقراء صفحہ ۴۴۶ و روح المعانی جلد ۸ صفحہ ۲۲)

جب حضراتِ صحابہ نے پوچھا کہ جب اللہ سینہ کھولتا ہے تو کیا بات ہوتی ہے سینہ کیسے کھلتا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب نورِ ہدایت اس میں داخل ہوتا ہے تو سینہ کھل جاتا ہے۔ حضراتِ صحابہ نے پوچھا کہ اس کی علامت کیا ہے؟ کیسے معلوم ہو کہ ہمارے دل میں ہدایت کا نور آ گیا ہے؟

پہلی علامت: دُنیا سے کنارہ کش ہو جانا

تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

نے پہلی علامت یہ بیان فرمائی کہ اَلتَّجَافِیْ عَنْ دَارِ الْغُرُوْرِ۔ دھوکہ کے گھر سے دل اُچاٹ ہوجاتے دُنیا میں رہے مگر دل لگے نہیں ۔

دُنیا میں ہوں دُنیا کا طلبگار نہیں ہوں
بازار سے گذرا ہوں خریدار نہیں ہوں

رہے مگر پانی کی طرح کشتی کے نیچے رہے، کشتی میں نہ گھسنے پائے، دُنیا کی محبت کا پانی دل میں گھسنے نہ پائے۔

اللہ تعالٰی کا جو بندہ نورِ ہدایت سے مشرف ہوتا ہے دُنیا میں اس کا دل نہیں لگتا، رہتا تو ہے دُنیا میں مگر سوچتا ہے کہ ایک دن جانا ہے سمجھ لو کہ ایسا شخص آخرت کی تیاری کرے گا۔

اُس کے دل پہ یہ راز کھل جائے گا کہ دُنیا دھوکہ کا گھر ہے۔

دنیا دھوکہ کا گھر کیوں ہے؟

جو آیت میں نے تلاوت کی مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے بارے میں فرمایا کہ اللہ تعالٰی نے دُنیا کو دارُالغُرور یعنی دھوکہ کا گھر کیوں فرمایا ہے اس کی وجہ کیا ہے لہٰذا اپنی مثنوی شریف میں اس کی وجہ بیان فرماتے ہیں ؎

زاں لقب شد خاک را دارُالغُرور
مٹی کی دُنیا کو اللہ نے دھوکہ کا گھر کیوں فرمایا۔
کو کشد پا را پس یوم العبور

جب جنازہ قبر میں اترتا ہے تو اس کا کاروبار، اس کی موٹر، اس کے بیوی بچے

، اس کے دوست اس کے قالین، اس کے موبائل اور ساری تیتیں سموسے پاپڑ سب اوپر رہ جاتے ہیں۔ کوئی چیز اندر جاتی ہے بھئی ؟ اس لیے اللہ نے اس کا نام رکھا کہ یہ دُنیا دھوکہ کا گھر ہے، آگے پیچھے پھرتی ہے۔ سیٹھ بھولا رہتا ہے ہر وقت موبائل ساتھ۔ آپ کسی کو موبائل کی حالت میں دیکھیں تو کم لوگ ملیں گے جن میں عبدیت اور بندگی ملے گی۔ یوں ٹیڑھے ہو ہو کر اس کو سنتے ہیں اور چلتے بھی رہتے ہیں۔ دوسروں کو دکھاتے بھی ہیں کہ آسٹریلیا سے ابھی فون آیا ہے۔ لیکن موت کے وقت موبائل ، ٹیلیفون، کار ، بنگلے بیوی بچے سب ہاتھ کھینچ لیتے ہیں۔ جو دُنیا آگے پیچھے پھر رہی تھی اچانک لات مار کر قبر میں دھکیل دیتی ہے۔

کوکشد پار اسپیس یوم العبور

دنیا دھوکہ کا گھر اس لیے ہے کہ جب ہمارا ڈیپارچر ہوتا ہے اور ہم زمین کے نیچے جاتے ہیں تو دُنیا ہمارا ساتھ نہیں دیتی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے دنیا کا نام دھوکہ کا گھر رکھا اور اللہ کیسا باوفا ہے کہ زمین کے اوپر بھی وہ باوفا ہے اور زمین کے نیچے بھی اپنی وفاداری و رحمت کا ظہور فرماتا ہے کہ اے میرے پیارے بندے تو نے زمین کے اوپر کبھی مجھے فراموش نہیں کیا ، ماں باپ کاروبار اور بال بچوں میں تو مجھے نہیں بھولا۔ اب زمین کے نیچے قبرستان میں اکیلا آیا ہے تو میں تجھے کیسے بھلا دوں اتو نے تو مجھے کثرتِ تعلقات میں بھی فراموش نہیں کیا تو آج تیری تنہائی میں کیسے میں تجھے بھلا دوں گا ؟

مثنوی رُومی میں دُنیا کے دار الغرور ہونے کی عجیب تمثیل

اب مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے تین مثالوں سے سمجھایا کہ دُنیا دل لگانے کے قابل نہیں ہے۔ مَیں نے مثنوی کی شرح لکھی ہے۔ الحمد للہ علماء میں بہت مقبول ہے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دُنیا دھوکے کا گھر کیوں ہے؟ فرماتے ہیں کہ تین واقعے سے تم ہمیشہ کے لیے دُنیا کی محبت سے پاک ہو جاؤ گے

واقعہ نمبر ۱ ۔ ایک مگرمچھ ہوتا ہے کہ جس کا لمبا سا مُنہ ہوتا ہے اس کے دانتوں کے درمیان فاصلے ہوتے ہیں گوشت کھانے کے بعد وہ بیچارہ خلال تو کرتا نہیں۔ لہٰذا جو گوشت اٹک جاتا ہے وہ سڑ جاتا ہے جس سے چھوٹے چھوٹے کیڑے پیدا ہو جاتے ہیں اور وہ بھوک کی وجہ سے دریا کے کنارہ آکر مُنہ کھول دیتا ہے اور جو چڑیا وہاں سے گذرتی ہے تو بیچاری دیکھتی ہے کہ واہ یہ کیڑے تو بہت عمدہ غذا ہیں گویا ٹیلی ویژن چل رہا ہے اور وی سی آر بھی ہے اور بہت سی ننگی فلمیں اندر چل رہی ہیں۔ بس ایک ایک چڑیا بیٹھ کر چونچ سے ان کیڑوں کو کھانے لگتی ہے اور ان کو اس میں اتنا مزہ آتا ہے کہ کیا سموسہ پاپڑ کا مزہ ہو گا پہلے ایک چڑیا بیٹھی دوسری نے کہا کہ اچھا اکیلے مزے اُڑا رہی ہو میں بھی یہی کروں گی۔ گناہ بھی ایسے ہی پھیلتا ہے اب بیس چڑیاں مگرمچھ کے اِس سائیڈ میں اور بیس چڑیاں اُس سائیڈ میں بیٹھ کر خوب چہچہا رہی ہیں کہ آہا کیا مزہ آرہا ہے وی سی آر کا اور ننگی فلموں کا اور خوب عمدہ غذا کا۔ اب جب مگرمچھ نے دیکھا کہ میرے دونوں سائیڈوں میں بیس چڑیاں ادھر اور بیس چڑیاں اُدھر آرام

سے بیٹھی ہیں تو اپنے منہ کو ایک دم سے ملا لیتا ہے اور چڑیوں کو نگل جاتا ہے۔ اس کے بعد وہ کہتی ہیں کہ ارے وہ ٹی وی، وی سی آر کہاں گئے، دُنیا میں وہ ہمارا کاروبار، قالین، موبائل اور وہ پاپڑ اور سموسہ کے دستر خوان سب کہاں گئے؟ تب کہتی ہیں کہ آہ ہم نے بڑی بے وقوفی کی! اس مگرمچھ کا ہمیں تو پتہ ہی نہیں تھا کہ یہ زندہ ہے، یہ ظالم تو منہ کھولے مردہ بنا ہوا تھا۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ اسی کو فرماتے ہیں کہ دُنیا کی زمین کے اُوپر تمہارا کتنا ہی کاروبار چل جائے مرسیڈیز ہو، قالین ہوں، موبائل ہوں، سموسے، پاپڑ اور شامی کباب ہوں لیکن خبردار دُنیا سے دل نہ لگانا۔ دو گز کا مگرمچھ منہ کھولے ہوئے تمہارا انتظار کر رہا ہے۔ سُن لیا بھئی آپ حضرات نے۔ دیکھو بھئی بھولنا مت۔ پھر نہ کہنا ہمیں خبر نہ ہوئی، کیونکہ کراچی سے آنا آسان نہیں ہے، ضعف اور عمر کے تقاضے کی وجہ سے۔ تو کتنی ہی شاندار بلڈنگ ہو اور کاروبار ہو اور پونڈ ہو اور پونڈ کی وجہ سے توند بھی نکلی ہو لیکن یاد رکھو کہ دو گز کی زمین قبرستان میں ہمارا انتظار کر رہی ہے، زمین مثل مگرمچھ کے منہ کھولے ہوئے انتظار کر رہی ہے کہ دیکھو یہ کب آتے ہیں؟ ہے عبرت ناک واقعہ یا نہیں! بتاؤ چڑیوں کی طرح حماقت نہ کرنا چچا! مت، دُنیا کی حرام لذتوں سے مست نہ ہونا۔ ایک دن زمین مگرمچھ کی طرح منہ کھول کر پھر بند کر لے گی اور ہم کئی من مٹی کے نیچے ہوں گے جیسے مگرمچھ نے منہ کو ملا کر چڑیوں کو نگل لیا۔ ایسے ہی زمین بھی قبرستان میں ہم کو اپنے پیٹ میں نگل لے گی۔ دو تین من مٹی ہمارے اوپر پڑنے والی ہے۔ جلدی گناہوں کو چھوڑ دو میرے پیارے دوستو! کیوں کہ گناہ بہت خراب چیز ہے۔

ہمیں اللہ کا ولی نہیں بننے دیتی ہے یہی گناہ ہمارے اللہ کا ولی بننے میں حائل ہے۔ ورنہ آج نہ معلوم کتنے بڑے ولی اللہ بن جاتے!

مثنوی میں دارُالغرور کی دوسری تمثیل

اب دوسرا واقعہ سُنئے! ایک شہزادے پر ایک بڑھیا نے جادو کر دیا۔ دیکھا کہ شہزادہ بہت حسین ہے تو اس کو اپنے چکر میں لانے کے لیے بڑھیا نے اس کے اُوپر جادو کر دیا جس سے اس شہزادہ کو اپنی جوان بیوی نہایت بُری معلوم ہوتی تھی حالانکہ وہ ایسی حسین تھی کہ اندھیرے میں اُجالا ہو جاتا تھا مگر جادو کی وجہ سے اس کو وہ جوان بیوی بہت ہی خوف ناک چڑیل معلوم ہوتی تھی اور وہ اسّی سال کی بڑھیا جس کے مُنہ میں دانت بھی نہیں تھے اور گال ایک ایک انچ اندر پچکے ہوتے تھے ان گالوں کو اپنے ہونٹوں سے اٹھا کر کہتا تھا کہ واہ واہ کیا عالمِ شباب طاری ہے! جادو سے خراب چیز اچھی لگتی ہے اور اچھی چیز خراب نظر آتی ہے۔ کئی برس ہو گئے مگر اولاد نہیں ہوئی تو بادشاہ نے وزیروں کو بلایا کہ میں دادا بننا چاہتا ہوں، بیٹے کی شادی کو تین برس ہو گئے لیکن کیا بات ہے کہ دُور دُور تک کوئی اُمید نظر نہیں آتی، تو علماء دین کو بلایا گیا، بزرگانِ دین نے اس کے ہاتھ میں تعویذ رکھ کر پتا لگا لیا کہ شہزادے پر جادو کا اثر ہے۔ تب بادشاہ علماء کے پیر پکڑ کر رونے لگا کہ اللہ والو! ہمارے بیٹے کا جادو اُتار دو۔ انہوں نے کہا کہ ان شاء اللہ اُتر جائے گا۔ قرآن شریف میں اس کا علاج موجود ہے۔ چالیس دن جادو اتارنے کی آیات اور تینوں قل وغیرہ اس کو پڑھ کر پلا دیا، جادو بالکل

اچھا ہوگیا۔ بادشاہ نے کہا کہ اس کا جادو ٹھیک ہونے کی دلیل کیا ہے؟ فرمایا
کہ دلیل اس کی یہ ہے کہ اس کو اب اپنی خوبصورت بیوی اچھی لگنے لگے گی حقیقت
صحیح واضح ہوجائے گی اور اسّی سال کی بڑھیا کو دیکھ کر یہ رونے لگے گا کہ میں نے جوانی
کہاں برباد کر دی اور اس کو قے ہو جائے گی۔ لہٰذا پولیس اور فوج کے ساتھ
بادشاہ خود اس بڑھیا کے یہاں گیا۔ جب اس شہزادے نے اس بڑھیا کو دیکھا تو نفرت
سے قے ہو گئی اور افسوس کرنے لگا کہ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ ایسی خراب
بڑھیا جس کے گیارہ نمبر کا چشمہ لگا ہوا ہے اس کو میں حسین دیکھتا تھا اور جب
اس کی بیوی دکھائی گئی تو وہ رونے لگا کہ آہ! میں نے اس کی قدر نہیں کی۔ جادو
کی وجہ سے اس بڑھیا کے ساتھ میں نے اپنی زندگی ضائع کر دی اور اس سے
معافی مانگی اور پیروں پر گر گیا کہ مجھے معاف کر دو۔

حُبِّ دُنیا کے شیطانی جادو کی علامات

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں
کہ اسی طرح شیطان بہت بڑا جادوگر ہے جب آنکھوں پر جادو کر دیتا ہے تو
دُنیا اچھی لگتی ہے اور اللہ والے بھی اچھے نہیں لگتے اور اللہ تعالیٰ اور حضور صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی اچھے نہیں لگتے، زنا، شراب، خنزیر سب خبیث
چیزیں پھر اس کو اچھی لگنے لگتی ہیں۔ اس لیے دوستو! یہ جادو کیسے اُترے گا؟
اس شہزادے کا جادو جس چیز نے اُتارا اسی سے یہ جادو بھی اُترے گا یعنی اللہ
والوں کی صحبت میں رہو ان شاء اللہ تعالیٰ چند دن کے بعد آپ کو اللہ اور
رسول سے ایسی محبت معلوم ہوگی اور اللہ تعالیٰ میں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم

میں وہ جمال نظر آئے گا کہ ساری دُنیا نگاہوں سے گر جائے گی اور آپ اللہ پر جان دے کر بھی کہیں گے کہ ؎

جان دی دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

جادو اتارنا ضروری ہے یا نہیں؟ ورنہ اسی حالت میں بڑھیا کا گال چوستے چوستے مر جاؤ گے اور جنازہ دفن ہو جائے گا اور بڑھیا کیا ہے؟ یہ دُنیا دُنیا بڑھیا ہے، اللہ اور رسول کے مقابلے میں دُنیا کی کیا حقیقت ہے بتاؤ بھئی! حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر پوری دُنیا کی قدر و قیمت مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو اللہ کسی کافر کو ایک گھونٹ پانی نہ دیتا (ترمذی جلد ۲، باب الزھد صفحہ ۵۸) اب ہم لوگ کہاں جا رہے ہیں! اسی میں یہ لڑکیاں بھی ہیں کہ یہ بھی مچھر کے پر ہیں قبرستان میں قبر کھول کر دیکھو کہ ان حسینوں کا انجام کیا ہے کبھی کا حُسن نظر نہیں آئے گا۔ زندگی ہی میں ان کی شکل بگڑ جاتی ہے اور ان کے عاشقین ان سے بھاگتے ہیں مجھے اپنے دو شعر اچانک یاد آگئے ؎

ان حسینوں سے دل بچانے میں
میں نے غم بھی بہت اُٹھائے ہیں

یہ اس لیے کہتا ہوں کہ آپ لوگ یہ نہ سمجھنا کہ مُلا اور صوفی ہونے کے بعد وہ بالکل مخنث ہو جاتے ہیں۔ اہل اللہ کی طاقت عام لوگوں سے زیادہ ہوتی ہے کیوں بھئی! جو گناہ سے بچتا ہے، اس کی طاقت زیادہ نہیں ہوگی؟ اس لیے میں نے بزرگوں کی طرف سے یہ شعر کہا ہے اور دوسرا شعر ہے ؎

شکل بگڑی تو بھاگ نکلے دوست

یہاں دوست کا لفظ طعنہ ہے "تاکید الذم بما یشبہ المدح" ہے۔ جب اس کا منہ ٹیڑھا ہوگیا، بال سفید ہوگئے اب وہاں سے بھاگ گئے دوست! اب اس گلی کا رُخ بھی نہیں کرتے ہے

شکل بگڑی تو بھاگ نکلے دوست

جن کو پہلے غزل سناتے ہیں

پہلے دیوانِ غالب پڑھتے تھے اب دیوان لپیٹا اور ایک دو تین ہو گئے۔ پلٹ کے بھی نہیں آتے۔ جس سے پلٹتے تھے اب ادھر پلٹتے بھی نہیں۔ حاصل یہ ہے کہ دُنیا فانی ہے دل لگانے کے قابل نہیں۔ یہ جادو ہے۔

دُنیا کا جادو اُتارنے کا طریقہ

اور جادو کیسے اُترے گا بھئی! اللہ والوں کی صحبت میں رہو ان شاء اللہ ان کی برکت سے جادو اُترے گا، پھر خدا سے بڑھ کر دُنیا میں کوئی چیز نظر نہیں آئے گی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے بڑھ کر کسی کا کلچر اور کسی کا طریقہ پسند نہیں آئے گا۔

دارُالغرور کی تیسری تمثیل

یہ دو واقعے ہوگئے اب ایک تیسرا واقعہ بھی سن لیجئے اور وہ یہ ہے کہ ایک قلعہ میں ایک بادشاہ رہتا تھا اس نے اپنی فوج کے لیے اور اپنے بچوں اور خاندان کے لیے قلعہ کے اندر کوئی کنواں کھدوایا تھا۔ باہر سے پانچ دریاؤں کا پانی آتا تھا۔ دشمن ملک کے بادشاہ نے سی آئی ڈی کے ذریعہ سے پتہ کرلیا کہ یہ بادشاہ

بے وقوف ہے کہ جس کے قلعے کے اندر کوئی کنواں نہیں ہے اور پانی کا کوئی انتظام نہیں ہے لہٰذا اس نے پانچوں دریاؤں پر بند باندھ دیا یہاں تک کہ پانچوں دریاؤں سے پانی آنا بند ہوگیا جب پانی ختم ہونے کے قریب ہوگیا تو بادشاہ نے کہا کہ یہ کیا ہوگیا؟ وزیر نے کہا کہ جناب ہم تو آپ سے کہتے تھے کہ آپ پانی کا اندر کوئی انتظام کریں لیکن آپ مذاق اُڑاتے تھے کہ اندر کنویں کی کیا ضرورت ہے؟ اب تو مرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے۔ مولانا رُومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ؎

آں زماں یک چاہ شورے اندروں
بہ ز صد جیحون شیریں از بروں

اگر یہ ظالم بادشاہ انٹرنیشنل احمق اور مونگی اینڈ ڈونگی نہ ہوتا اور امن کے زمانہ میں ایک کھاری کنواں بھی قلعہ کے اندر کھود لیتا تو آج جان بچانے کے لیے سینکڑوں دریاؤں کے میٹھے پانی سے بہتر ہوتا۔

جسمِ خاکی کے قلعہ میں لذّت درآمد کرنے والے پانچ دریا

اب مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ اس واقعہ کے بعد فرماتے ہیں کہ ہم لوگ بھی سر سے پیر تک ایک قلعہ ہیں جس میں پانچ دریاؤں سے ہمارا دل اندر مزہ امپورٹ کرتا ہے اور دل کو بہلاتا ہے' آنکھوں سے کچھ دیکھ کر لذّت حاصل کر رہا ہے اس دریا کا نام دریائے باصرہ ہے' دیکھنے والا دریا، یہ ایسا ہے کہ جو دیکھتا رہتا ہے' دنیا میں کوئی ایسا دریا ہے کہ جو دیکھتا ہو؟ اس کا نام کیا ہے؟ دریائے باصرہ!

کاروبار دیکھتا ہے، بیوی بچے دیکھتا ہے، گاہکوں کو دیکھتا ہے، مرسیڈیز پر چلتا ہے، بیلٹ باندھ کر ایس پی کی طرح سے کار چلاتا ہے۔ اس کے بعد دوسرا دریا کون سا ہے؟ دریائے سامعہ! کان سے گانے سنتا ہے، میموں کی گفتگو سنتا ہے۔ کراچی میں ایک شخص نے کہا کہ یہ بے پردہ عورتیں جو پھر رہی ہیں مولانا! انہوں نے ہماری ناک میں دَم کر رکھا ہے۔ مَیں نے کہا کہ انہوں نے ناک میں دَم نہیں کیا، تم نے اُن کی دُم میں ناک لگا رکھی ہے، اگر ہم احتیاط سے رہیں اور آنکھوں کو بچا کر رکھیں اور اللہ کا حکم مانیں تو کبھی ہم کو ان کی دُم سے کوئی نقصان نہ ہو۔ جب انہوں نے کہا کہ میری ناک میں دَم کیا ہوا ہے تو مَیں نے کہا کہ آپ کی پریشانی آپ کی خریدی ہوئی ہے۔ یہ بدنظری کا عذاب ہے، انہوں نے آپ کی ناک میں دَم نہیں کیا آپ نے اُن کی دُم میں ناک لگائی۔

یہیں پر مَیں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے جانوروں کے کیوں دُم لگائی؟ کیونکہ وہ اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرنے کی عقل نہیں رکھتے تو ایک دُم لٹکا دی۔ اللہ تعالیٰ کو غیرت معلوم ہوئی کہ یہ میری مخلوق ہے اگرچہ جانور سہی لیکن میری مخلوق تو ہے۔ ان کی شرمگاہ کو اللہ نے حیاءً پردہ میں کر دیا اور آج کل انسان ہو کر بے پردہ ننگے پھر رہے ہیں۔

فلا اس کو سوچئے کہ یہ جانور سے بدتر ہیں یا نہیں۔ ایمان لاؤ ایمان لاؤ! اللہ کے فرمان پر! اُولٰٓئِکَ کَالْاَنْعَامِ بَلْ ھُمْ اَضَلُّ (پ ٩، اعراف) یہ جانوروں سے بدتر ہیں۔

تو دو دریا سُنئے آپ نے۔ ایک کا نام دریائے باصرہ اور دوسرا

دریائے سامعہ یعنی سننے والا۔ جب بچے ابّو ابّو کہتے ہیں اور بیوی کہتی ہے او میرے پیا اور میرے میاں اور سرتاج وغیرہ تو کانوں کے ذریعہ یہ دریائے لذت دل تک جاتا ہے اور تیسرا دریا ہے سونگھنے کا اور اس کا نام دریائے شامہ ہے اور اس سے سونگھتے رہتے ہیں اژدہے کی طرح۔ ایک بہت بڑا سانپ ہوتا ہے جو چلتا نہیں ہے اگر دس فٹ کے فاصلے سے بھی بکرا جارہا ہو تو زور سے سانس لیتا ہے اور بکرا اس کے منہ میں چلاجاتا ہے، بہت سے عاشق ایسے بھی ہیں کہ ناک سے سونگھ کر حرام مزہ لیتے ہیں، تو یہ تین دریا ہوئے دریائے باصرہ، دریائے سامعہ اور دریائے شامہ اور چوتھا دریا ہے دریائے ذائقہ، چکھنے والا، بہت سی لذتیں زبان سے چکھ کر حاصل کی جارہی ہیں حلال اور حرام کی کوئی فکر نہیں، جانتے ہیں کہ اس کی آمدنی حرام ہے، رشوت اور سُود لیتا ہے لیکن حرام لقمے نگلتے جارہے ہیں۔ بریانی کو کیسے چھوڑیں! اس دریا کا نام دریائے ذائقہ۔ یہ چار دریا تو ہوگئے اور پانچویں دریا کا نام دریائے لامسہ ہے۔ چھونے سے گالوں پہ ہاتھ پھیرنے سے مزہ آتا ہے۔ یہ مزہ کہیں حلال بھی ہے کہ بیوی کے گال پہ ہاتھ لگالو تو ثواب بھی ملے گا!

موت کے وقت جسمانی لذتوں کا انقطاع اور انسان کی بے کسی

لیکن موت کا فرشتہ جب آتا ہے جن کا نام ہے حضرت عزرائیل علیہ السلام وہ پانچوں دریاؤں پہ بند ھ ڈال دیتے ہیں۔ سیٹھ صاحب زندہ ہیں، ڈاکٹروں کا فیصلہ ہے کہ ابھی جان ہے لیکن اب آنکھوں سے نظر نہیں آرہا ہے،

سکرات یعنی موت کی غشی طاری ہے، آنکھیں ہیں دکھائی نہیں پڑ رہا ہے آہ! اکبر الٰہ آبادی کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے عجیب شاعر تھے تہجد گذار۔ اللہ والے جج تھے، انہیں کا شعر ہے، فرماتے ہیں ؎

قضا کے سامنے بیکار ہوتے ہیں حواس اکبرؔ
کھلی ہوتی ہیں گو آنکھیں مگر بینا نہیں ہوتیں

اب دریائے باصرہ ہے مگر نظر نہیں آرہا ہے، چھوٹے چھوٹے بچے کہتے ہیں ابّو ذرا مجھے دیکھ تو لو۔ ابو کو نظر ہی نہیں آتا۔ بیوی کہتی ہے کہ ایک نظر مجھے دیکھ لو میرے پیارے شوہر! شوہر صاحب کو کچھ نظر نہیں آتا۔ کان میں بیوی آواز دیتی ہے کچھ سنائی نہیں دیتا اور زبان پر کباب شامی کی لذت کا کچھ پتہ نہیں۔ زبان میں ادراک کی خاصیت ختم ہو گئی، اب چکھ نہیں سکتی ذائقہ مفلوج ہو گیا۔ قوت لامسہ بھی ختم۔ اب ہاتھ سے پکڑ نہیں سکتا اور سونگھنے کی بھی طاقت ختم ہر قسم کی طاقت ختم۔ قوتِ باصرہ، قوتِ سامعہ، قوتِ ذائقہ، قوتِ لامسہ، قوتِ شامہ سب معطل ہو گئیں۔

موت کے اندھیروں میں کس چراغ سے نور ملتا ہے؟

اب اس وقت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس نے اپنی زندگی میں قلب کے اندر اللہ تعالیٰ کی محبت کا دریا حاصل کر لیا تو جب ان فانی دریاؤں پر بند ھ پڑ جائے گا تو دل میں اس وقت اس لافانی دریا کی حلاوت کا احساس ہو گا۔ جب حواسِ خمسہ کی روشنیاں بجھ جائیں گی تو دل میں اللہ تعالیٰ کے نور کی

سرچ لائٹ جل جائے گی۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ؎

بادِ تندست و چراغ ابترے
زو بگیرانم چراغ دیگرے

اے دنیا والو! موت کی آندھی تیز چل رہی ہے؎

موت کی تیز و تند آندھی میں
زندگی کے چراغ جلتے ہیں

تو فرماتے ہیں؎

بادِ تندست و چراغ ابترے

اے دنیا والو! موت کی آندھی تیز چل رہی ہے اور زندگی کا چراغ بہت کمزور ہے کسی وقت بھی بجھ سکتا ہے؎

زو بگیرانم چراغ دیگرے

جلدی جلدی نماز روزہ کر کے، قرآن پاک کی تلاوت کر کے اور اللہ والوں کی صحبت سے ایک دوسرا چراغ روح کے اندر جلا لو تاکہ جب حواسِ خمسہ کے یہ پانچوں چراغ گل ہوں تو اللہ کا چراغ روشن ہو جائے اور آپ کو تنہائی محسوس نہ ہو اور آپ ایک بڑی دولت لے کر جائیں جیسا کہ حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ دہلی کی جامع مسجد میں فرماتے تھے کہ اے مغل بادشاہو! جب تم مرو گے تو یہ تاج و سلطنت اور تخت تم سے چھین لیا جائے گا کفن میں لپیٹ کر قبر میں ڈالا جائے گا اور جب ولی اللہ مرے گا، اللہ کے یہاں جائے گا تو فرماتے ہیں کہ میں اللہ کی محبت کے جواہرات اپنے

ساتھ لے کر جاؤں گا۔

دلے دارم جواہر پارۂ عشق است تحویلش

ولی اللہ شاہ دہلوی سینہ میں ایک دل رکھتا ہے جس کے اندر اللہ تعالیٰ کی محبت کے موتی رکھے ہوئے ہیں۔ بتاؤ تم زیادہ مالدار ہو یا۔

کہ دارد زیرِ گردوں میر سامانے کہ من دارم

اے سلاطینِ مغلیہ تم زیادہ رئیس و مالدار ہو یا شاہ ولی اللہ دہلوی مالدار ہے۔ پتہ چلے گا جس وقت روح نکلے گی، تو اللہ والوں کی روح جنہوں نے دُنیا میں خوب اللہ کو یاد کیا اللہ کی محبت کے نور کا دریا لے کر جائے گی۔

شاہوں کے سروں میں تاجِ گراں سے دردِ سا اکثر رہتا ہے
اور اہلِ صفا کے سینوں میں اک نور کا دریا بہتا ہے

اللہ والوں کے سینوں میں ایک نور کا دریا بہتا ہے۔ اگر کسی کو اس میں کلام ہو تو بتائے، کیا یہ حقیقت نہیں جو میں نے پیش کی ہے کیا ایک دن یہاں سے جانا نہیں ہے؟ اس دُنیا کا نام دار الغرور اسی لیے رکھا گیا ہے کہ جس کو اپنا گھر سمجھتا ہے اس کو چھوڑ کر جانا پڑتا ہے۔

دوسری علامت: آخرت کی طرف توجہ و انابت

آخرت کو کسی وقت بھی وہ بھولنے نہ پائے یہاں تک کہ اگر آپ چاہیں بھی کہ آج میں اللہ کو بھلا کر ان ٹیڈیوں کو دیکھ لوں تو یہ حال ہو جس کو حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

بھلاتا ہوں پھر بھی وہ یاد آرہے ہیں

ایسی نسبت اللہ تعالیٰ ہم سب کو عطا فرمادے۔ احقر کا شعر ہے۔

کوئی کانٹا چبھے اور ٹوٹ جائے

اسی کا نام ہے دردِ محبت

مگر دردِ دل تو اللہ والوں سے ملتا ہے جس سے آج کل ہم مستغنی اور غافل ہیں ایسی نسبت اللہ تعالیٰ ہم سب کو عطا کرے کہ بھلاتا ہوں پھر بھی وہ یاد آرہے ہیں پس جس کے دل میں نورِ ہدایت داخل ہوتا ہے دنیا سے کنارہ کش رہنے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی یاد بھی اُسے ہر وقت تڑپاتی ہے جیسے کانٹا چبھا ہوتا ہے

دردِ محبتِ الٰہیہ کی عجیب تعبیر

اللہ کی محبت پر میرا ایک شعر ہے: لوگ کہتے ہیں کہ ہر وقت ہم خدا کو کیسے یاد کر سکتے ہیں؟ میں نے کہا کہ اگر آپ کے کانٹا چبھ جائے تو سموسہ پاپڑ کھاتے وقت میں وہ درد رہے گا یا نہیں؟ اور اگر نئی شادی کرو اور پہلی ہی رات ہو تو بھی اس کانٹے کے درد کو بھلا سکتے ہو؟ لہٰذا مجھ سے پوچھا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کی تعریف کرو تو میں نے کہا کہ اس کی تعریف میں ایک شعر پیش کرتا ہوں۔

کوئی کانٹا چبھے اور ٹوٹ جائے

اسی کا نام ہے دردِ محبت

اللہ تعالیٰ اپنی محبت کا ایسا درد عطا فرمائیں کہ سلاطین کے تخت و تاج بھی نیلام ہوتے ہوئے نظر آئیں اس کے قلب میں دنیا کے دولت مندوں کی دولت کی کوئی اہمیت نہ ہو، سموسہ اور پاپڑ نعمت سمجھ کر کھالو مگر اس کے لیے جماعت کی نماز نہ چھوڑو اور اس کے لیے اللہ کو مت بھولو نعمتوں کی وجہ سے نعمت دینے

والے کو مت بھولو نعمتوں پر نعمت دینے والے کی یاد کو غالب کرلینا اسی کا نام تصوف ہے اور یہ تصوف قرآنِ پاک سے ثابت ہے۔

ذکر کو شکر پر مقدم فرمانے کی حکمت

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ذکر کو مقدم فرمایا۔ فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ (پ ۲، سورۃ بقرہ) تم ہم کو یاد کرو اطاعت سے ہم تمہیں یاد کریں گے اپنی عنایت سے وَاشْكُرُوْا لِيْ اور شکر بھی کرو۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ نے اپنی یاد کو مقدم کیا اس لیے کہ فَاِنَّ حَاصِلَ الذِّكْرِ یاد کا حاصل کیا ہے اَلْاِشْتِغَالُ بِالْمُنْعِمِ نعمت دینے والے کو یاد کرنا، اور وَاِنَّ حَاصِلَ الشُّكْرِ الْاِشْتِغَالُ بِالنِّعْمَةِ اور شکر کا حاصل نعمت میں مشغول ہونا ہے، تو نعمت دینے والے کو یاد کرنا زیادہ افضل ہے یا نہیں؟ (روح المعانی جلد ۲، صفحہ ۱۹) بجائے اس کے کہ نعمت کو دیکھ کر نعمت دینے والے کو بھول جاؤ۔ جانِ تصوف اور روحِ تصوف یہی ہے کہ ایک لمحہ کو اللہ کو فراموش نہ کرو۔

حق تعالیٰ کی ناراضگی سے بچنے کے بعض ضروری اعمال

آخر میں ایک ضروری بات میں عرض کرتا ہوں کہ اپنے گالوں کی کھنچائی مت کرنا یعنی بلیڈ مت مارنا کھینچ کھینچ کر ایک کوٹ، دوسرا کوٹ آخر میں کھونٹی اکھاڑ کوٹ۔ اس سے احتیاط کیجئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم سمجھ کر، فرمانِ عالی شان سمجھ کر آپ لوگ ایک ایک مٹھی ڈاڑھی رکھ لیں، تینوں طرف سے ڈاڑھی واجب ہے،

چاروں اماموں کا اس پر اجماع ہے اور یک مشت ریش بھی رکھنا واجب ہے اس کا کاٹنا بھی حرام ہے اور ٹخنہ مت چھپاؤ، جو لوگ اس کو چھپا لیتے ہیں اللہ کی نظرِ رحمت سے محروم ہو جاتے ہیں۔ مسلم شریف کی روایت ہے اور بخاری شریف کی روایت ہے کہ جتنا حصہ ٹخنہ چھپے گا جہنم میں جائے گا اور حضرت حکیم الامت فرماتے ہیں کہ یہ جو تکبر کی قید ہے یہ قیدِ واقعی ہے احترازی نہیں ہے۔ لہٰذا یہ دو تین مسئلے بھی بتا دیئے اور ناف سے گھٹنے تک چھپانا بھی ضروری ہے انگریزوں کو دیکھ کر آپ لوگوں کو نیکر نہیں پہننا چاہیے کہ جس سے گھٹنے سے اُوپر کا حصہ نظر آتا ہے۔ انڈیا میں ایک صاحب نے کہا کہ ناف سے گھٹنے تک چھپانا شریعت نے کیوں فرض کیا کیونکہ جو چیز چھپانی ہے وہ تو لنگوٹ سے چھپ جاتی ہے میں نے کہا کہ جہاں فوجی افسران رہتے ہیں وہاں دُور دُور تک کیوں تار گھیر دیتے ہیں حکومت یہ کہتی ہے کہ میرے میجر کو اور میرے کرنل کو کوئی تکلیف نہ پہنچا دے تو شریعت کا یہ احسان ہے کہ اس نے دُور تک پردہ کر دیا تاکہ کسی کو گندے خیالات اور بُرائی اور شہوت کے خیالات نہ آجائیں اور مونچھوں کو اتنا رکھو کہ اُوپر کے لب کا کنارہ نظر آئے۔

تیسری علامت: موت سے پہلے موت کی تیاری

وَالْاِسْتِعْدَادُ لِلْمَوْتِ قَبْلَ نُزُوْلِہٖ ہر وقت موت کی تیاری رکھے کہ معلوم نہیں کس وقت آجائے؟ موت آتی ہے تو کیا کسی کو بتا کر آتی ہے یا ایمرجنسی میں آتی ہے؟ اس لیے ہمارے شیخ شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ؎

نہ جانے بلالے پیا کس گھڑی

بتاؤ بھائی کہ کسی وقت بھی آسکتی ہے یا نہیں؟ کیا جوان نہیں مر رہے ہیں، جوان بھی جارہے ہیں اور بڈھے بھی جارہے ہیں اور بچے بھی۔ ناظم آباد کراچی میں ایک دل کا ڈاکٹر مریض کے دل کی حرکت کو شمار کر رہا تھا کہ خود اس کا ہارٹ فیل ہوگیا۔ دیکھا آپ نے کہ ڈاکٹروں کی ڈاک اور ڈر میں بھی فاصلہ ہو جاتا ہے کہ ڈاک کہیں پڑی ہے اور ڈر کہیں چلا گیا۔ بس اب دُعا کرو۔ اتنی دیر تک میں نے خطیب صاحب کی اجازت سے مضمون پورا کیا ہے ورنہ میں پہلے ہی ختم کر دیتا۔ بس مولانا مجھ کو دعا بھی دے رہے ہیں آپ لوگ بھی مجھ کو دعا دے دیں جزاک اللہ۔ دُعا کرو اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق دے اور ہم سب کے سینے میں وہ دل داخل کر دے جو اولیاء اللہ کو عطا ہوتا ہے۔ اے اللہ! اپنے دوستوں کا دل ہمارے سینوں میں عطا فرما اور جو دل آپ سے غفلت کرے اس کو تبدیل فرما دیجئے۔ اے اللہ! اپنے دردِ محبت کی وہ دولت عطا فرما دے جو آپ اپنے دوستوں کو عطا فرماتے ہیں۔ اولیاء اللہ والی زندگی اے خدا اپنے دوستوں کی زندگی اختر کو اور ہم سب کو عطا فرما دے اور میرے بچوں کو بھی آپ کے بچوں کو بھی عطا فرما دے۔ دوستو یہی زندگی اصلی زندگی ہے جو اپنے مالک اور خالق اور پالنے والے پر فدا ہو جائے۔ وہ ظالم زندگی کیا زندگی ہے جو اپنے پیدا کرنے والے اور پالنے والے کے خلاف حرام لذتوں کو چوری چھپے امپورٹ کر رہی ہے۔ خدائے تعالیٰ اس خبیث زندگی سے ہم سب کو پاک فرما دے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایسا ایمان ایسا یقین عطا فرما دے ایسی محبت ہمیں عطا فرما دے کہ ہماری

زندگی اور ہماری اولاد اور ہمارے دوست احباب کی زندگی کی ہر سانس اے خدا آپ پر فدا ہو اور ایک سانس بھی ہم آپ کو ناراض نہ کریں۔ دوستو بتاؤ زندگی کی جو سانس اللہ کے غضب میں اللہ کی نافرمانی میں گذرتی ہے بتاؤ وہ مبارک سانس ہے یا منحوس؟ جو اپنی زندگی کی ہر سانس کو اپنے اللہ پر فدا کرے اس سے بہتر زندگی کس کی ہوگی۔ اے اللہ! اختر مسافر ہے اور آپ سے بھیک مانگتا ہے مسافر کی دُعا کا وعدہ ہے کہ آپ قبول فرما لیتے ہیں لہٰذا اختر کو بھی اور میرے سب دوستوں کو بھی، جتنے حاضرین ہیں اور جتنے غائبین دوست احباب ہیں سب کو ایمان اور یقین ایسی نسبت ایسی محبت نصیب فرما کر ہم سب کی زندگی کی ہر سانس آپ پر فدا ہو اور ایک سانس بھی ہم آپ کو ناراض نہ کریں اور آپ کے غضب اور قہر کے اعمال سے حرام خوشیوں کی درآمدات پر، امپورٹنگ پر ہمیں پوری پابندی عائد کرنے کی توفیق عطا فرما دے۔

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ o

عارفانہ کلام

حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

جاں بازیٔ عشق

جاں دے دی میں نے ان کے نام پر
عشق نے سوچا نہ کچھ انجام پر

انجامِ حسنِ فانی

دوستو مرنا نہ ان گلفام پر
خاک ڈالو گے انہیں اجسام پر

فنائیتِ حسن و عشق

اُن کا چراغِ حُسن بُجھا یہ بھی بُجھ گئے
بلبل نے چشم نم گلِ افسردہ دیکھ کر

پچھر دو کا جغرافیہ بدلنے سے عشقِ فانی کا زوال

اُدھر جغرافیہ بدلا اِدھر تاریخ بھی بدلی
نہ اُن کی ہسٹری باقی نہ میری ہسٹری باقی

عشقِ مجازی عذابِ الٰہی

ہتھوڑے دل پہ ہیں مغزِ دماغ میں کھونٹے
بتاؤ عشقِ مجازی کے مزے کیا لوٹے

نزولِ سکینہ بر قلبِ عارف

میرے سینے کو دوستو! سُن لو
آسمانوں سے مے اترتی ہے

اس میکدۂ غیب سے کیا جام ملا ہے
ہے دُور مجھ سے دوستو دُنیا کے تفکر

سلسلہ مواعظ حسنہ نمبر ۲۷

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

ناشر

کتب خانہ مظہری

گلشن اقبال، پوسٹ بکس ۱۱۱۸۲

کراچی فون ۴۹۸۱۸۱۱۲، ۴۹۹۲۱۷۶

نام : عظمت حفاظ کرام

مؤلف : عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

ناشر

کتب خانہ مظہری

گلشن اقبال ۲ پوسٹ بکس ۱۱۱۸۲
کراچی فون ۴۹۹۲۱۷۶-۴۸۱۸۱۱۲

فہرست

عرضِ مرتب

اس سال ۱۴۱۶ھ میں ری یونین کے احباب کے اصرار پر حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم نے ری یونین کا سفر فرمایا۔ حضرت والا کا ری یونین کا یہ تیسرا دورہ تھا۔ وہاں کے شہر سینٹ پیر (St Pierre) کی مسجد طیب المساجد سے ملحق مدرسہ الطیب المدارس میں جناب مولانا قاری یعقوب صاحب کے دو شاگردوں نے حفظِ قرآنِ پاک مکمل کیا۔ قاری یعقوب صاحب زید مجدہم حضرت والا کے متوسلین میں ہیں، انہوں نے حضرت والا سے درخواست کی کہ ختمِ قرآن پاک کی تقریب میں حضرت والا نصیحت کے چند کلمات ارشاد فرمادیں۔ چنانچہ ۱۶ ذیقعدہ ۱۴۱۶ھ مطابق ۵ اپریل ۱۹۹۶ء بعد نماز جمعہ ۲ بجے دوپہر الطیب المساجد میں قرآن پاک کی عظمت اور حفاظِ کرام کی فضیلت پر حضرت والا دامت برکاتہم نے ارشادات فرمائے جو مختصر لیکن مدلل و جامع اور عمل کی ترغیب عاشقانہ کے حامل تھے جس سے خواص و عوام سب نہایت متاثر ہوئے اور ڈابھیل کے حضرت مولانا مفتی اسمٰعیل بسمات صاحب دامت برکاتہم بھی جو ری یونین سفر پر تشریف لائے ہوئے تھے اس تقریب میں تشریف فرما تھے، وعظ کی بہت قدردانی و تحسین فرمائی اور وہاں کے احباب کی خواہش پر اس وعظ کو جس کا نام عظمتِ حفاظ کرام تجویز کیا گیا شائع کیا جارہا ہے۔ حق تعالیٰ شرفِ قبول عطا فرمائیں اور صدقۂ جاریہ فرمائیں اور حضرت والا کے فیوض و برکات کو قیامت تک باقی فرمائیں ، اٰمین بِحُرْمَةِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالتَّسْلِیْمُ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِیْنَ۔

احقر سید عشرت جمیل میر غفرلہٗ
خادم حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عظمتِ حُفّاظِ کرام

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ قَالَ اللّٰہُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۝ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَشْرَفُ اُمَّتِیْ حَمَلَۃُ الْقُرْاٰنِ وَاَصْحَابُ اللَّیْلِ (جامع صغیر صفحہ ۴۱، جلد ۱)

حافظِ قرآن پاک کے لیے جنت کے دس پاسپورٹ

قیامت کے دن حافظِ قرآن باعمل کو بقول وبعنوان میرے شیخ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم جنت میں جانے کے لیے گیارہ پاسپورٹ ملیں گے۔ ایک پاسپورٹ سے تو حافظِ قرآن باعمل خود جائے گا اور دس پاسپورٹ اس کو اور ملیں گے کہ اپنے خاندان میں سے وہ ان لوگوں کا انتخاب کرے جن کے لیے دوزخ کا فیصلہ ہو چکا ہوگا۔ ان لوگوں میں سے جن دس لوگوں کو وہ چاہے گا اپنی مرضی سے منتخب کر کے جنت میں لے جائے گا۔ جس کو چاہے انتخاب کرلے۔ اسی لیے بزرگوں نے فرمایا کہ حافظِ قرآن بچوں کا ادب کرو تاکہ قیامت کے دن وہ تمہارا انتخاب کرسکیں۔ اگر آپ نے ان کا مذاق اُڑایا، انہیں حقیر سمجھا،

ان کی تحقیر اور استخفاف کیا تو قیامت کے دن ایسے لوگوں کا یہ انتخاب نہیں کریں گے لہٰذا حافظِ قرآن بچوں کا ادب بزرگوں کا تعامل رہا ہے۔ اس سلسلہ میں ایک سچا واقعہ آپ کو سُناتا ہوں۔

حفاظِ کرام کے ادب کا انعام

مدینہ شریف میں مولانا آفتاب عالم نے اپنے والدِ ماجد حضرت مولانا بدرِ عالم صاحب مصنفِ ترجمان السنۃ کے حالات میں بیان کیا اور اس وقت میرے شیخ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم بھی موجود تھے کہ میرے والد کی قبر کو حکومتِ سعودیہ نے چھ چھ ماہ کے بعد تین مرتبہ کھودا تاکہ اس کی جگہ دوسرا مردہ دفن کیا جائے لیکن دیکھا کہ بڑے میاں صحیح سلامت موجود ہیں، جُثَّتُہٗ لَمْ تَتَغَیَّرْ جسم میں ذرا بھی تغیر نہیں ہوا تھا جیسے ابھی ابھی دفن ہوتے ہیں وَکَفَنُہٗ لَمْ یَبْلَ اور کفن بھی پُرانا نہیں ہوا تھا جیسے ابھی کا ہے۔ ان کو یہ مقام کیسے ملا؟ مولانا آفتاب عالم صاحب نے اپنا گمان ظاہر کیا کہ میرے والد صاحب کا ایک خاص عمل یہ تھا کہ وہ حافظِ قرآن بچوں کی طرف پیر نہیں کرتے تھے اگرچہ معمر تھے بڑے عالم تھے اور اس عمل کی وجہ یہ بیان کرتے تھے کہ جس طرف قرآن شریف رکھا جاتا ہے اُدھر پاؤں نہیں کرنا چاہیے تو جس کے سینہ میں قرآن پاک ہے، جو سینہ حاملِ قرآنِ پاک ہے اس کی طرف پاؤں کرنا بھلا خلافِ ادب نہ ہوگا؟ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس ادب کی برکت سے مولانا پر یہ فضلِ عظیم ہوگیا کہ ان کا جسم بھی محفوظ کر دیا گیا۔

قرآنِ پاک کا نام ادب سے لینا چاہیے

بعض لوگ کہتے ہیں کہ قرآن اُٹھا لانا۔ میں کہتا ہوں قرآنِ پاک قرآن شریف یا قرآنِ مجید کہنا چاہیے جبکہ اللہ تعالےٰ نے قرآن کے ساتھ مجید نازل فرمایا اور ہم بغیر القابِ شرف و بزرگی کے نام لیں کتنی بے ادبی کی بات ہے۔ پاکستان ہندوستان کے بعض شہروں میں جہاں اولیاء اللہ دفن ہیں ان شہروں کا نام اگر آپ بغیر شریف لگائے لیں تو پٹائی ہو جائے تو دوستو! قرآن شریف کہیے مکہ شریف کہیے، مدینہ شریف کہیے۔ خالی یوں کہنا کہ میں مدینہ گیا تھا، مناسب نہیں۔ مدینہ طیبہ، مدینہ منورہ، مدینہ پاک یا مدینہ شریف کہنا چاہیے۔

حق تعالےٰ کی قدرتِ قاہرہ کا عظیم مظہر

ابھی کراچی سے آتے ہوئے میں نے عرض کیا تھا کہ اللہ تعالےٰ نے دُنیا کا یہ گولہ چوبیس ہزار میل کا بنایا ہے جس میں پانی بھی ہے، زمین بھی ہے، پہاڑ بھی ہیں، سمندر بھی ہے اور پانی بھی گول ہے کیونکہ زمین کے گولہ پر ہے تین حصہ پانی اوپر سے نیچے تک زمین کی گولائی میں پھیلا ہوا ہے اور زمین کے گولہ کی کوئی سپورٹنگ بھی نہیں، فضا میں معلق ہے اور یہ رپورٹنگ سائنس دانوں نے اب کی ہے مگر ہم کو چودہ سو برس پہلے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دے دی اور اللہ تعالےٰ نے قرآنِ پاک میں نازل فرمایا: وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ بِاَمْرِهٖ اللہ کے حکم سے آسمان و زمین قائم ہیں، کوئی ستون، کوئی کھمبا نہیں ہے جس پر ٹکے ہوتے ہوں۔ وہ زمانہ

کیا جب دادی اماں اور نانی اماں کہتی تھیں کہ بیٹا یہ دُنیا کا گولہ جو ہے یہ بیل کے ایک سینگ پر ہے۔ سال بھر جب زمین کا وزن اُٹھائے اُٹھائے تھک جاتا ہے تو سینگ بدلتا ہے دُنیا کو دوسرے سینگ پر رکھتا ہے تو زلزلہ آجاتا ہے۔ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّابِاللّٰهِ لیکن اب تو جہاز نیچے سے اُوپر اُڑ کر آجاتا ہے دیکھ لیا کہ کوئی بیل وغیرہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خلاء میں چوبیس ہزار میل کے گولہ کا وزن معلق کیا ہوا ہے ہم فضا میں ایک ہلکا سا رومال چھوڑ دیتے ہیں تو گر جاتا ہے لیکن چوبیس ہزار میل کا گولہ اللہ کے حکم سے فضا میں قائم ہے۔ جو اللہ اتنا بڑا گولہ زمین کا بغیر ستون بغیر کھمبا اور بلر کے قائم کر سکتا ہے وہ ہمارے دل کو بھی قائم کر سکتا ہے صراطِ مستقیم پر۔ حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے جب پوچھا گیا کہ اے ہماری ماں حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب آپ کے گھر میں ہوتے تھے تو کیا دُعا پڑھتے تھے۔ حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ آپ اکثر یہ دُعا پڑھا کرتے تھے یَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِیْ عَلٰی دِیْنِكَ (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۱۹۲) اے دلوں کو بدلنے والے ہمارے دل کو دین پر قائم فرما کیونکہ قلب کے معنیٰ ہی بدلنے کے ہیں قلب اپنی فطرت کے اعتبار سے اپنی لغت کے اعتبار سے بدلنے کا دوسرا نام ہے آج سے انقلاب کا نعرہ لگا ہے انقلاب کے معنیٰ ہیں بدل جانا، تبدیلی آجانا۔ جب قلب کے معنیٰ بدلنے کے ہیں تو معلوم ہوا کہ قلب اپنی فطرت کے اعتبار سے بدلنے والا ہے اور ہر وزنی چیز اپنی فطرت کے اعتبار سے گرنے والی ہے جیسے کہ ابھی یہ رومال گر گیا لیکن اگر اپنی فطرت کے خلاف کوئی وزنی چیز نہیں گر رہی ہے تو یہ دلیل ہے کہ اس کے پیچھے کوئی زبردست طاقت ہے جو اس وزن کو اس

کی فطرت سے خلاف کرنے سے بچائے ہوتے ہے اور فضا میں معلق کیے ہوئے ہے۔ جس چیز میں گرنے کی عادت، گرنے کی فطرت گرنے کی خاصیت ہے اس کو نہ گرنے دینا یہ زبردست قدرتِ قاہرہ اور زبردست طاقت کی علامت اور کھلی ہوئی دلیل ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرتِ قاہرہ ہے۔

قہار کی تعریف

قہار کی تعریف مفسرین اور علماء نے یہ کی ہے: اَلَّذِیْ یَکُوْنُ لَہٗ کُلُّ شَیْءٍ مُّسَخَّرًا تَحْتَ قُدْرَتِہٖ وَقَضَائِہٖ وَقَدْرَتِہٖ قہار وہ ذات ہے کہ ساری کائنات جس کی قدرت کے تحت ہے، کائنات کی ہر شے اس کی طاقت و قضاء و قدر کے تحت مسخر ہے، ہر چیز اس کے قبضۂ قدرت میں ہے۔

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا ہمیں سکھادی جس کا ترجمہ گویا یہ ہوا کہ اے اللہ قلب کی فطرت بدلنے کی ہے ذرا سی دیر میں بایزید بسطامی اور ذرا سی دیر میں ننگِ یزید، گھڑی میں اولیا، گھڑی میں بھوت۔ اے اللہ ایسے بدلنے والے قلب کو آپ دین پر قائم فرما دیجئے کہ دین سے کبھی نہ پھرے۔ بھوت پر ایک لطیفہ یاد آگیا۔ الٰہ آباد میں مولانا قمر الزمان صاحب ہیں جو بخاری شریف پڑھانے والے بڑے عالموں میں شمار ہوتے ہیں۔ گجرات میں بھی ان کا سفر ہوتا رہتا ہے

کُوْنُوْا سے معیتِ صادقین کے دوام و استمرار پر استدلال

میری الٰہ آباد میں تقریر تھی جس میں میں نے عرض کیا کہ: کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ میں کُوْنُوْا امر ہے اور امر بنتا ہے مضارع سے مضارع میں دو زمانہ ہوتا ہے

حال اور استقبال۔ لہٰذا کُوْنُوْا کا مطلب یہ ہوا کہ موجودہ حال میں بھی اللہ والوں کے ساتھ رہو اور اگر ان کا انتقال ہو جائے تو دوسرا مربی تلاش کرو، ہمیشہ ساری زندگی ہر لمحہ اللہ والوں کے ساتھ رہو۔ مضارع میں تجدد استمراری کی شان ہوتی ہے اور مضارع سے امر بنتا ہے اور ہر مشتق میں اپنے مصدر کی خاصیت ہوتی ہے۔ پس کُوْنُوْا میں بھی تجدد استمراری کی شان ہے لہٰذا کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ کا مطلب یہ ہوا کہ حال میں بھی اہل اللہ کے ساتھ رہو اور مستقبل میں بھی اہل اللہ کے ساتھ رہو تمہاری زندگی کے ہر زمانہ میں اہل اللہ کی معیت کا استمرار ہو۔

اس بات پر مولانا کو اتنا وجد آیا کہ فرمایا کہ میں تو تمہاری تقریر سے مبہوت ہو گیا کہ ہمارے اکابر نے جو فرمایا کہ شیخ اول کے انتقال کے بعد دوسرے شیخ و مربی کو تلاش کرو اس کا مقصد یہی ہے کہ اہل اللہ کی صحبت استمرار حاصل رہے جو کہ کُوْنُوْا سے ثابت ہو گیا لیکن آج تک اس طرف ہمارا ذہن نہیں گیا تھا۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہمارے اکابر کے ارشادات قرآن و حدیث سے مقتبس ہوتے ہیں۔

جب احقر نے اپنے شیخ حضرت شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم سے مولانا قمر الزمان صاحب کا یہ قول نقل کیا جو انہوں نے فرمایا تھا کہ میں تو تمہاری تقریر سے مبہوت ہو گیا تو حضرتِ والا نے مزاحاً فرمایا کہ شکر کرو کہ مبہوت ہی ہوئے اگر مبہوت کا میم ہٹا دیتے تو کیا ہو جاتے۔ یہ ہیں ہمارے اکابر جو مزاح اور خوش طبعی بھی کرتے ہیں جو عین مذاقِ سنت ہے۔ امر کُوْنُوْا سے معلوم ہوا کہ زندگی کے ہر دور میں صحبتِ اہل اللہ ضروری ہے۔

شیخ کے انتقال کے بعد دوسرے شیخ سے تعلق ضروری ہے

لہٰذا حضرت حکیم الامت تھانوی ؒ نے اور سات سو برس پہلے مولانا رومیؒ نے فرمایا کہ شیخ اول کے انتقال کے بعد دوسرا زندہ شیخ تلاش کرو کیونکہ مردہ شیر سے بہتر زندہ بلی ہے۔ یہ مولانا رومیؒ کا ارشاد ہے۔ چنانچہ شیخ اول کے بعد جن لوگوں نے کسی دوسرے مربی کی صحبت اختیار نہیں کی ان کے حالات میں زوال آ گیا۔ آہستہ آہستہ وہ انوار و برکات ختم ہو گئے اور وہ مصلح تو کیا رہتے صالح بھی نہ رہے۔

اصلاح زندہ شیخ سے ہوتی ہے اور اس کی مثال

جیسے خاندانی ڈاکٹر کا انتقال ہو جائے تو کیا آپ اس ڈاکٹر کی قبر سے علاج کرائیں گے وہ مُردہ ڈاکٹر کیا قبر سے انجکشن لگائے گا یا آپ زندہ ڈاکٹر کو تلاش کریں گے۔ اس لیے تمام اکابر کا اس پر اجماع ہے کہ شیخ اول کے انتقال کے بعد دوسرا شیخ تلاش کرنا ضروری ہے۔

زندہ شیخ سے اصلاح کی مثنوی میں عجیب مثال

اور مولانا رومؒ سات سو برس پہلے فرماتے ہیں کہ جیسے کوئی آدمی کنوئیں کے اوپر کھڑا ہوا اپنی ڈول سے کنوئیں میں گری ہوئی ڈولوں کو نکال رہا ہو۔ اس کی ڈول میں کانٹے لگے ہوتے ہیں ان کانٹوں میں پھنسا پھنسا کر گری ہوئی ڈولوں کو کنوئیں کے باہر نکال رہا ہے لیکن اس کا انتقال ہو گیا تو اب اس کی ڈول بھی ان ہی ڈولوں میں گر گئی۔ اب اس ڈول میں

یہ صلاحیت نہیں رہی کہ وہ دوسری ڈولوں کو اٹھا کر کنویں سے باہر کر دے کیونکہ اس کا رابطہ اس شخص سے منقطع ہو گیا جو اوپر کنویں کے باہر کھڑا تھا۔

مولانا رومیؒ فرماتے ہیں جو اللہ والا تربیت وارشاد کے منصب پر قائم رہنے کی صلاحیت رکھتا ہے اس کے اندر دو خاصیت ہونا چاہیے۔ (۱) گری ہوئی ڈولوں کے اندر اس کا جسم ہو یعنی مرتبۂ جسم میں وہ عالم اجسام میں رہے اور (۲) مرتبۂ روح میں وہ دنیا کے کنویں سے اوپر ہو، اپنے قلب و جاں سے اللہ تعالےٰ کے ساتھ اس کا انتہائی قوی تعلق ہو اور جسم کے اعتبار سے وہ دنیا میں بھی ہو۔ اگر روح کا جسم سے تعلق منقطع ہو گیا تو اب اس جسم میں وہ خاصیت نہیں رہے گی کہ وہ تربیت وارشاد واصلاح کا کام نہیں کر سکتا۔ لہٰذا اب دوسرے شیخ کی جستجو کرنا چاہیے۔

ضرورت شیخ پر مثنوی میں دوسری مثال

اور دوسری مثال مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ دی ہے کہ ایک شخص قید خانہ میں ہے تو کیا ایک قیدی دوسرے قیدی کو چھڑا سکتا ہے کیا اس کی ضمانت لے سکتا ہے ؎

کے دہد زندانے در قتناص
مرد زندانی دیگر را خلاص

ایک قیدی دوسرے قیدی کو رہائی نہیں دلا سکتا، اس کی ضمانت نہیں لے سکتا۔ رہائی دلانے کے لیے کوئی قید خانہ کے باہر سے آنا چاہیے جو اس کی ضمانت لے گا۔ جن کے قلب و جاں شہوتِ نفسانیہ سے اور بُری خواہشات کے قید و بند سے آزاد ہو چکے ہیں وہ ان لوگوں کی اصلاح کر سکتے ہیں جو شہوتوں اور بُری

خواہشوں کے مقید اور گرفتار ہیں۔

اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا میں صیغہ جمع نازل ہونے کا راز

میں نے اس وقت ایک آیت شریفہ کی تلاوت کی اور ایک حدیث شریف پڑھ کر سنائی آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ اے انسانو! ہم نے قرآن نازل کیا ہے۔ اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ اب اگر کوئی کہے کہ اللہ میاں تو ایک ہیں اَنَا نازل ہونا چاہیے تھا لیکن واحد کے لیے جمع کا صیغہ نَحۡنُ کیوں نازل فرمایا۔ علامہ آلوسی السید محمود بغدادی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح المعانی میں اس کی وجہ بیان فرماتے ہیں کہ سلاطین کی گفتگو کا یہی انداز ہوتا ہے کہ ہم نے یہ قانون جاری کیا ہے۔ وہ میں نہیں کہتے، واحد کا صیغہ استعمال نہیں کرتے وجہ کیا ہے تَفۡخِیۡمًا لِشَانِہٖ یعنی اپنی شان کی عظمت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے نَحۡنُ نازل فرمایا اَنَا نازل نہیں فرمایا۔ اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ ہم نے یہ قرآن نازل کیا ہے۔ یہ عظمتِ شانِ حق ہے، حق تعالیٰ کی عظمت کا عنوان ہے بادشاہ ہمیشہ ایسے ہی بولتے ہیں۔ آج کل کے لیچڑ قسم کے بادشاہ نہیں۔ پرانے زمانہ کے جو صحیح بادشاہ ہوتے تھے ان کا اندازِ تکلم یہی ہوتا تھا اور قرآن پاک تو احکم الحاکمین کا کلام ہے لہٰذا کلام اللہ تمام کلاموں کا بادشاہ ہے پھر اس کی کیا شان ہوگی جبکہ دنیوی بادشاہوں کے کلام کی بلکہ ان کے خادموں کے کلام کی بھی کیا شان ہوتی تھی۔

ناکساں پیش کساں می آیند

میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک بادشاہ

نے اپنے خادم رمضانی سے کہا کہ رمضانی مگساں می آیند اے رمضانی میرے پاس مکھیاں آرہی ہیں یعنی مجھے مکھیاں لگ رہی ہیں۔ اس خادم کی صلاحیت و قابلیت کو دیکھو اس نے جواب دیا کہ حضور ناکساں پیش کساں می آیند۔ نالائق لائق کے پاس آرہی ہیں۔ آپ تو لائق ہیں یہ مکھیاں نالائق ہیں۔ یہ نالائق کہاں جائیں گی لائق ہی کے پاس تو آئیں گی۔ اللہ مولانا رومی کو جزائے خیر دے جنہوں نے ہم لوگوں کو یہی سکھایا کہ تم اللہ سے یوں ہی کہو کہ اے اللہ ہم تو نالائق تھے لہٰذا ہم سے نالائق اعمال ہو گئے ہے

آں چنیں کردم کہ از من می سزید

ہم نے وہی کام کیا جس کے ہم اہل تھے، ہم سے گناہ ہو گیا، نالائقی ہو گئی کیونکہ ہم نالائق تھے تو ہم سے نالائقی ہو گئی۔

تا چنیں سیل سیاہی در رسید

یہاں تک کہ اندھیروں کے سیلاب آگئے، ہمارے گناہوں کے اندھیرے ہم پر چھا گئے۔ اس کے بعد مولانا فرماتے ہیں کہ خدا سے یوں کہو ہے

اے خدا آں کن کہ از تو می سزد

کہ زہر شوراخ مارم می گزد

اے اللہ میرے ساتھ وہ معاملہ کیجئے جو آپ کے لائق ہے یعنی مجھے معاف کر دیجئے کہ میرے نفس کا سانپ مجھے ہر سوراخ سے ڈس رہا ہے۔

اے اللہ جب آپ کے نبیِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ شان ہے اور حضرت یوسف علیہ السلام میں یہ شان ہے کہ جب بھائیوں نے کہا کہ اے یوسف

اب آپ ہمارے ساتھ کیا معاملہ کریں گے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا:
لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ کہ تم پر آج کوئی الزام نہیں ہم نے سب معاف
کر دیا! اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جب مکہ کے کافروں نے پوچھا کہ آج تو مکہ
فتح ہو گیا اب آپ ہمارے ساتھ کیا معاملہ کریں گے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ میں وہی معاملہ کروں گا جو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے
بھائیوں سے کیا تھا اور فرمایا تھا لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ۔ اے اللہ
جب آپ کے انبیاء میں رحمت کی یہ شان ہے تو اے اللہ آپ تو خالق انبیاء
ہیں آپ کی شانِ رحمت کیا ہوگی؟ اس کا کون اندازہ کر سکتا ہے!

لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ سے ایک اہم مسئلہ سلوک کا استنباط

اس پر حکیم الامت مجدد الملت مولانا تھانوی نے ایک مسئلہ تصوف بیان فرمایا کہ جو
اللہ والے ہوتے ہیں وہ مخلوق کے جھگڑوں میں نہیں پڑتے تاکہ اپنے وقت کو
خالق کی عبادت میں مشغول رکھیں لہٰذا ان کی نظر عرش اعظم پر ہوتی ہے اَلَّذِیْ
یَنْظُرُ اِلٰی مَجَارِی الْقَضَاءِ لَا یُفْنِیْ اَیَّامَہٗ بِمُخَاصَمَۃِ النَّاسِ
اولیاء اللہ وہ ہیں جو فیصلہ جاری ہونے کی جگہ پر یعنی عرش اعظم پر نظر رکھتے ہیں
وہ اپنی زندگی کے ایام کو مخلوق سے جھگڑوں میں ضائع نہیں کرتے مخلوق کے
جھگڑوں میں جو پھنسا اس کا دل اللہ کے قابل کہاں رہتا ہے۔ یہ بیان القرآن
کے حاشیہ مسائل السلوک کی عربی عبارت نقل کر رہا ہوں اَلَّذِیْ یَنْظُرُ
اِلٰی مَجَارِی الْقَضَاءِ لَا یُفْنِیْ اَیَّامَہٗ بِمُخَاصَمَۃِ النَّاسِ بَلْ یَقُوْلُ

لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ - جس کی نظر اللہ پر ہوتی ہے وہ مخلوق کے جھگڑوں میں اپنے اوقات ضایع نہیں کرتا بلکہ کہتا ہے کہ جاؤ سب معاف کر دیا اور اپنا دل بچا کر اللہ کو پیش کرتا ہے۔

فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ الخ میں اہلِ ذکر سے مُراد علما ہیں

تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جمع کے صیغہ سے نازل فرمایا: اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ - کہ ہم نے ذکر کو نازل کیا۔ یہاں پر میرے شیخ حضرت شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری ایک عجیب علم عظیم بیان فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے علما کو اہلِ ذکر فرمایا ہے اور قرآن شریف کو ذکر فرمایا ہے تو معلوم ہوا کہ علماء کو زیادہ تلاوت کرنی چاہیے اور فرماتے تھے کہ جو عالم اللہ کو یاد نہ کرے وہ عالم نہیں ہے بلکہ ظالم ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے علماء کا نام اہلِ ذکر رکھا ہے فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ اگر تم لَا تَعْلَمُوْنَ ہو تو یَعْلَمُوْنَ لوگوں سے پوچھو جن کو اہلِ ذکر سے تعبیر فرمایا۔ علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں کہ: اَلْمُرَادُ بِاَهْلِ الذِّكْرِ الْعُلَمَاءُ بِاَخْبَارِ الْاُمَمِ السَّالِفَةِ اہلِ ذکر سے مُراد علماء ہیں جو تمام امم سالفہ کے حالات سے باخبر ہیں۔

علما کو اہلِ ذکر فرمانا ذکر کی تلقین ہے

میرے شیخ فرماتے تھے کہ جن کو اللہ تعالیٰ اہلِ ذکر فرما دیں کہ یہ ہم کو یاد کرنے والے لوگ ہیں جن کے علم کی تعبیر ذکر سے ہوتی ہو وہ عالم بھی اگر مالک کو کم یاد کرے تو وہ عالم ہے یا ظالم ہے

اور ہمزہ سے الم ہونا تو بہت آسان ہے، الم پہنچانا، ایک دوسرے کو اذیت پہنچاتے ہیں حالانکہ ہمیں آپس میں محبت سے رہنا چاہیے ہر مدرسہ والے کو دوسرے مدرسہ کا بھی خیال رکھنا چاہیے۔

جملہ مدارس اہلِ حق کا اکرام و رعایت

میرے شیخ شاہ ابرار الحق صاحب فیصل آباد میں ایک مدرسہ میں تشریف لے گئے تو وہاں لکھا ہوا تھا کہ زکوٰۃ و خیرات وصدقات ہمارے مدرسہ میں دیجیے۔ یہاں بہترین مستحق طلباء موجود ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ ایسا نہ لکھنا چاہیے جتنے اہلِ حق مدارس ہیں سب ہمارے ہیں، اللہ کا دین ہمارا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہیں، قرآن پاک ہمارا ہے لہٰذا یوں لکھو کہ زکوٰۃ خیرات وصدقات ہمارے مدرسہ میں بھی جمع کرائے جاسکتے ہیں۔ لفظ بھی کا اضافہ کر دیجیے ورنہ ہندوستان میں ایک مدرسہ والے نے لکھا کہ ہمارے مدرسہ میں جو خیرات دے گا اس کو سات قسم کا ثواب ملے گا۔ تو دوسرا مدرسہ قریب میں تھا اس نے لکھا کہ ہمارے یہاں اگر جمع کرو گے تو آٹھ قسم کا ثواب ملے گا۔

وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ قرآنِ پاک کی دائمی حفاظت کی دلیل ہے

تو اللہ سبحانہ تعالیٰ نے نزولِ قرآن کی نسبت اپنی طرف فرما کر یہ فرمایا: وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ اور جملہ اسمیہ سے فرمایا۔ جملہ اسمیہ سے جو بات بتائی جاتی ہے اس میں ثبوت اور دوام ہوتا ہے اور جملہ فعلیہ حدوث کے لیے استعمال ہوتا ہے

تو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کی حفاظت کو جملہ اسمیہ سے بیان کرکے قیامت تک کے انسانوں کو آگاہ فرما دیا کہ سارا عالم مل کر میرے اس کلام کو نقصان نہیں پہنچا سکتا اس کی حفاظت جملہ اسمیہ سے نازل کر رہا ہوں۔ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ لہٰذا ہم دواماً اس کی حفاظت کریں گے اور جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے اور جسے اللہ نہ رکھے اسے ساری دنیا چکھے۔ یہ دوسرا جملہ میرا بڑھایا ہوا ہے۔ اُردو کے محاورات میں ہر ایک کو ترمیم کا حق ہے۔ مخلوق کے کلام میں دوسرا مخلوق ترمیم کر سکتا ہے مشہور محاورہ یہ ہے کہ جس کو اللہ رکھے اس کو کون چکھے اور میرا اضافہ یہ ہے کہ جس کو اللہ نہ رکھے اس کو ساری دُنیا چکھے۔ شاعر کہتا ہے۔

اُٹھا کر سر تمہارے آستاں سے
زمیں پر گر پڑا میں آسماں سے

اللہ کے مجرم کو کوئی پناہ نہیں دے سکتا

جو اللہ سے ہٹتا ہے، اللہ کو بھولتا ہے اللہ کی نافرمانی کرتا ہے جہاں بھی جائے گا مصیبت میں رہے گا۔ سارا عالم اس کو پناہ نہیں دے سکتا۔ سیاسی پناہ گیروں کو دوسرے ملک سیاسی پناہ دے دیتے ہیں لیکن اللہ کے مجرم کو سارا عالم نہ سیاسی پناہ، نہ مذہبی پناہ کسی قسم کی کوئی پناہ نہیں دے سکتا کیونکہ زمین کے جس ٹکڑے پر جائے گا وہ زمین اللہ کی ہے اور جس آسمان کے نیچے جائے گا وہ آسمان اللہ کا ہے۔

نگاہ اقربا۔ بدلی مزاجِ دوستاں بدلا
نظر اک ان کی کیا بدلی کہ کل سارا جہاں بدلا

قرآن پاک کے علاوہ کسی آسمانی کتاب کی حفاظت کا وعدہ نہیں

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قرآن کی حفاظت اللہ نے اپنے ذمہ لی ہے اور اس سے پہلے توریت، زبور، انجیل کی حفاظت کا ذمہ نہیں لیا تھا۔ فرماتے ہیں کہ فَاِنَّ الشَّیْخَ الْمُھِیْبَ لَوْ تَغَیَّرَ نُقْطَۃً مِّنَ الْقُرْاٰنِ لَیَرُدُّ عَلَیْہِ الصِّبْیَانُ اگر مصر کا کوئی شیخ مہیب قرآن کی کوئی آیت غلط تلاوت کر دے تو ہمارا نو دس سال کا کوئی بچہ اس کو ٹوک دے گا کہ اَخْطَاْتَ یَا شَیْخُ اس کی غلطی پکڑے گا۔

علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں کہ چونکہ توریت، زبور و انجیل کی حفاظت کی اللہ تعالےٰ نے ذمہ داری نہیں لی اس لیے سب میں تحریف ہو گئی۔ ان کتابوں کی حفاظت اس وقت کے علماء کے حوالے تھی۔ علماء کے بعد والی نسلوں نے ان کو بیچنا شروع کر دیا لہٰذا آج توریت، زبور و انجیل محفوظ نہیں ہے، جو موجود ہے تحریف شدہ ہے لیکن قرآنِ پاک محفوظ ہے اور قیامت تک محفوظ رہے گا کیونکہ اللہ تعالےٰ نے اس کی حفاظت کی ذمہ داری قبول فرمائی ہے وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ جملہ اسمیہ سے دواماً اور ثبوتاً نازل ہوا ہے کہ ہمیشہ کے لیے یہ قرآنِ پاک محفوظ رہے گا۔ چنانچہ بالفرض اگر امریکہ، روس، برطانیہ اور سارے عالم کی طاغوتی طاقتیں مل کر دنیا بھر کے قرآنِ پاک کے نسخے جمع کر کے جلا دیں تو ہمارے لاکھوں حفاظ اس کو چند منٹ میں پھر لکھوا دیں گے۔ قرآن پاک سینوں میں محفوظ ہے اور ہر زمانہ میں رہا ہے اور قیامت تک رہے گا۔ یہ حفاظ کرام اللہ تعالےٰ کی سرکاری ذمہ داری کے منتخب افراد ہیں۔

حفاظت قرآن پاک کی خدائی ذمہ داری کے منتخب افراد

اور جہاں جہاں حفظ قرآن کے مدارس کھولے جاتے ہیں وہ حضرات اللہ تعالے کی اس سرکاری ذمہ داری کے منتخب افراد ہیں وہ مسلمان منتخب مسلمان ہیں قرآن پاک میں اللہ تعالے کا جو سرکاری اعلان قرآنِ پاک کی حفاظت کا ہوا ہے تو اللہ تعالے اس کی حفاظت فرشتوں سے نہیں کرائیں گے جنوں سے نہیں کرائیں گے بلکہ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ کا تفسیری جملہ علامہ آلوسی نے بیان فرمایا اَیْ فِیْ قُلُوْبِ اَوْلِیَآئِنَا ہم اپنے دوستوں کے قلوب میں اس کو محفوظ کریں گے۔

قرآنِ پاک کے الفاظ اور معانی دونوں کی حفاظت کا وعدہ ہے

توجہاں جہاں حفظ قرآن کے مدارس ہیں یہ سب بارگاہ حق کے سرکاری لوگ ہیں کیونکہ حفاظتِ قرآن پاک کی سرکاری ذمہ داری کے منتخب افراد اور کارکن ہیں اور وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ میں قرآنِ پاک کے الفاظ کی حفاظت کا بھی وعدہ ہے اور ان الفاظ کے معانی ومفاہیم کی حفاظت کا بھی وعدہ ہے کیونکہ اگرکسی مکان کے باہر کو تالہ لگا ہو لیکن مکان کے اندر کا سونا چاندی اور جواہرات سب چوری ہو جائیں تو کیا حفاظت حق ادا ہوا۔ لہٰذا قرآنِ پاک کے الفاظ میں بھی قیامت تک کوئی تحریف و تبدل وتغیر نہیں ہو سکتا اور قرآنِ پاک کے معانی ومفاہیم میں بھی نہیں ہو سکتا اس لیے قرآنِ پاک کے الفاظ کی تلاوت مع التجوید وغیرہ کی حفاظت کے لیے دارالعلوم کا قیام بھی ضروری ہے کیونکہ قرآن پاک کے معانی وعلوم کا سیکھنا بھی اتنا ہی ضروری

ہے جتنا اس کے الفاظ و تجوید کا سیکھنا۔ قرآن پاک کے الفاظ و معانی دونوں اہم ہیں اور دونوں کی حفاظت کا خدائی اعلان ہے۔

آیت قرآنی سے مکاتب و مدارس کے قیام کا ثبوت

چنانچہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دُعا کی کہ اے اللہ میری اولاد میں سے ایک نبی مبعوث فرما یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِكَ جو تیرے کلام کی تلاوت کرے تیری آیات لوگوں کو سُنائے وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ اور کتاب اللہ کی تعلیم دے۔ اس آیت کی علامہ آلوسی نے یہ تفسیر کی اَیْ یُفَهِّمُهُمْ اَلْفَاظَهٗ جو الفاظ قرآنِ پاک کے معانی بتائے وَ یُبَیِّنُ لَهُمْ کَیْفِیَّةَ اَدَاءِہٖ اور ان الفاظ کی کیفیت ادا بھی سکھائے۔ اس آیت سے قرات کا بھی ثبوت ملتا ہے اور تعلیمِ کتاب کا بھی۔ لہٰذا حفظِ قرآن کے مدارس کا قائم کرنا اور تعلیمِ کتاب اللہ کے لیے دار العلوم کا قیام بھی مقاصدِ بعثتِ نبوّت میں سے ہے۔

لہٰذا جن ماں باپ نے اپنے بچوں کو حافظ بنایا، جن اساتذہ نے بچوں کو قرآنِ پاک حفظ کرایا جن لوگوں نے یہ مدارس قائم کیے اور ان کا اہتمام و انتظام چلایا جن لوگوں نے ان مدارس کے قیام میں مالی یا جانی کسی نوع کی اعانت کی وہ سب خوش نصیب ہیں، اُن کو مُبارک باد پیش کرتا ہوں کیونکہ وہ سب کے سب وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ کی خُدائی ذمہ داری کے افراد اور رکن ہیں۔ اس آیت میں اللہ پاک کی طرف سے قرآن مجید کی حفاظت اور کفالت کا جو وعدہ ہے یہ سب کے سب ظاہری ارکانِ کفالت اور ممبرانِ کفالت ہو گئے اور اس میں

شامل اور منتخب ہو کر اللہ کے پیارے ہو گئے۔ قرآنِ پاک کی خدائی حفاظت کے اعلان میں وہ سب قبول کیے گئے۔ اب اس کے بعد حدیثِ پاک کی شرح کر کے مضمون ختم کرتا ہوں۔

کلام اللہ کے شرف و عظمت کا انوکھا اظہار

آج کل حافظِ قرآن کو لوگ اہمیت نہیں دیتے، سمجھتے ہیں کہ یہ لوگ معمولی لوگ ہیں لیکن ان کا مقام دیکھنا ہو تو رمضان المبارک میں دیکھو۔ اگر مسلمان بادشاہ بھی کوئی کہیں کا ہو لیکن رمضان المبارک میں اس کو بھی حافظِ قرآنِ پاک کے پیچھے تراویح پڑھنی پڑے گی۔ میرے شیخ مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ رمضان المبارک میں تراویح کو سنت مؤکدہ قرار دینا قرآنِ پاک کی عظمت کے اظہار کا ایک راستہ اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے تاکہ بڑے بڑے مسلمان بادشاہوں کو، وزیرِ اعظموں کو، مالداروں کو تاجروں کو معلوم ہو جائے کہ انہیں پندرہ سولہ سال کے ان حافظ بچوں کے پیچھے نماز پڑھنی پڑے گی، مقتدی بننا پڑے گا۔ کوئی کروڑوں فرینک کمایا ہو اور حافظِ قرآن غریب ہے تو سیٹھ صاحب کو اسی غریب کے پیچھے تراویح پڑھنی پڑے گی۔ معلوم ہوا کہ تراویح کی مسنونیت اللہ تعالیٰ کے کلام کی عظمت و شرف کی بہت بڑی دلیل ہے۔

اُمت کے بڑے لوگ کون ہیں؟

لہٰذا سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میری اُمت کے بڑے لوگ کون ہیں؟ ہم بڑے لوگ کن کو سمجھتے ہیں، کوئی

بادشاہ یا وزیر ہوجائے، یا کروڑوں کی تجارت ہوجائے، خوب مال آجائے تو کہتے ہیں کہ یہ صاحب بڑے آدمی ہیں، پانچ لاکھ کی مرسیڈیز پہ چلتے ہیں بنگلہ بھی بہت بڑا بنالیا پانچ ہزار گز پر ہے بہت شاندار بلڈنگ ہے، لباس بھی شاندار ہے کار بھی شاندار ہے، کاروبار بھی شاندار ہے لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ قیمت مٹی کی مٹی سے نہیں ہوتی۔ بتاؤ موٹر مٹی کی ہے یا نہیں اور سموسہ اور پاپڑ مٹی کے ہیں یا نہیں اور بلڈنگ اور مکان مٹی ہے یا نہیں؟ تو مٹی کی قیمت مٹی سے لگا رہے ہو، اس مٹی کی قیمت اللہ تعالیٰ کی رضا سے لگتی ہے۔ میرا ایک شعر ہے ؎

ہماری خاک اس لمحہ میں ہے رشکِ فلک اختر
وہی لمحہ جو میرا ذاکرِ مولائے عالم ہے

خالقِ کائنات کو جو مٹی یاد کرتی ہے وہ مٹی قیمتی ہوتی ہے، وہ مٹی قیمتی ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی رضا متصف ہو ؎

ہم ایسے رہے یا کہ ویسے رہے
وہاں دیکھنا ہے کہ کیسے رہے

مٹی کی قیمت مٹی سے نہیں لگے گی۔ میرا بہت پرانا شعر ہے جو میں نے نوجوانوں کے لیے کہا تھا ؎

کسی خاکی پہ مت کر خاک اپنی زندگانی کو
جوانی کر فدا اس پر کہ جس نے دی جوانی کو

مٹی کی عورتیں اور دُنیا بھر کے حسین سب مٹی کے ہیں قبروں میں دیکھ لینا سب مٹی ہوجائیں گے۔ اپنی مٹی کو مٹی کی شکلوں پر مٹی مت کرو، اس مٹی کو اللہ تعالیٰ

پر فدا کر کے اپنی قیمت بڑھالو۔ پھر تمام کائنات، جنات اور فرشتے بھی آپ کا احترام کریں گے۔ اولیاء اللہ جدھر سے گذر جاتے ہیں اُدھر انوار پھیل جاتے ہیں محدث عظیم ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں لَوْ مَرَّ وَلِیٌّ مِّنْ اَوْلِیَاءِ اللّٰہِ تَعَالٰی بِبَلْدَۃٍ لَنَالَ بَرَکَۃَ مُرُوْرِہٖ اَھْلُ تِلْکَ الْبَلْدَۃِ اگر کوئی ولی اللہ کسی شہر سے گذر جائے اور وہاں اس کو قیام کا موقع نہ ہو تو بھی اس شہر والے اس کے گذرنے کی برکت سے محروم نہیں رہیں گے۔ بس اللہ تعالیٰ ہم کو اللہ والا بنا دے۔

نہیں ہوں کسی کا تو کیوں ہوں کسی کا

انہیں کا انہیں کا ہوا جا رہا ہوں

حفاظِ قرآن اُمت کے بڑے لوگ ہیں

تو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اَشْرَافُ اُمَّتِیْ حَمَلَۃُ الْقُرْاٰنِ میری اُمت کے بڑے لوگ حافظِ قرآن ہیں یعنی جو بچے حافظ ہو گئے یہ امت کے بڑے لوگ ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم جن کو بڑے لوگ فرمائیں آج ہم ان کو حقیر سمجھتے ہیں۔ نعوذ باللہ ایسے ایسے جملے کہتے ہیں کہ میاں حافظِ قرآن ہو گئے اب جمعرات کی روٹیوں کا انتظار کریں گے۔ ارے امریکہ کی ڈگری لے آتے تو کچھ ہو جاتے۔ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔ حافظِ قرآن باعمل اور اللہ والا ہو تو وہ روٹیوں کا انتظار نہیں کرتا بڑے بڑے روٹیوں اور بریانیوں والے اس کا انتظار کرتے ہیں کہ کاش حافظ صاحب میری دعوت قبول کریں۔

امریکہ کے ڈگری یافتہ کی بدحالی کا سچا واقعہ

امریکہ کی ڈگری لانے والوں کا حال دیکھ لو کہ اپنے باپ کی داڑھی اس کے مرنے کے بعد منڈوا دی۔ کراچی کا واقعہ ہے۔ ایک مسلمان بوڑھا بیس پچیس دن بے ہوش آکسیجن میں پڑا ہوا تھا۔ بیس دن حجامت نہیں بنی تو داڑھی آگئی۔ اتنے میں امریکہ سے اس کا لڑکا آیا لیکن باپ کی روح نکل گئی۔ مرنے کے بعد ظالم نے حجام کو بلا کر باپ کی داڑھی منڈا دی اور کہا کہ میں اپنے ابا کو اس خراب شکل میں قبر میں دفن نہیں کروں گا۔ نعوذ باللہ۔ اور پڑھاؤ امریکہ میں! یہ انعام ملا کہ مرنے کے بعد بھی لعنت سے نہ بچ سکا۔

مدعیانِ تہذیب کی پستی و بدحالی

میں نے امریکہ میں خود اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ ایک عیسائی ایک لمبی سی ٹافی چوس رہا ہے اور اس کا کتا کار میں اس کی بغل میں بیٹھا ہے اپنے منہ سے ٹافی نکال کر اس کتے کو چساتی پھر کتے کے منہ سے نکال کر ظالم خود کھانے لگا۔ استغفر اللہ۔ اللہ بچائے۔ اللہ بچائے۔ دیکھا آپ نے ان کا مقام۔ کتوں کے خادم ہو گئے۔ انسانیت کو خادم الکلاب کے مقام سے تبدیل کر دیا دیکھئے مسلمان کیسا بھی ہو لیکن کم سے کم خادم الکلاب نہیں ہوتا۔ جب میں لندن گیا تو وہاں ایک انگریز بڈھی عورت دو کتے لیے جا رہی تھی میں نے فوراً ایک شعر کہا

کسی کو ذوقِ گلاب ہے تو کسی کو ذوقِ کلاب ہے
کوئی جنابت میں مبتلا ہے تو کوئی عالی جناب ہے

اللہ والے عالی جناب ہیں اور یہ کافر جنابت میں مبتلا ہیں کیونکہ ہر وقت اُن کو کُتّے چاٹ رہے ہیں اور لیسٹر میں میرا ایک شعر ہوا۔

مانا کہ سیرِ گلشنِ جنت تو دور ہے

عارف نے دل میں خالقِ جنت لیے ہوئے

اہل اللہ کی بلندی و سرمستی

اللہ والے اپنے دل میں خالقِ جنت لیے ہوئے پھر رہے ہیں۔ کیا سمجھتے ہو ان کے دل کے عالم کو کہ وہ کتنے مزے میں ہیں۔ سمندر کے کنارے جہاں کو سپاپڑ کچھ بھی نہ ہو، کوئی سامانِ راحت نہ ہو، وہ اپنی چٹائی اور بوریے پر اگر اللہ کا نام لے رہے ہیں تو دونوں جہان وہ اپنے دل میں رکھتے ہیں۔ خواجہ صاحب کا شعر سُنئے! فرماتے ہیں ؎

خدا کی یاد میں بیٹھے جو سب سے بے غرض ہو کر

تو اپنا بوریہ بھی پھر ہمیں تختِ سلیماں تھا

اب میرا شعر سُنئے ؎

وہ شاہِ دو جہاں جس دل میں آئے

مزے دونوں جہاں سے بڑھ کے پائے

اللہ اللہ ہے۔ جنہوں نے دل میں نہیں پایا وہ کیا جانیں کہ اللہ کیا ہے۔ مولانا رومیؒ سے پوچھو کہ اللہ کیا ہے؟ فرماتے ہیں کہ اے دل یہ شکر زیادہ میٹھی ہے یا شکر کا پیدا کرنے والا زیادہ میٹھا ہے؟ جو سارے عالم کو شکر دیتا ہے، جو گنوں میں رس پیدا کرتا ہے، اسی رس سے شکر بنتی ہے، تو جو اللہ سارے عالم کو شکر دے رہا ہے

خود اس کے نام کی مٹھاس اور شیرینی کے عالم کا کیا عالم ہوگا! فرماتے ہیں کہ میرے اللہ کے نام کی مٹھاس کو یہ شکر کیا جانے یہ تو مخلوق ہے اللہ کی پیدا کی ہوئی ہے یہ کیا جانے کہ اللہ کے نام میں کیا مٹھاس ہے اور چاند سورج کیا جانیں میرے اللہ کے حسن و جمال کو؛ ۔

از لب یارم شکر را چہ خبر
واز رخش شمس و قمر را چہ خبر

حَمَلَةُ الْقُرْاٰنِ اور اَصْحَابُ اللَّیْلِ کا ربط

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میری امت کے بڑے لوگ حافظِ قرآن ہیں۔ لیکن جہاں قرآن شریف رکھا جائے وہ جزدان قیمتی ہو یا گندا اور کٹا پھٹا ہو؟ وہ تو صاف ستھرا ہونا چاہیے اور وہاں خوشبو بھی ہونی چاہیے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآنِ پاک لفظوں کے جسم و روح کے لیے ایک قید لگا دی اور وہ ہے اصحاب اللیل تاکہ جس سینہ میں قرآنِ پاک ہو اس میں چار قسم کی خوشبو بھی ہونی چاہیے اور یہ خوشبو کیسے آئے گی؟

حفاظِ قرآنِ پاک کے لیے تہجد کی اہمیت

حملۃ القرآن کے بعد فوراً اصحاب اللیل فرمانا ظاہر کر رہا ہے کہ حافظِ قرآن راتوں کی نماز بھی پڑھتے ہوں۔ جو حافظِ قرآن اصحاب اللیل ہوں گے ان میں چار قسم کی خوشبو آجائے گی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: عَلَیْکُمْ بِقِیَامِ اللَّیْلِ اے میری امت کے لوگو رات کی نماز مت چھوڑنا۔ اس کو لازم پکڑ لو علیٰ لزوم کے لیے ہے۔ وہ چار قسم کی خوشبو کیا ملے گی؟

ا۔ فَاِنَّهٗ دَاْبُ الصَّالِحِيْنَ قَبْلَكُمْ تم سے پہلے تمام صالحین کا شیوہ رہا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر جتنے صالحین ہوئے تمہارا نام ان صالحین کے رجسٹر میں لکھ دیا جائے گا اور دوسری خوشبو کیا ہے؟

۲۔ وَهُوَ قُرْبَةٌ اِلٰى رَبِّكُمْ تم اللہ تعالیٰ کے پیارے اور مقرب بن جاؤ گے۔ تیسری خوشبو کیا ہے؟

۳۔ وَمَكْفَرَةٌ لِلسَّيِّئَاتِ تمہاری خطائیں معاف کر دی جائیں گی اور خوشبو نمبر چار کیا ہے؟

۴۔ وَمَنْهَاةٌ عَنِ الْاِثْمِ گناہ سے بچنے کی طاقت تمہارے اندر پیدا ہو جائے گی۔ (ترمذی ابواب الدعوات جلد ۲ صفحہ ۱۹۵)

تہجد کا آسان طریقہ

اب کوئی کہے کہ تین چار بجے رات کو اُٹھ کر نماز پڑھنا تو بہت مشکل ہے۔ بارہ بجے رات تک تو ہماری دُکان کھلی رہتی ہے۔ تو میں آپ کو ایک نسخہ بتاتا ہوں کہ آپ سب فیصد تہجد گذار ہو جائیں اور رات کو تین بجے بھی کسی کو نہ اُٹھنا پڑے۔ وہ کیا نسخہ ہے؟ وہ ابھی بتاتا ہوں لیکن آپ لوگ زندگی بھر مجھے جزاک اللہ کہنا۔

عشاء کے چار فرض اور دو سنت پڑھنے کے بعد وتر سے پہلے دو رکعات بہ نیت تہجد یا بہ نیتِ قیام لیل پڑھنا کیا مشکل ہے ان ہی دو رکعات تہجد میں صلوٰۃِ توبہ، صلوٰۃِ حاجت، صلوٰۃِ استخارہ کی نیت بھی کر سکتے ہیں۔ دو ہی رکعات میں کئی نیت کر کے ثواب کے مختلف قسم کے لڈو مل سکتے ہیں۔ دو رکعت تہجد کے بعد معافی مانگ لیجئے کیونکہ صلوٰۃِ توبہ کی نیت کی تھی لہٰذا توبہ کر لیجئے کہ دن بھر میں جو

کچھ نالائقیاں ہوگئی ہوں تو اسے اللہ معاف فرما دیجئے خاص کر ری یونین میں پیچھے پڑ گی عام ہے یہاں خطا کا زیادہ امکان ہے۔ صلوٰۃ حاجت کی نیت کی تھی حاجت مانگ لیجئے

سونے سے پہلے نمازِ تہجد کی شرعی دلیل

عشاء کے چار فرض اور دو سنت پڑھ کر وتر سے پہلے چند نفل پڑھنے سے کیا ہم قائم اللیل ہوجائیں گے اور قیامت کے دن کیا ہم کو تہجد گذاروں کا درجہ مل جائے گا، علماء کو حق ہے کہ اس کا ثبوت اختر سے مانگ لیں۔ لہٰذا اب میں اس کا ثبوت یعنی شرعی دلیل پیش کرتا ہوں۔

دلیل نمبر ۱، از امداد الفتاویٰ : حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی امداد الفتاویٰ میں لکھا ہے کہ جو عشاء کے بعد چند رکعات نفل بہ نیت تہجد پڑھ لے وہ بھی قیامت کے دن تہجد گذاروں میں اٹھایا جائے گا۔ یہ تو امداد الفتاویٰ کی دلیل ہوگئی۔

دلیل نمبر ۲، از شامی : اب میں علامہ شامی کی کتاب جو فقہ کی سب سے بڑی کتاب مانی جاتی ہے اس کی جلد نمبر ۱ سے حوالہ دیتا ہوں۔ علامہ شامی ابن عابدین لکھتے ہیں کہ جو شخص عشاء کی نماز کے بعد سونے سے پہلے دو رکعت نفل پڑھ لے گا اس کی بھی سنتِ تہجد ادا ہوجائے گی۔ اب دلیل کے لیے عربی عبارت پیش کرتا ہوں تاکہ علماء حضرات کو تشنگی باقی نہ رہے۔

علامہ شامی سب سے پہلے حدیث نقل کرتے ہیں کیونکہ فقہ تابع ہے حدیث کے۔ جس فقہ کا سہارا حدیث پر نہ ہو وہ معتبر نہیں۔

یہاں ایک بات یاد آگئی۔ قرآن پاک کی آیت ہے قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ

اسْتَقَامُوْا تمام مفسرین کہتے ہیں کہ رَبُّنَا اللّٰہُ میں ربنا خبر ہے اور اللہ مسند الیہ ہے لیکن ربنا کو اللہ تعالیٰ نے مقدم اس لیے کیا تاکہ حصر کے معنی پیدا ہو جائیں تقدیم ماحقہ التاخیر یفید الحصر تاکہ تم یہ کہو کہ ہمارا پالنے والا سوائے خدا کے کوئی نہیں ہے۔ اگر رَبُّنَا مقدم نہ ہوتا تو معنی حصر کے نہ پیدا ہوتے یہ عربی کا قاعدہ کلیہ ہے۔ اب یہاں ایک نحوی اشکال پیدا ہوتا ہے کہ اگر یہاں ہم اللہ کو خبر مان لیں اور ربنا کو مسند اور مبتدا مان لیں تو کیا حرج ہے؟ اس کا جواب اللہ تعالیٰ نے میرے قلب کو یہ عطا فرمایا کہ مسند الیہ کو قوی ہونا چاہیے کیونکہ سہارا لیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کوئی قوی نہیں ہے اس لیے اللہ کا نام ہوتے ہوئے کسی غیر اللہ کو مسند الیہ بنانا صحیح نہیں یہ بات تو درمیان میں آگئی۔

صلوٰۃِ تہجد بعدِ عشا کی دلیل بالحدیث

علامہ شامی جس حدیث سے اپنا مسئلہ پیش کر رہے ہیں اس کو نقل کرتے ہیں۔ وَمَا کَانَ بَعْدَ صَلٰوۃِ الْعِشَاءِ فَھُوَ مِنَ اللَّیْلِ (شامی جلد ۱، ص ۵۰۶ بحوالہ طبرانی) ہر وہ نماز جو نمازِ عشا کے بعد پڑھی جائے گی قیام لیل میں داخل ہے۔ اب ملا علی قاری کی وہ عبارت کہ لَیْسَ مِنَ الْکَامِلِیْنَ مَنْ لَّا یَقُوْمُ اللَّیْلَ (مرقاۃ صفحہ ۱۴۸، جلد ۳) جو رات کی نماز یعنی تہجد نہیں پڑھتا وہ کامل ہو ہی نہیں سکتا تو لہٰذا اب آپ آسانی سے کامل ہو سکتے ہیں کہ سونے سے پہلے رات ہی کو تہجد پڑھ لیں۔

اس حدیثِ پاک کی روشنی میں شامی کا فیصلہ یہ ہے کہ اِنَّ سُنَّۃَ التَّھَجُّدِ تَحْصُلُ بِالتَّنَفُّلِ بَعْدَ صَلٰوۃِ الْعِشَاءِ قَبْلَ النَّوْمِ اس شخص کی سنتِ تہجد

ادا ہو جائے گی جو عشاء کی نماز کے بعد سونے سے پہلے چند رکعات نفل پڑھ لے۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جو لوگ آدھی رات میں اُٹھ کر پڑھ رہے ہیں وہ پڑھنا چھوڑ دیں۔ جو لوگ بریانی کھا رہے ہیں وہ کھاتے رہیں یہ تو ان لوگوں کے لیے ہے جن کو بوجہ ضعف یا سستی کے بریانی نہیں ملتی وہ عشاء کے بعد کم از کم گوشت روٹی کھالیں پھر اگر آخر رات میں آنکھ کھل جائے تو اس وقت دوبارہ پڑھ لیں تو کس نے منع کیا ہے؟

نمازِ اوابین کا آسان طریقہ

میں کہتا ہوں کہ اسی طرح اوابین بھی آسان ہے۔ ہمارے اکابر نے فرمایا کہ مغرب کے تین فرض پڑھ کر دو سُنّت مؤکدہ اور دو نفل ساری امت پڑھتی ہے۔ صرف دو رکعت پڑھ لیجیے تو اوابین ادا ہو جائے گی۔ سُنّتِ مؤکدہ اوابین میں شامل ہے کیونکہ حدیث کی عبارت یہ ہے کہ مَنْ صَلّٰی بَعْدَ الْمَغْرِبِ سِتَّ رَکْعَاتٍ۔ الخ (ترمذی صفحہ ۹۸، جلد ۱) فرض نماز کے بعد چھ رکعات اوابین کی ہیں لہٰذا سُنّتِ مؤکدہ اس میں شامل ہے۔ لیکن اگر کوئی زیادہ رکعات پڑھتا ہے اس کو پڑھنے دو۔ ہم تو ان ضعیفوں کے لیے جو ہماری طرح کاہل ہیں ہمت کے کمزور ہیں یا بیمار ہیں یہ آسان ترکیب بتا رہے ہیں ان کے لیے یہ علم حوصلہ افزا ہے۔

بچوں کو بعدِ عشاء تہجد کی مشق

دوستو! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ جو بچے حافظِ قرآن ہو جائیں ان کو عشاء کے بعد وتر سے پہلے دو رکعات تہجد کی نیت سے پڑھوا دیں تاکہ وہ اس حدیث کے پورے مصداق ہو جائیں جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری

اُمّت کے بڑے لوگ حافظِ قرآن اور اصحابِ اللیل ہیں۔ دارالاقامہ میں اس کا اہتمام کیا جائے کہ عشاء کے فرض اور سنت کے بعد دو رکعات پڑھوا دی جائیں اس کے بعد وتر پڑھیں اور یہ حدیث سمجھا دیں کہ دیکھو بیٹے تم حاملِ قرآن تو ہو گئے لیکن اب اصحابِ لیل ہو جاؤ تاکہ اس حدیث پاک کے دونوں جز کے تم مصداق ہو جاؤ۔

(اس کے بعد حضرت والا نے فرمایا کہ امیری تقریر اب ختم ہو گئی۔ ختمِ قرآن شریف کا جو طریقہ ہو کریں۔ قاری یعقوب صاحب زید مجدہم نے بچوں کو قرآن شریف ختم کرنے کا حکم دیا۔ (اس وقت مندرجہ ذیل ملفوظ قاری صاحب کے نام کی مناسبت سے ارشاد فرمایا جو افادیت کے پیشِ نظر قارئین کی خدمت میں پیش ہے۔ جامع)

شیخ کا ایک ادب

قاری یعقوب صاحب کو مثنوی کا ایک شعر مع معانی کے بتائے دیتا ہوں کہ اپنے شیخ کے سامنے کیسے رہنا چاہیے؟ ؎ پیشِ یوسف نازش و خوبی مکن

مولانا رومی فرماتے ہیں کہ اپنے شیخ کو حسنِ معنوی کے اعتبار سے یعنی حسنِ باطنی کے اعتبار سے یوسف سمجھو اس کے سامنے اپنی کسی خوبی پر ناز، اپنے علم کا احساس اور احساسِ فضیلت نہ کرنا۔

جز نیاز و آہ یعقوبی مکن

حضرت یعقوب علیہ السلام کی طرح نیاز و آہ و فریاد کرو۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نیاز و آہ کرتے تھے اور فرماتے تھے یَاۤ اَسَفٰی عَلٰی یُوۡسُفَ ہائے یوسف افسوس

اَنَا اِلَیۡہِ کی نعمت صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت کو عطا کی گئی

اس وقت

اِنَّا لِلّٰہِ کی آیت نازل نہیں ہوئی تھی ورنہ حضرت یوسف علیہ السلام کے گم ہونے کے غم پر حضرت یعقوب علیہ السلام اِنَّا لِلّٰہِ پڑھتے۔ علامہ آلوسی روح المعانی میں اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ پچھلے انبیاء اور ان کی امتوں کو اللہ تعالیٰ نے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ کی نعمت نہیں دی تھی۔ اِنَّا لِلّٰہِ کی یہ نعمت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کی امت کو خاص طور سے عطا فرمائی گئی ہے جو پچھلے پیغمبروں کو اور ان کی امتوں کو نہیں دی گئی تھی ورنہ حضرت یعقوب علیہ السلام موقعِ غم پر یٰٓاَسَفٰی عَلٰی یُوْسُفَ نہ کہتے بلکہ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ کہتے۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث نقل کی ہے۔

(اس کے بعد حافظ فریدالدین ابن جناب یوسف صاحب اور ایک دوسرے طالب علم نے قرآن پاک ختم کیا اور حضرت والا نے دعا فرمائی جو نقل کی جاتی ہے۔ جامع)

اے اللہ ختم قرآن پاک کی برکت سے ہم سب کے تمام مقاصد کو پورا فرما دے اور ہمارے تمام نیک ارادوں کو بامراد فرما دے اور جو لوگ مدرسے چلا رہے ہیں یا دارالعلوم کھولنے والے ہیں اے اللہ عالم غیب سے ہم سب خدام پر اپنے خزانے برسا دے عزتِ نفس اور عظمتِ دین کے ساتھ مالی معاملہ میں بھی مدد فرما اور ان بچوں نے جو دعائیں مانگی ہیں اللہ تعالیٰ ہم سب کے حق میں اور ہمارے خاندان اور بچوں کے حق میں اور ہمارے احباب حاضرین اور غائبین کے حق میں اور سارے عالم کے مسلمانوں کے حق میں قبول فرما لے۔

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ

بِرَحْمَتِکَ یَآ اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ

سلسلہ مواعظ حسنہ نمبر ۲۸

عارف باللہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

ناشر
کتب خانہ مظہری
گلشن اقبال ۲ پوسٹ بکس ۱۱۱۸۲
کراچی ۲ فون ۴۹۹۲۱۷۶-۴۸۱۸۱۱۴

نام کتاب ——————— علاماتِ اہلِ محبت

تصحیح کتابت ——— حافظ سہیل احمد عثمانی (ایم اے) / حافظ محمد یونس (ایم ایس سی)

واعظ ——————— عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

ناشر

کتب خانہ مظہری

گلشنِ اقبال ۲ پوسٹ بکس ۱۱۱۸۲

کراچی فون ۳۸۱۸۱۱۲-۳۹۹۲۱۷۶

فہرست

عرضِ مرتب

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

احقر عشرت جمیل میر عفا اللہ عنہ عرض رسا ہے کہ عارف باللہ مرشدی مولائی حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم ری یونین کے تیسرے سفر سے مورخہ ۲۸۔ ذیقعدہ ۱۴۱۶ھ مطابق ۱۷، اپریل ۱۹۹۶ء بروز بدھ کراچی واپس تشریف لائے۔ احقر راقم الحروف بھی ہمراہ تھا۔ ہر جمعہ کو خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال کراچی میں حضرت والا سے تعلق رکھنے والے علماء صوفیاء و سالکین کا اجتماع ہوتا ہے چنانچہ سفر ری یونین سے واپسی کے بعد حضرت والا نے یہ پہلا وعظ ۳۰ ذیقعدہ ۱۴۱۶ھ مطابق ۱۹، اپریل ۱۹۹۶ء بروز جمعہ خانقاہ مسجد اشرف کی محراب سے حسبِ معمول کرسی پر بیٹھ کر بیان فرمایا۔ سامعین کی تعداد تقریباً پانچ سو تھی۔

عجیب سحر انگیز بیان تھا جس میں حضرت والا نے قرآن پاک کی روشنی میں اللہ تعالیٰ کے عاشقوں کی علامات نہایت والہانہ انداز میں بیان فرمائیں اور بعض مسائل سلوک کو آیاتِ قرآنی سے مدلل فرماتے ہوئے اور الہامی مثالوں سے واضح فرماتے ہوئے اور آیاتِ قرآنیہ کے تفسیری نکات کی عاشقانہ تعبیر فرماتے ہوئے اہلِ محبت کی عظمتِ شان اور طریقِ محبت کی مرغوبیت و لذت کو اس طرح آشکار فرمایا کہ جس سے محبت سے ناآشنا جانیں بھی شکارِ محبت ہو کر اللہ تعالیٰ کی طرف راغب

مشتاق و بے قرار ہو جائیں اور بزبانِ حال حضرت مرشدی کی شان میں کہنے لگیں ۔

خدا گواہ کہ نا آشناتے دردیہاں
نگاہِ عشق سے بسمل بناتے جاتے ہیں
یہ وہ چمن ہے جہاں طائرانِ بے پر و بال
بسوئے عرش بیک دم اڑائے جاتے ہیں
خدا رکھے مرے ساقی کا مے کدہ آباد
یہاں پہ جامِ محبت پلائے جاتے ہیں

احقر میر عفا اللہ عنہ

وعظ کے بعد بہت سے حضرات نے فرمایا کہ آج ہم کو اللہ تعالیٰ کی محبت کا وہ مزہ ملا جس سے ہم آشنا نہ تھے۔ احقر نے اس وعظ کو ٹیپ سے نقل کر کے مرتب کیا۔ بعض جگہ حوالے بھی درج کیے اور اس کا نام علاماتِ اہلِ محبت (قرآنِ پاک کی روشنی میں) تجویز کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ حضرت والا کا سایہ عاطفت طویل مدت تک بخیر و عافیت ہمارے سروں پر قائم رکھیں اور قیامت تک حضرتِ والا کا فیض بصورت صدقۂ جاریہ باقی رکھیں اور اُمّتِ مسلمہ کے لیے قیامت تک نافع بنائیں اور شرفِ قبول عطا فرمائیں۔ (آمین) ، رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝

احقر سید عشرت جمیل میر عفا اللہ عنہ
خادم حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم
خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال ۲، کراچی
مورخہ ۳، ذوالحجہ ۱۴۱۶ھ مطابق ۲۳، اپریل ۱۹۹۶ء

علاماتِ اہلِ محبت

(قرآنِ پاک کی روشنی میں)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ
فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۝ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝
یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِیْنِهٖ فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰهُ
بِقَوْمٍ یُّحِبُّهُمْ وَیُحِبُّوْنَهٗۤ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى
الْكٰفِرِیْنَ یُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَلَا یَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآىٕمٍ
ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ (پ ۶ مائدہ آیت ۵۴)

کفار سے دوستی کا انجام ارتداد ہے

اللہ سبحانہ تعالےٰ نے گمراہی کے اسباب میں کو بعض صحبتوں سے گمراہی کے جراثیم پیدا ہوتے ہیں ارشاد فرمایا کہ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰۤى اَوْلِیَآءَ یہودی اور عیسائی سے تجارت کر سکتے ہو لین دین کر سکتے ہو لیکن ان سے دوستی نہیں کر سکتے' ان کی محبت دل میں نہ ہو اور اگر دل سے محبت کی تو تمہارا ایمان ارتداد سے تبدیل ہو جائے گا، تمہارا ایمان سلامت نہ رہے گا۔ میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے

فرمایا تھا کہ ایک آم کی شاخ ایک نیم کی شاخ سے متصل ہوگئی تو سارا آم کڑوا ہوگیا تو یہودی وعیسائی کی محبت، ہندو کی محبت، مشرک کی محبت اسی طرح اپنے نفس دشمن کی محبت ایمان کے لیے مضر ہے۔

نفس کفار سے بھی زیادہ خطرناک ہے

یہ بھی سوچیے، اہم بات ہے کہ بعض لوگ اپنے نفس دشمن کی خواہشات کو محبوب رکھتے ہیں۔ اس وقت ان کے قلب میں اللہ تعالیٰ کی محبوبیت پر ان کے نفس دشمن کی محبوبیت غالب ہوجاتی ہے مگر اس وقت اس بے وقوف کو اپنی نالائقی کا احساس تک نہیں ہوتا جب وہ اُلّو کی طرح بدنظری کرتا ہے اور یہ خیال تک نہیں آتا کہ میں کیا کر رہا ہوں اور نفس دشمن کی گود میں جوتے کھا رہا ہوں۔ لہٰذا جتنے یہود و نصاریٰ مضر ہیں یہ نفس دشمن ان سے بھی زیادہ مضر ہے۔ دلیل کیا ہے؟ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثِ مبارک ہے کہ ان اعدا عدوك فی جنبیك تمہارے سب دشمنوں سے بڑا دشمن عیسائی یہودی، ہندو کفار سے بھی بڑا دشمن تمہارا نفس ہے۔

نفس کی نہایت جامع تعریف

اب کوئی پوچھے کہ نفس کیا چیز ہے؟ ہمیں بتائیے کہ نفس کہاں رہتا ہے اس کا ٹھکانہ کیا ہے کہ اس کے کان پکڑ کر تین چار چپت لگادوں نفس کی تلاش کہاں کروں؟ تو نفس کی حقیقت اور نفس کی ماہیت کیا ہے اور نفس کیا شے ہے اسے یاد کرلیجیے۔ کوئی بھی آپ سے پوچھے کہ یہ جو کہتے ہیں کہ نفس کو مٹاؤ، نفس کو مٹاؤ تو نفس کیا چیز ہے؟ حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی

صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نفس نام ہے مرغوباتِ طبعیہ غیر شرعیہ یعنی طبیعت کی وہ خواہش جس کی شریعت اجازت نہ دیتی ہو، ہماری وہ خوشیاں جس سے اللہ تعالیٰ خوش نہ ہوتے ہوں اس کا نام نفس ہے۔ کیا کہیں ؎

محبت محبت تو کہتے ہیں لیکن
محبت نہیں جس میں شدت نہیں ہے

ہمارے نفس کی وہ خواہش جو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف ہو جب پیدا ہو تو کاش اس وقت ہمارا ہوش درست رہے، اس وقت ہمارے قلب و دماغ میں سلامتی رہے، اس وقت ہم پاگل نہ بنیں تو سمجھو کہ اللہ کی محبت غالب ہے ورنہ ہم نفس کے غلام ہیں۔

کفار سے معاملات جائز، موالات حرام

تو اللہ سبحانہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دیکھو تم یہودیوں اور عیسائیوں سے دوستی مت کرو۔ علامہ آلوسی نے اس کی تفسیر کی لِاَنَّ مُوَالَاۃَ الْیَھُوْدِ وَالنَّصَارٰی تُوْرِثُ الْاِرْتِدَادَ یعنی یہود و نصاریٰ کی دوستی تمہارے قلب میں مرتد کافر ہونے کا ذوق پیدا کر دے گی لہٰذا ان سے تجارت و لین دین تو جائز ہے لیکن ان سے دوستی و مودت رکھنا، ہر وقت ساتھ کھانا پینا اور دوستی کے تعلقات پیدا کرنا جائز نہیں، قلب میں ان کی محبت نہ آنی چاہیے۔

یہود و نصاریٰ اور جملہ کفار دوستی کے قابل نہیں

اور حقیقت یہ ہے کہ عقلاً بھی یہ دوستی کے قابل نہیں۔ میں نے امریکہ اور لندن میں دیکھا کہ عیسائی

اور یہودی نے اپنے کتے کے منہ میں لمبی سی ٹافی رکھ دی اور کتے نے اسے خوب چوسا اس کے بعد وہی ٹافی اس کتے کے منہ سے نکال کر خود چوس رہے ہیں۔ کس منہ سے ان سے محبت کرو گے؟ وہ محبت کے قابل ہی نہیں ہیں۔ بغل کے بال اتنے لمبے کہ ان میں کنگھی کرتے ہیں اور ہمارا اسلام کہتا ہے کہ ہر جگہ کے ناماسب بال ہر ہفتہ صاف کرو۔ دور سے ان کے جسم سے بدبو آتی ہے۔ پوڈر اور سینٹ مل لیتے ہیں جس سے اُجلے معلوم ہوتے ہیں۔ خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب رحمۃ اللہ نے فرمایا؎

ترا اے نئی روشنی منہ ہو کالا
دلوں میں اندھیرا ہے باہر اُجالا

دلوں میں کفر کا اندھیرا ہے اور باہر اُجالا ہے، پوڈر سرخی لگی ہوتی ہے، جو جیشہ ٹشو پیپر سے پاخانہ کا مقام صاف کرتے ہیں، پانی سے نہیں دھوتے اس کے بعد ٹب میں پانی بھر کر اس میں بیٹھ جاتے ہیں۔ نیچے کا پانی منہ میں جا رہا ہے، پاخانہ کو دھونے والا پانی منہ میں اور کان میں اور ناک میں گھس رہا ہے، یہ ترقی یافتہ قوم ہے! طہارت مومن کی شان ہے۔ کفر نجاست اور غلاظت ہے۔ اسی طرح جو لوگ گناہوں میں مبتلا رہتے ہیں عموماً گندے رہتے ہیں۔ جو ناپاک فعل کرے گا وہ ناپاک رہے گا۔ اس کو پاکی کا خیال بھی نہیں آتا۔

ایک اہم مسئلہ سلوک

تو اس آیتِ پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم میں سے جو اللہ کے دین سے مرتد ہو جائے گا تو اللہ تعالیٰ بہت جلد ایسے لوگوں کو پیدا کرے گا جن سے اللہ محبت کرے گا اور وہ اللہ سے محبت کریں گے۔ میں اصل میں یہاں ایک مسئلہ بیان کرنا چاہتا ہوں

جو حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر بیان القرآن میں تحریر فرمایا ہے کہ اگر کسی کو اللہ اپنی محبت دے دے، یا کوئی کرامت یا کوئی نعمت عطا فرمادے تو اس کی نسبت اپنے مجاہدات کی طرف نہ کرے کہ اتنے زمانہ تک ہم نے شیخ کی صحبت اٹھائی، اتنے زمانے ہم نے محنتیں کیں تب اللہ میاں نے ہم کو یہ دیا۔ اپنے کمالات کی نسبت اپنے مجاہدات اور محنتوں کی طرف نہ کرو بلکہ ان کو عنایاتِ الٰہیہ کا ثمرہ سمجھو۔

عنایاتِ الٰہیہ کو ثمرۂ مجاہدات سمجھنا ناشکری ہے

یہ ایک مسئلہ

حضرت نے لکھا جس کی عربی عبارت پیش ہے تاکہ علماء حضرات کو لطف آجائے فَاِنَّ بَعْضَ الْمُغْتَرِّیْنَ مِنَ الصُّوْفِیَاءِ وَالسَّالِکِیْنَ یَنْسِبُوْنَ کَمَالَاتِہِمْ اِلٰی مُجَاهَدَاتِہِمْ وَهٰذَا عَیْنُ الْکُفْرَانِ یعنی بعض نادان صوفی اپنے کمالات کی نسبت اپنے مجاہدات کی طرف کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی عنایات و فضل کی طرف نہیں کرتا یہ سخت ناشکری ہے۔ اس کو یہی کہنا چاہیے کہ اے اللہ آپ کی تمام مہربانیوں کا سبب آپ کی مہربانی ہے، آپ کی رحمت کا سبب آپ کی رحمت ہے، آپ کے کرم کا سبب آپ کا کرم ہے، ہمارا کوئی عمل اس قابل نہیں ہے جو سبب بن سکے آپ کے کرم کا۔ اس کی ایک مثال اللہ تعالیٰ نے میرے قلب میں عطا فرمائی جس سے یہ بات سمجھ میں آجائے گی کہ بندہ روزے رکھے، حج کرے، عمرہ کرے، تہجد پڑھے اور اللہ تعالیٰ کی عطا کو اپنے اعمال کی طرف نسبت نہ کرے، نیکی کر دریا میں ڈال، اپنی نیکیوں کو بھول جائے، جو کچھ ملے اس کو اللہ تعالیٰ کا کرم سمجھے۔

قرآنِ پاک سے استدلال

اس مثال سے پہلے ایک استدلال پیش کرتا ہوں جو میرے رب نے ابھی ابھی مجھے عطا فرمایا۔ قرآن شریف کی آیت اللہ تعالیٰ نے دل میں ڈال دی کہ مثال سے پہلے تم میرے کلام سے ثبوت پیش کرو۔ مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ تجھ کو جو نیکی ملے وہ اللہ کی طرف سے ہے وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ (پ۵، سورۂ نساء: آیت ۷۹) اور جو تجھ سے برائی صادر ہو وہ تیرے نفس کی شرارت اور بدمعاشی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ دنیا میں تم کو جو بھلائی ملے اولاد ملے، روزی ملے، علم ملے، تقریر کرنی آجائے کوئی بھی نعمت ملے فَمِنَ اللّٰهِ وہ اللہ کی عطا ہے۔ اگر ہم کو اپنے عمل کی طرف نسبت کرنے کی ہدایت ہوتی تو اللہ فرماتے کہ تم اپنی عبادات کی طرف نسبت کرو کہ تم نے یہ کیا تو میں نے یہ دیا۔ لیکن یہاں میں نے تم نے کچھ نہیں ہے فَمِنَ اللّٰهِ سب اللہ کی عطا ہے اور جب کوئی تم کو برائی پہنچے، نقصان پہنچے تو وہ تمہارے نفس کی شرارت کی سزا ہے۔

حُسنِ اتفاق وسُوءِ اتفاق کفار وملاحدہ کی ایجاد

نیکیوں کو حُسنِ اتفاق مت کہو اور برائیوں کو سُوءِ اتفاق مت کہو۔ یہ الفاظ نیچریوں نے کافروں نے، ملحدوں نے جاری کیے ہیں۔ کہ اگر کوئی نعمت ملی تو کہہ دیا کہ صاحب آج حُسنِ اتفاق سے مجھے نوکری مل گئی۔ اللہ کا نام بھی نہیں لیا کہ اللہ کے کرم سے مجھے یہ نوکری ملی۔ نیکیوں کو حُسنِ اتفاق نے لوٹ لیا اور برائیوں کو سوءِ اتفاق نے لوٹ لیا کہ سوءِ اتفاق سے آج گر گئے، چوٹ لگ گئی، ایکسیڈنٹ ہوگیا۔ یہ نہیں کہا کہ یہ میری

شامتِ اعمال اور نالائقی کی سزا تھی۔

جنت بھی رحمت سے ملے گی

تو اللہ تعالیٰ نے فرما دیا کہ نیکیوں کو میری عطا سمجھو اور

میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جنت بھی ہمارے عمل کے بدلہ میں نہیں ملے گی اللہ کی رحمت سے ملے گی مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ عمل نہ کرو۔ جس طرح شادی کے بغیر اللہ اولاد نہیں دیتا، لیکن شادی سے جو اولاد ملے تو یہ مت کہو کہ یہ میری اور میری بیوی کی کرامت ہے۔ یہی کہو کہ اللہ کی رحمت نے اولاد دی ہے۔ کتنے بیوی اور شوہر ہیں جو اولاد سے محروم ہیں۔

جزا بھی دراصل عطا ہے

میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری فرماتے تھے کہ جنت بھی جو اللہ تعالیٰ دیں گے وہ ہمارے عمل کا بدلہ نہ ہوگا وہ بھی اللہ تعالیٰ کی عطا ہوگی اور دلیل بھی میرے شیخ نے قرآن پاک سے کیسی پیش کی کہ آپ کو مزہ آجائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں تم کو جنت دوں گا تو جَزَآءً مِّنۡ رَّبِّکَ یہ میری طرف سے بدلہ ہوگا لیکن یہ بدلہ تمہارے عمل کا نہیں ہوگا عَطَآءً یہ بھی میری عطا ہوگی۔ جَزَآءً مِّنۡ رَّبِّکَ عَطَآءً حِسَابًا۔ جَزَآءً مِّنۡ رَّبِّکَ کے بعد عَطَآءً نازل کر دیا کہ یہ جزا بھی دراصل میری عطا ہے، بخشش ہے۔

جنت کو جزائے عمل فرمانا بھی رحمت ہے اور اس کی عجیب مثال

میرے شیخ فرماتے تھے کہ آخرت میں نیک عمل کا بدلہ جو ملے گا، جنت ملے گی یہ بھی

حقیقت میں ان کی عطا ہے لیکن جزا کیوں فرمایا؟ یہ مالک تعالیٰ شانہٗ کی غایت کرم اور زبردست مہربانی ہے۔ جیسے کسی بچے کے ہاتھ کو باپ اپنے ہاتھ میں پکڑ کر کوئی خط لکھوائے اور بیٹے سے کہے کہ واہ بیٹے! تم نے بڑا اچھا خط لکھا حالانکہ وہ تو بابا نے خود لکھوایا ہے لیکن بچے کی طرف نسبت کر رہا ہے، شاباشی دے رہا ہے کہ شاباش بیٹا تم نے بڑا اچھا خط لکھ دیا۔ ایسے ہی اللہ تعالیٰ کی توفیق سے یہ نماز روزہ ہو رہا ہے لیکن ہمارا دل خوش کرنے کے لیے فرمایا کہ جنت تمہارے اعمال کی جزا ہے تمہارے رب کی طرف سے جَزَآءً مِّنْ رَّبِّکَ لیکن اے میرے پیارے بندو جَزَآءً کہہ رہا ہوں تمہاری شاباشی کے لیے مگر حقیقت میں ہے عَطَآءً یہ عطا ہے میرا جزا کہنا بھی عطا ہے، تمہارے عمل کے بدلہ میں میرا یہ لفظ جزا بھی عطا ہے تمہارا دل خوش کرنے کے لیے جَزَآءً مِّنْ رَّبِّکَ عَطَآءً حِسَابًا میرے شیخ کے علوم کو ذرا دیکھئے جن کے لیے حضرت حکیم الامت مجدد الملت تھانوی نے فرمایا تھا کہ آپ حامل علومِ نبوت بھی ہیں اور حامل علومِ ولایت بھی ہیں۔ حضرت پر علوم الہام ہوتے تھے۔ کیا علمِ عظیم ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ جو کچھ ہم کو جزا دیں گے وہ سب اللہ کی عطا ہے۔

عطا کو جزا سے تعبیر کرنے کی دوسری عجیب مثال

اس کے بعد حضرت جو دوسری مثال دیتے تھے وہ بھی پیش کرتا ہوں اور میرے قلب میں جو مثال آئی ہے وہ بھی پیش کروں گا۔ اپنے شیخ کی مثال کو اولیت دیتا ہوں۔ فرمایا کہ اگر بادشاہ شاہی محل بنوا رہا ہے اور گاؤں گاؤں اعلان کر دے کہ اس کی تعمیر میں رعایا بھی چندہ

دے سکتی ہے تو ایک دیہاتی اپنی جھونپڑی میں سے ایک سڑا ہوا بانس جس کو دیمک کھا گئی ہو نکال کر بادشاہ کے ہاتھ میں رکھ دے کہ یہ بانس بھی اپنے شاہی محل میں لگا دیجئے اور بادشاہ مسکراتے ہوئے اس کو رکھ لے اور کہہ دے شاباش! تو فرمایا کہ جیسے بادشاہوں کی تعمیر میں دیہاتیوں کا سڑا ہوا بانس کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ بادشاہ کی شاباشی اور جزا در اصل اس کی عطا ہے۔ اسی طرح حق تعالیٰ شانہ کی عظمت غیر محدود کا حق ہماری عبادات سے ادا نہیں ہو سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی عظمت غیر محدود ہے اور ہماری عبادات محدود ہے لہٰذا محدود سے غیر محدود کا حق کیسے ادا ہو سکتا ہے؟ اس لیے اللہ والے نیکیاں کر کے ڈرتے رہتے ہیں کہ معاف کر دیجئے ہم سے حق ادا نہیں ہوا

نماز کے بعد سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے استغفار کی حکمت

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سید الانبیاء ہونے کے باوجود نماز کے بعد سلام پھیرتے ہی تین بار استغفر اللہ، استغفر اللہ، استغفر اللہ پڑھتے تھے۔ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ استغفار کس وجہ سے تھا کیونکہ آپ تو معصوم تھے، گناہ تو آپ سے ہو ہی نہیں سکتا تھا اور پھر نماز جیسی عظیم الشان عبادت کے بعد استغفار کے کیا معنی ہیں؟ تو حضرت گنگوہی نے خود جواب دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس لیے استغفار کرتے تھے کہ اے اللہ آپ کی عظمت غیر محدود ہے لہٰذا آپ کے شانِ عظمت کے لائق میری نماز نہیں ہے، میری محدود بندگی آپ کی غیر محدود عظمت کے شایانِ شان نہیں ہو سکتی لہٰذا سید الانبیاء کا استغفار کسی خطا پر نہیں ہے کیوں کہ صدورِ معصیت نبی پر محال ہے بلکہ اے اللہ اس بات پر استغفار کرتا ہوں کہ آپ

کی عظمت کا حق نماز میں مجھ سے ادا نہیں ہوا۔

اب میری مثال سُن لیجئے جو مجھے اللہ تعالیٰ نے میرے ہی بزرگوں کے صدقہ میں عطا فرمائی ورنہ میں کہاں سے لاؤں گا۔ ان اللہ والوں کی جوتیاں جو اختر نے اُٹھائیں ان ہی کے صدقہ میں آپ لوگ آرہے ہیں۔ سُن لو اس بات کو۔ میری قابلیت سے آپ لوگ نہیں آرہے ہیں۔ میرے اوپر اللہ والوں کی نظر پڑی ہے۔ اگر شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کی نظر سے دلی میں ایک کُتا تمام کتوں کا شیخ بن سکتا ہے تو اختر پر سالہا سال شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی نظر پڑی ہے، شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نظر پڑی ہے اور اب حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم کی نظر پڑ رہی ہے اور ان بزرگوں نے مجھے بہت غور سے دیکھا ہے اور اب بھی حضرتِ والا ہردوئی جب تقریر فرماتے ہیں تو میری طرف بار بار غور سے دیکھتے ہیں میں ان کی نظرِ عنایت کو اپنا استحقاق اور حق نہیں سمجھتا یہی سمجھتا ہوں کہ بدون استحقاق اللہ تعالیٰ کی مجھ پر مہربانی ہے جو بزرگوں کو مجھ پر مہربان فرما دیا۔

عبادت سے حقِ عظمتِ الٰہیہ ادا نہ ہونے کی انوکھی تمثیل

اب میری مثال سنئے

ایک ہاتھی نے اعلان کیا کہ آج میرے بدن میں بہت درد ہے۔ کوئی دبانے والا ہے؟ تو ایک مچھر دوڑا اور اس نے تین گھنٹہ تک ہاتھی کو خوب دبایا۔ پہلے اس نے اگلے دونوں پیر دبائے، پھر پچھلے دونوں پیر دبائے، پھر سونڈ کو دبایا، پھر پیٹھ دبائی پھر کھوپڑی دبائی۔ پھر واپس چلا گیا اور جا کر دس ہزار مچھروں کے درمیان اس نے کہا کہ میں اعلان کرتا ہوں کہ آج میں بہت وی آئی پی شخصیت ہوں کیونکہ ایک

بہت بڑی شخصیت کی خدمت کر کے آیا ہوں۔ سب پر فخر کر رہا ہے۔ سب مچھر دوڑے اور ہاتھی سے پوچھا کہ صاحب ایک مچھر فخر کر رہا ہے کہ میں نے ہاتھی کو تین گھنٹے تک خوب زور سے چپل چپل کر دبایا اور ہاتھی بڑا خوش ہو گیا۔ تو ہاتھی نے کہا کہ مجھے تو پتہ بھی نہیں کہ ظالم کب آیا اور کب گیا۔ آپ بتایئے کہ مچھر کے دبانے سے ہاتھی کو آرام ملے گا؟ تو جب ایک محدود قلیل ایک محدود کثیر کا حق ادا نہیں کر سکتا تو ہم جیسے محدود کیسے اللہ تعالیٰ کی غیر محدود عظمتوں کا حق ادا کر سکتے ہیں۔ بتایئے مچھر بھی محدود ہے اور ہاتھی بھی محدود ہے مگر جب محدود صغیر (چھوٹا محدود) محدود کبیر (بڑے محدود) کا حق ادا نہیں کر سکتا تو محدود سے غیر محدود کا حق کیسے ادا ہوگا؟

عبادت پر ناز نہ کیجیے

لہٰذا اپنی عبادت کے بعد کبھی اس پر فخر نہ کیجیے۔ مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ نیکی کر دریا میں ڈال۔ بس اللہ کی رحمت پر آس لگائے رہیے، اپنی نیکیوں پر فخر و ناز نہ کیجیے کوئی پوچھے کہ کتنے حج کیے؟ مت بتایئے کہ میرا اور میرے اللہ کا معاملہ ہے کوئی پوچھے کہ کتنا تہجد پڑھتے ہو؟ مت بتایئے کہ میرا اور میرے اللہ کا معاملہ ہے۔ اپنی نیکیوں کو ظاہر مت کیجیے اور جو پوچھنے والے ہیں ان سے کہیے کہ معافی چاہتا ہوں جناب یہ مناسب نہیں ہے۔ بزرگوں نے منع کیا ہے کہ کسی کی ذاتی عبادات کو مت پوچھو۔

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے اس موقف اور مسئلہ سلوک کو کہ بعض نادان صوفی اللہ پاک کے انعامات کو اپنے مجاہدات کی طرف نسبت کرتے ہیں میں قرآن پاک سے مدلل کر کے پیش کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے بہت خوشی ہوتی ہے

کہ میں اپنے بزرگوں کی باتوں کو قرآن پاک کی دلیل سے یا حدیث پاک کی دلیل سے ثابت کردوں۔ حضرت حکیم الامت نے اس مسئلۂ سلوک کے متعلق وہاں کوئی دلیل نہیں لکھی یہی لکھا جو میں نے پیش کیا۔ اب دلیل پیش کرتا ہوں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مَنۡ یَّرۡتَدَّ مِنۡکُمۡ عَنۡ دِیۡنِہٖ جو اسلام سے مرتد ہو جائے گا تو ہمیں ایسے خبیثوں کی ضرورت نہیں ہے' ہمارے اسلام سے جتنے لوگ چاہو بھاگ جاؤ اللہ کو تمہاری کوئی ضرورت نہیں ہے' تم محتاج ہو اللہ کے۔ لہٰذا اگر تم مرتد ہوتے ہو تو فَسَوۡفَ یَاۡتِی اللّٰہُ بِقَوۡمٍ تو میں جلد سے جلد ایک قوم پیدا کردوں گا۔ ف داخل کردیا فَسَوۡفَ جس کے معنیٰ ہیں کہ بلا تاخیر میں ایک ایسی قوم پیدا کروں گا یُّحِبُّہُمۡ جس سے اللہ تعالیٰ محبت فرمائیں گے وَ یُحِبُّوۡنَہٗۤ اور وہ لوگ بھی اللہ تعالیٰ سے محبت کریں گے۔

دیکھا آپ نے۔ یہ دین اللہ کا ہے۔ یہ دین لوگوں کا محتاج نہیں۔ میرا تجربہ ہے کہ بعض لوگ نادانی سے میرے پاس سے بھاگ گئے اور ایذا رسانی بھی شروع کردی میں نے دوستوں سے کہا کہ گھبراؤ مت۔ اللہ تعالیٰ ان سے بہتر، وفادار اور اللہ والے عطا کرے گا۔ چنانچہ ان کے بعد بڑے بڑے علماء داخلِ سلسلہ ہوگئے۔ اس لیے دین کے خادموں کو کوئی پرواہ نہیں کرنی چاہیے ؎

جاتے جسے مجذوب نہ زاہد نظر آتے
جاتے تھے جسے رند وہ پھر کیوں اِدھر آتے
فرزانہ جسے بنا ہو جائے وہ کہیں اور
دیوانہ جسے بنا ہو بس وہ اِدھر آئے

سو بار بگڑنا جسے منظور ہو اپنا
وہ آئے ادھر اور بچشم و بسر آئے

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں ایسی قوم پیدا کروں گا کہ میں ان سے محبت کروں گا اور وہ مجھ سے محبت کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کو پہلے کیوں بیان کیا اور اپنے بندوں کی محبت کو بعد میں کیوں بیان کیا؟ اس کا ایک جواب اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں عطا فرمایا اور دوسرا جواب علامہ آلوسی کا ہے جو بعد میں نقل کروں گا۔

یُحِبُّوْنَہٗ پر یُحِبُّھُمْ کی تقدیم کی ایک حکمت

اختر کا جواب

یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کے سبب سے بندوں نے اللہ تعالیٰ سے محبت کی لہٰذا سبب کو پہلے بیان کرنا چاہیے اور مسبب کو بعد میں بیان کرنا چاہیے۔ کوئی کہے کہ میرا بدن خوب ٹھنڈا ہوگیا، بڑی گرمی لگ رہی تھی کس وجہ سے ٹھنڈے ہوتے؟ سیون اپ کی بوتل پی یا لسی پی۔ لہٰذا لسی کو پہلے بیان کیا جاتا ہے کہ ہم نے دو تین گلاس لسی پی جس سے جسم میں ٹھنڈک آگئی۔ تو ٹھنڈک مسبب ہے سبب لسی ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ نے سبب کو اپنی عطا کو پہلے بیان کیا کہ میں پہلے ان سے محبت کروں گا جس کی وجہ سے وہ مجھ سے محبت کریں گے۔

محبت دونوں عالم میں یہی جاکر پکار آئی
جسے خود یار نے چاہا اسی کو یادِ یار آئی

حضرت ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ تابعی ہیں، خادم سے کہا کہ تسبیح لاؤ۔

پھر تسبیح پڑھنے لگے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو یاد فرمارہے ہیں۔ خادم نے پوچھا کہ حضور آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ یاد فرمارہے ہیں، فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں ارشاد فرمایا ہے فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ تم ہم کو یاد کرو ہم تم کو یاد کریں گے۔ لہٰذا میں تو ان کو یاد کر رہا ہوں تو وہ کیوں نہ مجھے یاد کریں گے۔ قرآن پاک غلط نہیں ہوسکتا اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے فَاذْكُرُونِي تم ہم کو یاد کرو اپنی اطاعت سے ہم تم کو یاد کریں گے اپنی عنایت سے یعنی فَاذْكُرُونِي بِالْإِطَاعَةِ أَذْكُرْكُمْ بِالْعِنَايَةِ تو جب میں اللہ کو یاد کر رہا ہوں تو یقیناً اللہ تعالیٰ مجھ کو یاد فرمارہے ہیں۔

تقدیم یُحِبُّهُمْ کی دوسری حکمت از تفسیر روح المعانی

اب علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کا جواب سنئے۔ اختر کا جو جواب آپ نے سُنا یہ بھی ان ہی بزرگوں کا صدقہ ہے۔ علامہ آلوسی فرماتے ہیں ان اللہ تعالیٰ قدم محبتہ علی محبۃ عبادہ اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کو بندوں کی محبت پر مقدم کیا، یُحِبُّهُمْ فرما کر اپنی محبت کو پہلے بیان کیا اور یُحِبُّونَهٗ میں بندوں کی محبت کو بعد میں بیان کیا۔ اس کی وجہ فرماتے ہیں کہ تا کہ صحابہ کو معلوم ہوجائے اور قیامت تک اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والے بندے سمجھ جائیں، یقین کرلیں، ایمان لائیں کہ أَنَّهُمْ يُحِبُّونَ رَبَّهُمْ یہ لوگ اپنے رب سے محبت کرتے ہیں اور کیوں کرتے ہیں بِفَيْضَانِ مَحَبَّةِ رَبِّهِمْ اپنے رب کی محبت کے فیضان سے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ ان سے محبت کرتے ہیں

اس لیے یہ اللہ تعالیٰ سے محبت کر رہے ہیں۔ جو اللہ سے محبت کرتا ہے وہ دراصل اللہ کی محبت کا فیضان ہے اور جو اس پر ایمان نہ لائے وہ شیطان ہے۔ جب اللہ کی محبت کی اور عبادت کی توفیق ہو جائے تو سمجھ لو کہ مالک کی محبت کا فیضان ہے۔

وہی چاہتے ہیں میں کیا چاہتا ہوں

مولانا رومی فرماتے ہیں۔

چوں زنم دم کآتش دل تیز شد

اے دنیا والو! میں اللہ تعالیٰ کی محبت پر کیونکر صبر کر سکتا ہوں جبکہ میرے دل کے اندر اپنی محبت کی آگ کو تیز کر دیا ہے۔

چوں زنم دم کآتش دل تیز شد
شیر ہجراں شفتہ و خوں ریز شد

میرے اللہ کی جدائی کے غم کا جو دودھ تھا وہ اب خون بہا رہا ہے۔ روتے روتے آنسو خشک ہو گئے، اب تو آنکھوں سے خون بہ رہا ہے۔

اہلِ محبت کی تین علامات

اب اللہ تعالیٰ اپنے عاشقوں کی علامات بیان فرما رہے ہیں کہ تین علامتیں جس میں دیکھ لینا تو سمجھ لینا کہ یہ میرے عاشقوں میں سے ہے۔

پہلی علامت: مومنین کے ساتھ تواضع و فنائیتِ نفس

اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ : اپنے نفس کو مٹا دیتا ہے کیونکہ میں جس کے دل میں آتا ہوں اس کا نفس مغلوب ہو جاتا ہے۔ مسلمانوں سے تواضع کے

ساتھ ملتا ہے ہر مسلمان کو اپنے سے بہتر سمجھتا ہے، اپنے کو ہر مسلمان سے کمتر سمجھتا ہے، دل سے مسلمانوں کا اکرام کرتا ہے۔

فنائیتِ نفس پر آیتِ قرآنی سے عجیب استدلال

إِنَّ الْمُلُوْكَ

إِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً

اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتے ہیں کہ جب سلاطین کسی بستی کو فتح کرتے ہیں تو اس کو زبردست نقصان پہنچانے میں اور اس کے معزز لوگوں کو جو بادشاہ سے بغاوت کرنے کی طاقت رکھتے ہیں گرفتار کر لیتے ہیں، ذلیل کر دیتے ہیں تاکہ سلطنت کرنے میں وہ مزاحمت نہ کریں۔ حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب نے فرمایا جو حکیم الامت مجدد الملت حضرت تھانوی کے بڑے خلفاء میں سے تھے کہ اس آیت سے پتہ چلتا ہے کہ جس کے دل میں اللہ آتا ہے تو اس دل کے کبر اور بڑائی اور عُجب کے چودھریوں کو گرفتار کر لیتا ہے، اس کے دل میں تکبر نہیں رہ سکتا۔ جس شاخ میں پھل آتا ہے وہ جھک جاتی ہے۔ جو ہر مسلمان سے تواضع سے ملتا ہے، اپنے کو مٹا کر ملتا ہے، ہر مسلمان کے اکرام میں اپنے کندھوں کو جھکا دیتا ہے، اکڑفوں اس میں نہیں رہتی، یہ دلیل ہے کہ اس کو اللہ کی محبت کا پھل مل گیا۔

تو اللہ کے عاشقوں کی پہلی علامت یہ ہے کہ ایمان والوں کے ساتھ اپنے نفس کو مٹا دیتے ہیں، مسلمانوں سے مٹ کر ملتے ہیں، دل میں ہر مسلمان سے خود کو کمتر سمجھتے ہیں کہ میں کچھ نہیں ہوں، مومنین کا اکرام میرے لیے باعثِ عزت ہے۔

اکرامِ مومن کی ایک سُنت

لہٰذا جب کوئی مسلمان آئے تو اپنی جگہ سے تھوڑا سا ہٹ بھی جائے مسجد نبوی میں بہت جگہ تھی۔ ایک صحابی آئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جگہ سے تھوڑا سا سرک گئے اور فرمایا آیئے آیئے بیٹھئے۔ صحابی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پوری مسجد نبوی خالی ہے پھر آپ اپنی جگہ سے کیوں ہٹے۔ فرمایا کہ مومن کا حق ہے کہ جب وہ ملنے آئے تو اس کے اکرام میں تھوڑا سا اپنی جگہ سے کھسک جائے کہ آؤ بھائی آؤ۔ یہ سُنت ہے تھوڑا سا حرکت کرنے فرعون کی طرح اپنی جگہ تنا ہوا نہ بیٹھا رہے۔ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ میرے عشاق مجھ سے محبت کرنیوالوں کے ساتھ نرم ہیں۔

بوقتِ مقابلہ اہلِ محبت کی کفار پر شدت

لیکن ان کی دوسری صفت کیا ہے؟

اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ کافروں پر سخت ہیں میرے دشمنوں کے سامنے نفس کی فنائیت نہیں دکھاتے مثلاً ہندوستان سے جنگ ہو رہی ہو اور پاکستانی فوجی مسلمان بارڈر پر ہندوؤں سے کہے کہ اے ہندو بھائیو! ناچیز حقیر فقیر عبدالقدیر آپ سے لڑنے آیا ہے۔ وہاں ایسا کہنا حرام ہے، وہاں اکڑ کر جاؤ۔ بھائی وائی کچھ مت کہو۔ کہہ دو کہ اے کافرو آج ہم تمہیں کلمہ کی گرمی اور ایمان کی طاقت دکھائیں گے، تم اگر سیر ہو تو ہم سوا سیر ہیں۔

یہ دو خوبیاں اللہ تعالیٰ نے ایک علامت بیان کی ہے معطوف علیہ معطوف سے جملہ معطوفہ بن کر ایک علامت ہوئی اور دوسری علامت کیا ہے؟

اہلِ محبت کی دوسری علامت: مجاہدہ فی سبیل اللہ

یُجَاھِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ : اللہ کے راستہ میں مجاہدہ کرتے ہیں، تکلیف اُٹھاتے ہیں اور یہ مجاہدہ چار قسم کا ہے جیسا کہ تفسیر روح المعانی میں ہے۔

ا۔ رضائے حق کی تلاش میں تکلیف اُٹھانے والے

اَلَّذِیْنَ اخْتَارُوا الْمَشَقَّۃَ فِی ابْتِغَاءِ مَرْضَاتِنَا جو ہم کو خوش کرنے کے لیے اپنی خوشیوں کو قربان کر دیتے ہیں جیسے دل چاہتا ہے کہ اس لیڈی کو، حسین لڑکی کو یا حسین لڑکے کو دیکھ لو، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کیسے پہچانو گے کہ یہ میرا عاشق ہے؟ جو میرا عاشق ہے تو میری خوشی کو مقدم کرے گا اپنی خوشی کا خون کر دے گا پھر اس کے دل کے شرخ اُفق پر میں اپنے قرب کا سورج طلوع کرتا ہوں جس کی مستی کے سامنے دُنیا بھر کی لیلاؤں کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

تو مجاہدہ نمبر ا یہ ہے کہ اہلِ محبت جب اپنی خوشیوں میں اور اللہ کی خوشیوں میں تصادم دیکھتے ہیں تو اللہ کی خوشی پر عمل کرتے ہیں اور اپنی خوشیوں کا خون کر دیتے ہیں اور آسمان کی طرف دیکھتے ہیں کہ اے اللہ دل تو چاہتا ہے کہ اس حسین اور نمکین یا اس حسینہ اور نمکینہ کو دیکھ لیں مگر اے اللہ آپ کی اجازت نہیں ہے آپ نے قرآن پاک میں منع فرمایا ہے لہٰذا میں آپ کو خوش کرتا ہوں اور اپنے نفس دشمن کو ناخوش کرتا ہوں اور زبانِ حال سے یہ شعر پڑھتا ہوا نظر پھیر لیتا ہے ؎

بہت گو ولولے دل کے ہمیں مجبور کرتے ہیں
تری خاطر گلے کا گھونٹنا منظور کرتے ہیں

آرزوئیں خون ہوں یا حسرتیں پامال ہوں
اب تو اس دل کو ترے قابل بنانا ہے مجھے

اہلِ عشق کا اصل مقام

یہ اللہ تعالیٰ کے عاشقوں کی علامت ہے ورنہ جو اپنے نفس کو حرام خوشیوں سے خوش کرتا ہے اور اللہ کو ناراض کرتا ہے اس کا دعویٰ عشق باطل ہے۔ اگر کسی کی عاشقی دیکھنی ہے تو ایئرپورٹ پر دیکھو، مارکیٹوں میں دیکھو، کلفٹن میں دیکھو، لندن میں دیکھو جہاں کر حسین لڑکیاں ٹانگیں کھولے چل رہی ہیں وہاں پتہ چلے گا کہ یہ کیسا آدمی ہے، یہ بندر ہے یا قلندر ہے۔

قلندر کی تعریف

میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا تھا کہ حضرت اولیاء اللہ کے کس طبقہ کا نام قلندر ہے؟ فرمایا کہ قلندر اولیاء اللہ کا وہ طبقہ اور گروہ ہے جن کی نفلی عبادات بظاہر زیادہ نظر نہیں آتیں مگر ان کا دل ایک لمحہ کو خدا سے غافل نہیں ہوتا۔ ہر وقت وہ اپنے دل کو اللہ سے چپکائے رہتے ہیں۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو میرے عاشق ہیں اور میں جن سے محبت کرتا ہوں ان کو کیسے پہچانو گے کیونکہ میری محبت تو چھپی ہے، اللہ کی محبت کو کون دیکھ سکتا ہے لیکن علامت یہ ہے کہ جن سے میں محبت اور پیار کرتا ہوں ان کو غیروں سے دل نہیں لگانے دیتا۔ یہ علامت ہے کہ میں ان بندوں سے پیار کرتا ہوں۔ آپ بتائیے آپ اپنی چیز کسی کو دیتے ہیں؟ تو جو اللہ کا ہوگیا جس کو اللہ نے اپنے لیے منتخب کرلیا اللہ تعالیٰ اپنے ایسے بندوں کو حسینوں کے سپرد نہیں کریں گے۔ اگر

وہ خود بھی چاہے گا تو نہیں جا سکتا، غیر کا نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا پہلی علامت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو توفیق عطا فرماتے ہیں کہ وہ اللہ کی خوشی کو آگے رکھتے ہیں اپنی خوشیوں کا خون کرتے ہیں۔

۲۔ دین کی نصرت میں مشقت اٹھانے والے

اور دوسری علامت ہے اَلَّذِیْنَ اخْتَارُوا الْمَشَقَّةَ فِیْ نُصْرَةِ دِیْنِنَا کہ وہ ہمارے دین کو پھیلانے کی مشقت کو اٹھاتے ہیں چاہے مال سے ہو یا علم سے ہو، علماء کو باہر ملکوں میں اپنا مال خرچ کر کے اشاعتِ دین کے لیے بلاتے ہیں اور عالمِ دین وعظ و نصیحت کرتا ہے اور اللہ کی راہ میں مشقت برداشت کرتا ہے۔ عالمِ دین اور اس کے ساتھ رہنے والے قیامت کے دن اسی قافلہ میں، دین کے پھیلانے والوں میں شامل ہوں گے۔ جو کسی عالمِ دین کے ساتھ سفر کرے وہ بھی ان شاء اللہ تعالیٰ اسی قافلۂ خدمتِ دین کا رکن سمجھا جائے گا۔ جس طرح وزیرِ اعظم یا صدرِ مملکت کے ساتھ بیس آدمی جدہ گئے تو پورا قافلہ عمرہ کرتا ہے۔ اسی طرح جو لوگ اللہ والوں کے ساتھ، عالمِ دین کے ساتھ خدمتِ دین کے قافلہ میں شامل ہوتے ہیں ان شاء اللہ تعالیٰ وہ سب کے سب قیامت کے دن خادمِ دین شمار ہوں گے۔

۳۔ احکامِ الٰہیہ کی تعمیل میں مجاہدہ کرنے والے

اور اللہ کے عاشقوں کی تیسری علامت ہے اَلَّذِیْنَ اخْتَارُوا الْمَشَقَّةَ فِی امْتِثَالِ اَوَامِرِنَا جو لوگ اللہ کے احکام بجا لانے میں پس و پیش نہیں کرتے، اگر مگر نہیں کرتے

مرضی تری ہر وقت جسے پیشِ نظر ہے
پھر اس کی زبان پر نہ اگر ہے نہ مگر ہے

وہ یوں نہیں کہتے کہ اگر داڑھی رکھ لوں گا تو مگر پیدا ہوگا ۔ ارے میاں اگر نے شادی کی مگر سے اس سے جو لڑکا پیدا ہوا اس کا نام ہے کاش کہ ۔ اگر مگر نہ کیجئے ورنہ مرنے کے بعد کہنا پڑے گا کہ کاش کہ داڑھی رکھ کر مرتے ۔ جلدی کیجئے، دیر نہ کیجئے ۔

نہ جانے بلالے پیا کس گھڑی
تو رہ جائے تکتی گھڑی کی گھڑی

اور داڑھی رکھ کر گال کھرچنے کی تکلیف سے نجات حاصل کیجئے، عیش کیجئے نہ بلیڈ کی ضرورت نہ گال کھرچنے کی ورنہ سنگل کوٹ، ڈبل کوٹ اور کھونٹی اکھاڑ کوٹ ایک مصیبت ہے ۔ داڑھی سے آدمی قلندر لگتا ہے اور داڑھی منڈانے سے انسان بندر معلوم ہوتا ہے اور بیوی بھی اس سے دعا نہیں کراتی کہتی ہے کہ یہ تو "ٹٹ فار ٹیٹ" ہے ۔ جیسی میں ہوں ویسے یہ ہے ۔ دونوں کے گال برابر ۔ داڑھی رکھ لیجئے پھر بیوی کہے گی کہ میاں دعا کرنا ۔ دنیا کی تکلیف سے بھی نجات، اللہ تعالیٰ بھی خوش ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی خوش ہوں اور اللہ والوں کی جماعت میں آپ داخل ہو جائیں گے ۔

۳ ۔ اللہ کی نافرمانی سے بچنے کا غم اُٹھانے والے

اور اللہ کے عاشقوں کی تیسری علامت کیا ہے؟ اَلَّذِیْنَ اخْتَارُوا الْمَشَقَّةَ فِی الْاِنْتِهَاءِ عَنْ مَنَاهِیْنَا اللہ تعالیٰ نے جن باتوں سے منع کیا ہے ان سے رُک جاتے ہیں اللہ کی نافرمانی

سے بچنے میں نفس پر پوری طاقت سے بریک لگاتے ہیں، گناہوں سے پوری طاقت سے بھاگتے ہیں۔

یہ آخری علامت ذرا کڑوی ہے۔ مجاہدہ کی یہ چوتھی تفسیر ہے کہ میرے عاشق میری منع کی ہوئی باتوں سے رُک جاتے ہیں۔ اے صوفیاء کرام! سوچئے کہ ان چار تفسیروں میں ہم کس مقام پر ہیں۔ سوچ کر ہم خود فیصلہ کرلیں کہ اللہ کے عاشقوں کی علامات ظاہر کرنے والی ان چار تفسیروں میں سے ہم کس تفسیر میں پہنچ چکے ہیں اور آگے ایک سبق

تیسری علامت: مخلوق کی ملامت سے بے پروائی

اور مل رہا ہے کہ میرے عاشقوں کی ایک علامت اور بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ ان کو کسی کی ملامت کی پروا نہیں رہتی کہ کون کیا کہے گا، وہ اگر مگر کیا جانیں وہ تو کہتے ہیں کہ ہمارا مالک جس بات سے خوش ہو ہم وہی جانتے ہیں نہ اگر جانتے ہیں نہ مگر جانتے ہیں۔

ہمارا کام ان کی یاد اور ان کی اطاعت ہے
نہ بدنامی کا خطرہ اور نہ پروائے ملامت ہے
خوشی پر ان کی مرنا اور جینا ہی محبت ہے
نہ کچھ پروائے بدنامی نہ کچھ پروائے عالم ہے
یہ روحِ بندگی بس ان کی مرضی پر فدا ہونا
یہی مقصودِ ہستی ہے یہی منشائے عالم ہے
ہماری خاک اس لمحہ میں ہے رشکِ فلکِ اختر
وہی لمحہ جو میرا ذاکرِ مولائے عالم ہے

جسے دیکھو اسی کے سر میں ہے سودا کسی شے کا
مگر سودائے جاناں اکبرؔ سودائے عالم ہے

جس کو دیکھو اس کا کوئی نہ کوئی معشوق ہے، ہر ایک کسی نہ کسی چیز کا عاشق ہے لیکن تمام عالم کی اشیاء سے قیمتی چیز اللہ کی محبت کا درد ہے۔

لَا یَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ کی عجیب عاشقانہ تفسیر

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: لَا یَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ میرے عاشق کسی کی ملامت سے نہیں ڈرتے لَوْمَةٌ جمع نہیں ہے واحد ہے لیکن اسم جنس ہے۔ تفسیر روح المعانی میں لکھا ہے کہ اسم جنس قلیل اور کثیر سب پر استعمال کیا جاتا ہے جیسے پانی دس کروڑ ٹن ہو تو وہ بھی پانی اور ایک گلاس پانی ہو تو وہ بھی پانی۔ پانی اسم جنس ہے جس میں قلیل اور کثیر سب شامل ہے اسی طرح اسم جنس لَوْمَةٌ نازل فرما کر اللہ تعالیٰ نے بتادیا کہ سارے عالم کی ملامتوں سے میرے عاشق نہیں ڈرتے۔ یہ نہ سمجھ لینا کہ لَوْمَةٌ واحد ہے ورنہ یہ معنی ہوتے کہ تھوڑی بہت ملامت کو تو برداشت کر لیتے ہیں لیکن بڑی ملامت سے گھبرا کر داڑھی منڈا دیتے ہیں یا کوئی بھی گناہ کر بیٹھتے ہیں۔ لہٰذا اسم جنس نازل فرمایا جس کے معنی یہ ہیں کہ میرے عاشق دُنیا بھر کے ملامت کرنے والوں کی ملامتوں کی ذرہ برابر پروا نہیں کرتے۔

علامہ آلوسی کا کمال دیکھئے۔ فرماتے ہیں کہ لَوْمَةٌ معنی میں لَوْمَاتٌ کے ہے یعنی سارے عالم کی ملامتوں سے نہیں ڈرتے پھر علامہ آلوسی خود اشکال قائم کرتے ہیں کہ لَوْمَةٌ جب معنی میں جمع کے ہے تو پھر واحد کیوں نازل کیا؟

اللہ تعالیٰ یہی نازل فرما دیتے کہ لَا یَخَافُوْنَ مِنْ لَوْمَاتِ لَائِمِیْنَ اس اشکال کا جواب خود دیتے ہیں کہ پھر کلام میں بلاغت نہ رہتی۔ یہ اللہ کا کلام ہے شاہی کلام ہے لَوْمَۃٌ میں بلاغت یہ ہے کہ میرے عاشقوں کا یہ مقام ہے کہ سارے عالم کی ملامتوں کو مثل لَوْمَۃٌ وَّاحِدَۃٌ کے سمجھتے ہیں ایک ملامت کے برابر سمجھتے ہیں جیسے کہا جائے کہ سارے عالم کے طوفانوں کو ہمارے عاشق ایک گھونٹ پانی سمجھتے ہیں۔

دعویٰ مُرغابی کردہ است جاں

مولانا رومی فرماتے ہیں کہ اے دُنیا والو! جلال الدین رومی کی جان نے مُرغابی ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔

کے ز طوفاں بلا دارد فغاں

اور مرغابی طوفان بلا سے نہیں ڈرتی۔

استقامت اہلِ محبت کی خاص شان ہے

ممبئی کے سمندر پہ اختر کھڑا تھا۔ میر صاحب بھی تھے۔ ایک طوفان آیا۔ وہیں ایک مرغابی بیٹھی تھی ایک اعشاریہ آگے پیچھے نہیں ہوتی بیس پچیس فٹ اُوپر چلی گئی۔ اب میں غور سے دیکھ رہا ہوں کہ جب نیچے آئے گی تو یہ آگے پیچھے ہوتی ہے یا اسی نوّے درجے کے زاویہ قائمہ پر آتی ہے۔ جب طوفان نیچے آیا تو بالکل نوّے ڈگری پر نیچے آتی ہے ایک اعشاریہ کا فرق نہیں تھا۔ مومن کی بھی یہی شان ہونی چاہئے کہ کچھ بھی حالات ہوں، ملامتوں کا طوفان ہو لیکن وہ اللہ کی راہ پر مستقیم رہے۔

کہاں تک ضبطِ غم ہو دوستو راہِ محبت میں
سُنا نے دو تم اپنی بزم میں میرا بیاں مجھ کو

اختر ایک ادنیٰ گدا ہے۔ حافظ شیرازی فرماتے ہیں ؎

گدائے میکدہ ام لیک وقتِ مستی بیں

حافظ شیرازی فرماتے ہیں کہ میں اپنے پیر سلطان نجم الدین کبریٰ کا ایک ادنیٰ غلام ہوں، ان کی خانقاہ کا ایک ادنیٰ بھیک منگا ہوں لیکن جب اللہ کی یاد میں اور اللہ کی محبت میں مست ہوتا ہوں تو ؎

ناز بر فلک و حکم بر ستارہ کنم

آسمانوں پر ناز کرتا ہوں اور ستاروں پر حکومت کرتا ہوں۔

تیرے عاشق کو لوگوں نے سمجھا ہے کم

اللہ والوں کو لوگوں نے کہاں پہچانا؟

لب ہیں خنداں جگر میں ترا دردِ غم
تیرے عاشق کو لوگوں نے سمجھا ہے کم

ہونٹوں سے ہنس رہے ہیں لیکن دل میں اے خدا تیرا دردِ غم رکھتے ہیں تیرے عاشقوں کو لوگ نہ پہچان سکے۔ ان کو معمولی سمجھا اور ان کی قدر نہ کی اور اس سبب سے ان کے فیوض و برکات سے محروم رہ گئے۔

اللہ کے عاشقوں کی تیسری علامت یہ ہے کہ مخلوق کی ملامت کا خوف دل سے نکل جائے۔ کوئی کچھ کہے آپ وہی کام کیجئے جس سے اللہ خوش ہو۔ ساری دُنیا آپ پر ہنسے لیکن آپ کو کسی کی پروا نہ ہو آپ کا ان شاء اللہ درجہ

ہی بلند ہوگا

داغِ دل چمکے گا بن کر آفتاب

لوگوں کے ہنسنے پر آپ جتنا غم اٹھائیں گے، چاہے آپ کا خوب مذاق اُڑایا جائے اور دل زخمی ہو جائے یہ سب اللہ کے راستہ میں لکھا جائے گا۔ آپ قیامت کے دن کہہ سکیں گے کہ اے اللہ جب داڑھی رکھی تو میری بیوی نے مذاق اُڑایا، میرے خاندان والوں نے مذاق اڑایا، دفتر والوں نے مذاق اُڑایا، جہاں گئے ہنسے گئے لیکن ہم نے ہنسنے کا زخم اٹھایا اور آپ کی محبت کے حق کو دل سے لگایا۔ ان شاء اللہ قیامت کے دن دیکھنا۔

داغِ دل چمکے گا بن کر آفتاب
لاکھ اس پر خاک ڈالی جائے گی

کمالات کی مجاہدات سے عدم نسبت پر قرآن پاک سے استدلال

جو موقف آج بیان کرنا تھا وہ اب آرہا ہے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر بیان القرآن کے حاشیہ میں جو فرمایا کہ اللہ جو بھی نعمت دے دے اس کی نسبت اپنے مجاہدہ اور اپنی عبادت کی طرف مت کرو کہ میں نے یہ کیا تو اللہ نے یہ دیا۔ یہ بالکل ناشکری ہے۔ جب کوئی نعمت پاؤ تو یہی کہو کہ اللہ میاں اس رحمت کو آپ کی رحمت سے پایا ہے، اس فضل کو آپ کے فضل سے پایا ہے، اس مہربانی کو آپ کی مہربانی سے پایا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے انعامات کو اپنی مجاہدہ و عبادت کا ثمرہ سمجھتا ہے وہ صوفی سخت نادان و غیر عارف ہے۔ حضرت حکیم الامت

تھانوی کی عبارت یہ ہے کہ اِنَّ بَعْضَ الْمُغْتَرِیْنَ مِنَ الصُّوْفِیَاءِ وَالسَّالِکِیْنَ یُنْسِبُوْنَ کَمَالَاتِہِمْ اِلٰی مُجَاھَدَاتِہِمْ وَھٰذَا عَیْنُ الْکُفْرِ اِنْ بعض نادان صوفی جو اہل اللہ کا صحبت یافتہ نہیں وہ اللہ کی عنایات اور مہربانیوں کو اپنے مجاہدات کی طرف منسوب کرتا ہے کہ میں نے بڑی عبادات، بڑے حج عمرے کیے، بزرگوں کی بڑی خدمت کی بڑے پاپڑ بیلے تب پاپڑ کھانے کو ملے لیکن سمجھ لو کہ پاپڑ بیلنے کی جو توفیق ہوئی ہے یہ بھی اللہ کا کرم ہے اور پاپڑ کھانے کو عطا ہوا ہے یہ بھی اللہ کی عطا ہے۔

لہٰذا اللہ تعالیٰ یہ تینوں علامتیں بیان فرما رہے ہیں کہ جس نے اپنے نفس کو مٹا دیا، جس نے چاروں قسم کے مجاہدات کیے اور میری راہ میں تکلیف اٹھائی اور جس نے اپنے قلب میں سارے عالم کی ملامت سے بے خوفی محسوس کی یہ اس کا کمال نہیں ہے۔ بلکہ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یہ اللہ کی مہربانی ہے۔ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ جس کو چاہتا ہے دے دیتا ہے۔ لہٰذا اس آیت سے پتہ چلا کہ ہمیں اللہ کی جتنی بھی نعمتیں ملیں، جو کمالات عطا ہوتے، یہی کہتے کہ مالک یہ آپ کا فضل، آپ کی مہربانی ہے میرا کوئی کمال نہیں۔ آپ کی عطا ہے، آپ کا کرم ہے، آپ کا فضل ہے اور فضل محتاجِ قانون نہیں ہوتا جیسے کہ بخاری شریف کی حدیث میں ہے کہ وہ شخص جس نے سو قتل کیے تھے اور جو توبہ کے ارادے سے چلا لیکن راستہ میں اس کا انتقال ہو گیا اور وارثین سے معافی بھی نہیں مانگ سکا۔ روح نکالنے میں رحمت کے فرشتوں میں اور عذاب کے فرشتوں میں اختلاف ہوا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ زمین کی پیمائش کر لو۔ اگر گناہ کی زمین قریب ہے تو عذاب کے فرشتے اس کی روح لے جائیں اور

توبہ کی زمین اور نیک بندوں کی بستی قریب ہے تو رحمت کے فرشتے لے جاتیں۔ جب فرشتوں نے زمین کی پیمائش کی تو اللہ تعالیٰ نے گناہ کی زمین کو دُور کر دیا اور اللہ والوں کی زمین کو قریب کر دیا۔ وہ زمین درحقیقت قریب نہیں تھی اللہ نے حکم دیا تَقَرَّبِیْ اے زمین تو قریب ہو جا۔

فضل قانون سے بالاتر ہے

ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ شرح بخاری میں لکھتے ہیں کہ پیمائش کا حکم دینا یہ اللہ تعالیٰ کا عدل تھا اور زمین کو قریب کر دینا یہ اس کا فضل تھا اور فضل پابندِ قانون نہیں ہوتا جیسے آپ دو مزدور لائے اور دونوں کو سو روپے یومیہ پر رکھا۔ شام کو آپ نے دونوں کو حسبِ وعدہ سو سو روپے دیتے لیکن ایک مزدور سے چپکے سے کہا کہ قانون سے تم سو روپے کے مستحق تھے جو ہم نے تم کو ادا کر دیئے لیکن میں مکہ شریف سے ایک گھڑی لایا تھا وہ مہربانی کے طور پر تم کو دے رہا ہوں۔ مہربانی اور فضل قانون کا پابند نہیں ہوتا۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے فضل سے جنت عطا فرمادیں اگرچہ قانوناً ہم جہنم کے لائق ہوں، سزا کے لائق ہوں لیکن اے خدا اپنے فضل کے صدقہ میں ہم سب کو بلا استحقاق جنتی ہونا مقدر فرمادے اور بے حساب مغفرت فرمادے۔

بس آج میرا مقصود یہی تھا کہ میں حکیم الامت مجدد الملت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر بیان القرآن کے حاشیہ کے مسئلہ سلوک کو قرآن پاک کی دلیل سے ثابت کروں کہ حضرت نے جو کچھ فرمایا کہ اپنے کمالات کو اپنے مجاہدات کا ثمرہ نہ سمجھنا چاہیے اس کی دلیل قرآن پاک سے یہ ہے ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ

یَشَاءُ کہ جو لوگ مجھ سے محبت کرتے ہیں اور مسلمانوں کے سامنے پستی و خاکساری اختیار کرتے ہیں اور کافروں کے اوپر سخت ہیں اور میری راہ میں تکلیفیں اٹھاتے ہیں اور سارے جہان کی ملامتوں سے نہیں ڈرتے یہ ان کا ذاتی کمال نہیں ہے بلکہ میرا کرم میری مہربانی میرا فضل ہے جس کو چاہتا ہوں عطا کرتا ہوں۔ آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ۔

اسمائے حُسنٰی واسع اور علیم کا ربط

یہاں یہ دو اسم واسع اور علیم کیوں نازل فرمائے؟ علامہ آلوسی لکھتے ہیں کہ واسع کے معنی ہیں کثیر الفضل۔ واسع اس لیے نازل کیا کہ کہیں میرے بندے یہ نہ سوچیں کہ جب فضل سب پر تقسیم ہو جائے گا تو ہم کو کہاں سے اللہ میاں اتنا فضل دیں گے۔ اسی لیے یہاں واسع نازل فرمایا کہ میرا فضل تھوڑا سا نہیں ہے، میں کثیر الفضل ہوں۔ میرے پاس فضل کا اتنا خزانہ ہے کہ لَایَخَافُ نَفَادَ مَا عِنْدَہٗ میں اللہ ہوں اور مجھے اپنے فضل کے ختم ہونے کا کوئی اندیشہ نہیں۔ یہ عبارت روح المعانی کی ہے۔ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ کی تفسیر کی اَیْ کَثِیْرُ الْفَضْلِ لَایَخَافُ نَفَادَ مَا عِنْدَہٗ مِنَ الْفَضْلِ اللہ تعالیٰ کے پاس اتنا فضل ہے کہ اللہ کبھی اپنے فضل کے ختم ہونے کا اندیشہ نہیں کرتا، غیر محدود فضل ہے کہ اگر ساری کائنات پر تقسیم کر دے تو بھی کمی نہیں ہوگی۔

اور علیم کے معنی کیا ہیں اَیْ عَلِیْمٌ بِاَھْلِہٖ وَمَحَلِّہٖ اور اللہ خوب جانتا ہے کہ میرے فضل کے کون لوگ اہل ہیں اور کس محل میں مجھ کو اپنا فضل کرنا ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے فضل کا اہل بھی بنا دے اور محل بھی بنا دے۔ جب وہ فضل کرتا

ہے تو خود ہی سب کچھ بتا دیتا ہے ؎

حُسن کا انتظام ہوتا ہے
عشق کا یوں ہی نام ہوتا ہے

آخری آیت وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ کی تشریح کے لیے کہ اللہ کے فضل کا کون اہل اور محل ہے مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک شعر سُن لیجیے سب مطلب سمجھ میں آجائے گا۔ وہ کیا شعر ہے ؎

سُن لے اے دوست جب ایام بھلے آتے ہیں
گھات ملنے کی وہ خود آپ ہی بتلاتے ہیں

بس اب دُعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ اے خدا ہم سب کو صحتِ جسمانی بھی دے دے اور صحتِ روحانی بھی دے دے۔ اے خدا ہم سب کو ہمارے احباب حاضرین و غائبین کو، بچوں کو خواتین کو، ہم اور ہمارے گھر والوں کو آپ سب کو اور آپ کے گھر والوں کو سلامتیٔ اعضا اور سلامتیٔ ایمان کے ساتھ حیات نصیب فرما اور سلامتیٔ اعضا اور سلامتیٔ ایمان کے ساتھ دنیا سے اُٹھا اور یہ دُعا ہم سب کے لیے اور سارے عالم کے مسلمانوں کے لیے قبول فرما اور اختر کو اور ہم سب کو عافیت دارین نصیب فرما اور ہر مومن کو عافیت دارین نصیب فرما۔ اور ہماری جائز حاجتیں اے اللہ جلد سے جلد پوری فرمادے!

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ ؕ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ ؕ

سلسلہ مواعظ حسنہ نمبر ۲۹

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

ناشر

کتب خانہ مظہری

گلشن اقبال ۲ پوسٹ بکس ۱۱۱۸۲
کراچی فون ۳۹۹۲۱۷۶-۳۸۱۸۱۱۲

نام وعظ ــــــــــــــــ بعثتِ نبوت کے مقاصد

واعظ ــــــــــــــــ عارف باللہ حضرت اقدس شاہ مولانا حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

ناشر

کُتب خانہ مظہری

گلشنِ اقبال ۲ پوسٹ بکس ۱۱۱۸۲

کراچی فون ۳۹۹۲۱۷۶-۴۳۸۱۸۱۱۲

فہرست

عنوان	صفحہ

عرضِ مرتب

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

دینی انحطاط کے اس دور کا ایک بہت بڑا المیہ یہ بھی ہے کہ مختلف شعبہ ہائے دین میں خدمات انجام دینے والے بعض حضرات صرف اپنے ہی شعبہ کو عین دین سمجھ کر دوسرے شعبوں کو بہ نظرِ استخفاف دیکھتے ہیں اور گویا کُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَیْھِمْ فَرِحُوْنَ کے مصداق ہیں حالانکہ دین کا ہر شعبہ اپنی جگہ اہم ہے مکاتب قرآن اور مدارس علیہ بھی دین کے شعبے ہیں دعوت و تبلیغ بھی دین کا شعبہ ہے، خانقاہیں بھی دین کا شعبہ ہیں جہاں اصلاح و تزکیۂ نفوس کا کام انجام دیا جاتا ہے جس پر قبولِ اعمال کا مدار ہے۔

مرشدنا و مولانا عارف باللہ حضرت شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم نے ۱۳ ربیع الثانی ۱۴۱۷ھ بمطابق ۳۰ اگست ۱۹۹۶ء بروز جمعہ گیارہ بج کر ۴۵ منٹ پر خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال میں مسجد اشرف کی محراب سے نہایت جامع اور عالمانہ بیان فرمایا اور آیت یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِکَ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَیُزَکِّیْھِمْ سے ثابت فرمایا کہ مکاتب قرآنی و مدارس دینیہ و خانقاہیں بعثت نبوت کے مقاصد میں سے ہیں حضرت والا کا بیان علم و عشق کا مرقع، حقائق دینیہ کا مظہر اور افکار و عقائد باطلہ کا قاطع تھا اور حضرت والا کے سوز و درد و کیفِ عشق میں ڈوبا ہوا جس سے سامعین کے قلوب سرشار اور آنکھیں اشکبار تھیں۔

ہاں کلیجے منہ کو آتے ہیں تری آواز سے
کس قیامت کی تڑپ اُف تیرے افسانے میں ہے

(جامع)

بہت سے اہل علم حضرات نے وعظ کے بعد فرمایا کہ جس آیت شریفہ سے حضرت والا دامت برکاتہم نے مقاصد بعثت نبوت کو ثابت فرمایا ہے ہماری نظر کبھی اس طرف نہیں گئی تھی۔ یہ عظیم الشان دلائل ناقابلِ رد ہیں۔

احقر راقم الحروف نے بیان کو مرتب کیا اور اس کا نام بعثتِ نبوت کے مقاصد (قرآن پاک کی روشنی میں) تجویز کیا گیا۔ حق تعالیٰ شرفِ قبول عطا فرمائیں اور حضرت والا کے فیوض و برکات تاقیامت جاری رکھیں اَطَالَ اللّٰہُ بَقَاءَہٗ وَاَدَامَ اللّٰہُ فُیُوْضَہٗ وَبَرَکَاتَہٗ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ آمین بِحُرْمَۃِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

احقر سید عشرت جمیل ملقب بہ میر عفا اللہ عنہ
خادم
حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم
خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال (۲) کراچی

حقیقت خانقاہ

اہل دل کے دل سے نکلے آہ آہ
بس وہی اختر ہے اصلی خانقاہ

برکات سفر دینی

مانا کہ بہت کیف ہے حُبّ الوطنی میں
ہو جاتی ہے سے تیز غریب الوطنی میں

(حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم)

بعثت نبوّت کے مقاصد

قرآنِ پاک کی روشنی میں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهِيْمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ ؕ رَبَّنَا تَقَبَّلْ

مِنَّا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ○ (پ ۱ ' سورۃ البقرہ)

پچھلے جمعہ کو یہ آیت میں نے تلاوت کی تھی مگر اس کی تفسیر نہ ہو سکی کہ مضامین دوسرے آگئے اور بارش پر نہ بادلوں کو اختیار ہے نہ کسانوں کو اختیار ہے۔ جب حکم ہو جاتا ہے تو وہی بادل پانی برساتے ہیں اور وہی بادل پتھر برسا دیتے ہیں بجائے مفید بارش کے اور جہاں برسنے کی اُمید ہوتی ہے وہاں سے دور بھگا کر دوسری جگہ بارش کر دیتے ہیں۔ اسی طرح مضامین کی آمد بھی اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ دُعا کر کے بیٹھ جاتا ہوں کہ جو مضمون آپ کے بندوں کے لئے مُفید ہو وہی دل میں عطا فرما دیجئے۔ میں خود بیان نہیں کرتا بھیک مانگ کر بیٹھتا ہوں جو مالک بھیک دے گا وہی ہم آپ کو پیش کر دیں گے۔ ایک بھکاری اور ایک فقیر کے پاس کیا ہے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ۔

بجز چیزے کہ دادی من چہ دارم

جو کچھ آپ نے عطا فرمایا ہے اس کے علاوہ اور میں کیا رکھتا ہوں ۔

چہ می جوئی زجیب و آستینم

آپ میری جیب آستین کی تلاشی نہ لیجئے آپ کو تو سب معلوم ہے جو کچھ آپ دیں گے وہی تو ہم پائیں گے اور مولانا رومی نے عرض کیا۔

بر کف من نہہ شراب آتشیں

اے خدا اپنی محبت کی تیز والی شراب میرے ہاتھ پر رکھ دیجئے. آگ والی تیز والی نہایت گرما گرم اپنی شراب محبت میرے ہاتھ پر رکھ دیجئے۔

بعد ازیں کرو فر مستانہ بیں

اس کے بعد میری مستانہ شان وشوکت کو دیکھئے. ہم فقیروں کے پاس کیا ہے اگر آپ اپنی محبت کا جام ہم کو نہ پلائیں گے تو ہم کہاں سے مستی لائیں گے؟

مستی قہر وعذاب

ہاں ایک دوسری مستی آسکتی ہے اگر آپ کا کرم نہ ہو تو گناہوں کی مستی آسکتی ہے. مولانا رومی فرماتے ہیں

از شراب قہر چوں مستی دہی

جس پر آپ عذاب نازل کرنا چاہتے ہیں تو اس کو اپنے عذاب کی مستی دیتے دیتے ہیں. وہ قہر الٰہی ہوتا ہے. ایسا شخص کیا کرتا ہے؟ ہر جگہ گناہ تلاش کرتا ہے. نیڈیوں کو تلاش کرتا ہے حسینوں کو تلاش کرتا ہے۔

نیست ہا را صورت ہستی دہی

جو فانی حسین ہیں وہ ان کے حسن پر پاگل ہوجاتا ہے تو جب تقاضا گناہ کا شدید ہو تو سمجھ لو اللہ تعالیٰ کے قہر اور عذاب کی بارش شروع ہوگئی. جلدی کسی اللہ والے کے پاس خانقاہوں میں چلے جاؤ اور دو رکعات توبہ پڑھ کر خدا سے اس بدمستی اور قہر والی مستی سے پناہ مانگو۔

مستی دو قسم کی ہے ایک بد مستی اور ایک خوش مستی۔ خوش مستی وہ ہے جو مالک پر فدا ہوا اور گناہ سے نظر بچا کر مست رہے کہ کیا آپ کا کرم ہے کہ آپ نے اپنی راہ میں غم اٹھانے کی توفیق دی۔ کہاں یہ میری قسمت۔ میرا پہلا شعر پہلے حج کا ہے۔ جب پہلا طواف نصیب ہوا تو میں نے اپنے مالک رب البیت کو یہ شعر پیش کیا ۔

کہاں یہ میری قسمت یہ طواف تیرے گھر کا
میں جاگتا ہوں یا رب یا خواب دیکھتا ہوں

جس کو اللہ پر فدا ہونا نصیب ہو جائے سمجھ لو کہ اس کو صحیح مستی مل گئی ہے۔ اولیاء اللہ والی مستی مل گئی ہے، مقبولین بارگاہ کی مستی مل گئی ہے اور جس پر گناہ کی مستی سوار ہوتی ہے۔ یہ اللہ کے مردود بندوں کی مستی ہے۔ عذابِ الٰہی اور قہرِ الٰہی کی مستی ہے۔ ڈر جاؤ۔ جب کبھی دیکھو کہ تقاضا معصیت کا شدید ہو رہا ہے تو رونا شروع کر دو کہ اے خدا اس قہر کی مستی سے ہم کو پاک فرما دے۔

اصلاحِ قلب کی اہمیت

تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے دو پیغمبروں کا واقعہ بیان فرماتے ہیں۔ دیکھئے دل کی اِصلاح جو ہے نہایت اہم چیز ہے۔ اگر دل کی اصلاح نہ ہو تو کعبہ شریف میں بھی مزہ نہیں آئے گا۔ اللہ کے گھر کا وہی مزہ لیتا ہے جو گھر والے سے محبت رکھتا ہے۔ آپ کسی کے گھر جائیں لیکن اگر والے سے محبت نہیں تو مزہ نہیں آئے گا۔ اس لئے میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ایک شخص نے ایک بزرگ سے کہا کہ میں حج کرنے جا رہا ہوں فرمایا فرض حج کر لیا؟ عرض کیا جی ہاں کر لیا۔ تو اس بزرگ نے فرمایا کہ جس کے گھر جا رہے ہو کیا اس گھر والے سے تمہاری جان پہچان ہے کہا جان پہچان تو نہیں ہے

فرمایا کہ ایک سال میرے پاس رہ جاؤ۔ ایک سال کے بعد جب گئے تو اتنا مزہ آیا کہ دس بارہ جو حج کئے تھے اس کے سامنے کچھ نہیں تھے۔ جتنی زیادہ اللہ تعالیٰ کی معرفت اور محبت ہوگی اتنی ہی کعبہ کی عظمت اور اس کا مزہ آئے گا۔

طوافِ بیتِ الرب اور طوافِ ربِ البیت

اولیاء اللہ کو بیتُ الرب سے ربِ البیت مل جاتا ہے۔ اللہ والے بیتُ اللہ کا خالی اللہ کے گھر کا طواف نہیں کرتے وہ صاحبِ خانہ کا بھی طواف کرتے ہیں۔ ان کو خالی گھر کی زیارت نصیب نہیں ہوتی' بصیرتِ قلب سے صاحبِ خانہ کی بھی زیارت ہوتی ہے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

حج کردن زیارت خانہ بود

جو کعبہ کو دیکھ لے' عرفات کے میدان میں پہنچ جائے اس کا حج ہو جاتا ہے لیکن ؎

حج رب البیت مردانہ بود

حج ربِ البیت کرنا' جو گھر والا ہے اس کی زیارت کرنا یہ اولیاء اللہ کا کام ہے۔

مسلمان بیتُ اللہ کو نہیں اللہ کو سجدہ کرتے ہیں

اسی لیے میرے شیخ نے فرمایا کہ ایک ہندو نے کہا کہ مولوی صاحب ہم کو پتھر کے بُت پوجنے سے منع کرتے ہو لیکن آپ کا کعبہ شریف جہاں آپ لوگ سجدہ کرتے ہو وہ بھی تو پتھر کا ہے۔ پھر ہم میں اور آپ میں کیا فرق ہے' ہمارے اور تمہارے درمیان کیا فرق ہے۔ میں پتھر کا بُت پوجتا ہوں اور تم کعبہ شریف جو پتھر کا ہے وہاں سجدہ کرتے ہو۔ یہ واقعہ میرے مرشدِ اول حضرت مولانا شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا۔ ان مولانا نے ہندو کو جواب دیا۔

کافر ہے جو سجدہ کرے بُت خانہ سمجھ کر

اگر ہم کعبہ کو سجدہ کریں تو ہم کافر ہو جائیں ۔

کافر ہے جو سجدہ کرے بُت خانہ سمجھ کر
سر رکھا ہے ہم نے درِ جاناں سمجھ کر

ہم نے تو محبوب کی چوکھٹ پر سر رکھا ہے کہ میرے محبوب کا گھر ہے۔ ہم گھر کو سجدہ نہیں کرتے گھر والے کو سجدہ کرتے ہیں۔ یہ تو محض سمت ہے۔ یہ تو ہمارے محبوب نے رُخ بتایا ہے کہ جب کعبہ کی طرف تمہارا رُخ ہوگا تو تمہاری نماز بھی قبول، سجدہ بھی قبول۔ یہ رُخ اللہ تعالےٰ نے متعین فرمایا ہے۔ بیت اللہ کو سجدہ کرنے کو خدا نے نہیں فرمایا، اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ بیت اللہ جو ہے یہ اللہ ہے۔ فرمایا کہ یہ تو ہمارا گھر ہے۔ طواف کرنے کے لئے، حج کے ارکان ادا کرنے کے لئے، اس کو خدا مت سمجھنا۔ اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حجرِ اسود کا بوسہ لیا تو آپ رونے لگے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی رونے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عمر کیوں روتے ہو؟ عرض کیا کہ جب خدا کا رسول رو رہا ہے تو میں نہ روؤں؟ اور حجرِ اسود کو یمین اللہ فرمایا گیا بطورِ نشانی کے لیکن حجرِ اسود بھی خدا نہیں ہے یاد رکھو بیت اللہ اور ہے رب البیت اور ہے۔ وہ تو رُخ ہے حکم ہے کہ اس طرف سجدہ کرو اس طرف نماز پڑھو اور اگر کسی کو جگہ نہیں معلوم کہ کعبہ کس طرف ہے نہ قبلہ نما پاس ہے نہ کوئی بتانے والا ہے تو تحری کرو، دل میں سوچو، دل جس طرف کو گواہی دے کہ اس طرف کعبہ ہے تو اندازے جو رُخ کرو گے نماز ہو جائے گی۔

علامہ شامی کی اولیاء اللہ سے عقیدت اور سمتِ کعبہ کا ایک مسئلہ

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ

نے ایک باب باندھا ہے۔ باب کراماتِ الاولیاء۔ فرماتے ہیں کہ اگر کعبہ اٹھ کر کسی ولی اللہ کی زیارت کو چلا جائے تو نماز کیسے ہوگی۔ دیکھو شامی جلد ا میں۔ فرماتے ہیں کہ کعبہ اگر اٹھ کر کہیں چلا بھی جائے تو جس زمین پر کعبہ شریف ہے جس کو بناء ابراہیمی کہا جاتا ہے۔ اس زمین سے آسمان تک سب کعبہ ہے لہٰذا وہی رُخ کافی ہے۔ علامہ شامی کی تحقیق دیکھئے کہ کراماتِ اولیاء کے یہ بڑے بڑے علماء کیسے معتقد ہیں۔

اِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ کی تفسیر

تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے دو پیغمبروں کا حال بیان

فرمایا کہ وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کعبہ کی دیواریں اٹھا رہے تھے" قواعد جمع ہے قاعدہ کی اور قاعدہ کے معنیٰ ہیں بُنیاد۔ حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نے بیان القرآن میں قواعد کا ترجمہ دیوار فرمایا اور فرمایا کہ اشرف علی قواعد کا ترجمہ دیواروں سے کیوں کر رہا ہے۔ اس کی وجہ اِذْ یَرْفَعُ ہے۔ جب بُنیاد سے چیز آگے اٹھتی ہے بلند ہوتی ہے تو اسی کا نام دیوار ہے۔ لہٰذا رفعت قاعدہ مستلزم ہے دیوار کو یعنی جب بُنیاد اوپر اٹھتی ہے تو دیوار کہلاتی ہے۔ لہٰذا حضرت نے قواعد کا ترجمہ دیوار کیا اور وجہ بھی بتادی۔

حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کے نام ساتھ ساتھ نازل نہ فرمانے کا راز

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نام اور حضرت اسماعیل کا نام اللہ تعالیٰ نے ساتھ ساتھ نازل نہیں فرمایا۔ اِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ کے بعد الْقَوَاعِدَ مِنَ اور الْبَیْتِ تین الفاظ اور نازل فرمائے پھر وَاِسْمٰعِیْلُ کو آخر میں نازل کیا۔ مفسر عظیم علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب

باپ بیٹے دونوں ایک ساتھ بنا رہے تھے تو دونوں کا نام ساتھ ساتھ کیوں نازل نہیں فرمایا۔ ابراہیم علیہ السلام کے لفظ کو نازل فرما کر اسماعیل کے لفظ کو ذرا فاصلے سے نازل کیا اور بیچ میں تین لفظ القواعد اور من اور البیت بڑھا دیئے تاکہ امت یہ نہ سمجھے کہ تعمیر کعبہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام دونوں برابر کے درجے میں شامل ہیں۔ بلکہ قیامت تک امت کو یہ معلوم ہو جائے کہ اصل تعمیر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہے اور اسماعیل علیہ السلام ان کے معین کے درجہ میں ہیں۔ فَاِنَّهٗ كَانَ صَغِيْرًا وَّ مُعِيْنًا لَهٗ وہ اس وقت چھوٹے تھے اور ان کے معین و مددگار تھے۔ مددگار اور ہوتا ہے اصل تعمیر کرنے والا مستری اور ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس مفسر عظیم علامہ آلوسی بغدادی مفتی بغداد کو جزائے عظیم دے اور ان کی قبر کو نور سے بھر دے۔ کتنا پیارا نکتہ بیان کیا کہ دونوں پیغمبروں کے ناموں میں ذرا سا فاصلہ کر دیا تاکہ دونوں میں مساوات لازم نہ آئے' بانی کعبہ میں اور معین تعمیر کعبہ میں برابری لازم نہ آئے اور معلوم ہو کہ کعبہ اصل میں ابراہیم علیہ السلام کی تعمیر ہے اور اسماعیل علیہ السلام ان کے معین و مددگار ہیں۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا میں انبیا کی شانِ عبدیت کا ظہور ہے

پھر ان بزرگوں نے دونوں پیغمبروں نے دعا مانگی رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ اے ہمارے رب از راہ کرم ہمارے اس عمل کو قبول فرما لیجئے۔ تقبل باب تفعل ہے جس میں خاصیت تکلف کی ہے جس کے معنی ہوئے کہ تکلف قبول فرما لیجئے۔ ہماری قابلیت کو نہ دیکھئے۔ آپ کی عظمت غیر محدود کے شایان شان ہماری تعمیر نہیں ہے۔ آپ کے کعبہ مکرمہ کی جو شان ہے ویسی تعمیر ہم سے نہ ہو سکی۔ لیکن آپ از راہ کرم قبول فرما لیجئے۔

اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ کی تفسیر

اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ آپ سُننے والے جاننے والے ہیں۔ ان دو ناموں سمیع اور علیم کے نزول کی وجہ بیان کی کہ اللہ تعالیٰ نے یہاں اپنی یہ دو صفات کیوں نازل فرمائیں۔ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ یعنی سَمِیْعٌ بِدَعَوَاتِنَا آپ ہماری دُعا کو سُن رہے ہیں۔ وَعَلِیْمٌ بِنِیَّاتِنَا اور ہماری نیت سے آپ باخبر ہیں کہ ہم نے آپ ہی کے لئے یہ کعبہ بنایا ہے۔ سُبحان اللہ! کتنی پیاری تفسیر کی۔

سَمِیْع وعَلِیْم کا ربط

اور سمیع وعلیم میں ایک خاص ربط ہے۔ دُنیا میں آدمی بعض وقت سنتا تو ہے لیکن دل کے حال سے باخبر نہیں ہوتا۔ سمیع تو ہوتا ہے علیم نہیں ہوتا مثلاً ایک شخص دوسرے شخص کے سامنے اس کی خوب تعریف کر رہا ہے لیکن دل میں بُغض رکھتا ہے تو دوسرا شخص سن تو رہا ہے لیکن دل کے بغض سے بے خبر ہے۔ سمیع تو ہے علیم نہیں اور اللہ تعالیٰ کے لئے یہ محال ہے کیونکہ وہ ہر ظاہر و باطن سے باخبر ہیں لہٰذا دونوں پیغمبروں نے سمیع کے بعد علیم فرمایا کہ آپ ہماری دُعا کو سن بھی رہے ہیں اور ہمارے دل کے حال سے بھی باخبر ہیں کہ ہم نے صرف آپ کے لئے کعبہ تعمیر کیا ہے

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَكَ سے کیا مُراد ہے؟

اس کے بعد دونوں پیغمبروں نے دُعا مانگی رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَكَ سے کیا مُراد ہے؟ کیونکہ مُسلمان تو وہ تھے ہی پیغمبر تو مُسلمان ہی ہوتا ہے۔ وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَكَ کے معنی یہ نہیں ہیں کہ ہم کو مُسلمان بنا دیجئے بلکہ یہ معنی ہیں کہ مسلمان تو ہم ہیں ہی اے اللہ ہم

دونوں کو آپ اپنا اور زیادہ مطیع و فرماں بردار بنا لیجیے۔ ہمارے اخلاص میں اور زیادہ ترقی عطا فرمائیے جو ایمان و یقین اور اطاعت و اخلاص اس وقت ہمیں حاصل ہے اس سے اور زیادہ اعلیٰ درجہ کا عطا فرما دیجیے۔ یہاں یہ مراد ہے۔ اس لیے صرف ترجمہ دیکھنا کافی نہیں ترجمہ کے ساتھ تفسیر دیکھنا بھی ضروری ہے اور تفسیر میں کوئی بات سمجھ میں نہ آئے تو علماء سے پوچھنا چاہیے ورنہ آدمی بالکل غلط معنی سمجھتا ہے مُسلمین کے بارے میں وہ سوچے گا کہ نبی تو مسلمان ہوتے ہی ہیں پھر وہ مُسْلِمَیْنِ لَکَ کی دُعا کیوں کر رہے ہیں لیکن تفسیر سے معلوم ہوا کہ اس سے مُراد اخلاص و اطاعت و فرماں برداری میں ترقی کی طلب ہے۔

تمام مناسکِ حج وحی سے بتائے گئے

وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا اور ہم کو حج کے احکام بھی بتلا دیجیے کہ حج کس طرح کیا جائے طواف کس طرح کریں منیٰ میں کب قیام کیا جائے اور وقوفِ عرفات کا دن اور وقت اور قیامِ مزدلفہ غرض حج کے پورے احکام اور طریقے ہمیں بتا دیجیے۔ اَرِنَا مَنَاسِكَنَا میں تمام احکامِ حج شامل ہیں۔ اس لیے مفسرین لکھتے ہیں کہ آپ حج میں جتنے کام کرتے ہیں یہ کوئی من گھڑت اور خیالی پلاؤ نہیں ہے بلکہ جبرئیل علیہ السلام کو بھیج کر اللہ تعالیٰ نے حج کا پورا طریقہ اور احکام بتائے۔

کعبہ شریف زمین کے بالکل وسط میں ہے

اور کعبہ شریف جہاں واقع ہے وہ پورے عالم کا وسط ہے۔ آج دُنیا کے سائنس اور پوری دُنیا کے کفر حیران ہے کہ زمین کے بالکل بیچوں بیچ بالکل وسط میں کعبہ شریف کیسے بنایا گیا جب کہ اس وقت پیمائش کے آلات نہیں تھے سائنس کی ترقی نہیں تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے جبرئیل علیہ السلام کے ذریعہ حضرت ابراہیم علیہ السلام

کو بتا دیا کہ یہاں کعبہ کی بُنیاد رکھو جو وسط ہے دُنیا کا اور اَرِنَا مَنَاسِکَنَا دو پیغمبروں کی دُعا ہے لہٰذا ان کی دُعا کے صدقہ میں اللہ تعالیٰ نے بذریعہ جبرئیل علیہ السلام تمام مناسکِ حج اور پورا طریقہ حج وغیرہ کا بتایا۔ آج ہم لوگ جو حج کر رہے ہیں یہ پورا طریقہ جبرئیل علیہ السلام کا بتایا ہوا ہے جس سے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سب کو آگاہ فرمایا۔

تفسیر تُبْ عَلَيْنَا

وَتُبْ عَلَيْنَا اور ہم پر توجہ فرمائیے یعنی اپنی توجہ و مہربانی کو ہم پر قائم رکھئے۔ تُبْ عَلَيْنَا کی تفسیر علامہ آلوسی نے فرمائی ہے اَیْ وَفِّقْنَا لِلتَّوْبَةِ یعنی ہم کو توفیق توبہ دیجئے۔ مفسرین لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی توجہ سے مراد توفیقِ توبہ ہے۔ جس کو توفیقِ توبہ نہیں ہے وہ اللہ کی رحمت اور مہربانی سے بہت دور ہے، مقامِ بُعد میں مُبتلا ہے۔

انبیاء علیہم السلام کی توبہ سے کیا مُراد ہے

یہاں پر علامہ آلوسی نے ایک اشکال قائم کیا کہ پیغمبر سے تو گناہ کا ارتکاب نہیں ہو سکتا کیونکہ نبی تو معصوم ہوتا ہے۔ پھر یہاں دونوں پیغمبر کیوں توفیقِ توبہ مانگ رہے ہیں۔ اس کا جواب یہ دیا کہ عوام کی توبہ اور ہے، خواص کی توبہ اور ہے اور یہاں نہ عوام کی توبہ مراد ہے نہ خواص کی بلکہ یہ اخص الخواص کی توبہ ہے۔ یعنی عام مسلمانوں کی توبہ ہوتی ہے گناہوں سے اَلرُّجُوْعُ مِنَ الْمَعْصِيَةِ اِلَى الطَّاعَةِ اور خواص امت کی توبہ ہوتی ہے غفلت سے اَلرُّجُوْعُ مِنَ الْغَفْلَةِ اِلَى الذِّكْرِ ہے اور یہ توبہ اخص الخواص کی ہے یعنی پیغمبروں کی توبہ ہے جس کا ترجمہ ہوگا اور ہمیں توفیقِ توبہ دیجئے لِرَفْعِ الدَّرَجَاتِ وَالتَّرَقِّيْ فِي الْمَقَامَاتِ یعنی ہم قرب کے جس مقام پر اب ہیں اس میں اور ترقی عطا فرمائیے اور ہم دونوں کے درجات اور بلند کر دیجئے ہمارے

مقامِ قرب میں اور ترقی دیجئے۔ دیکھئے تفسیر روح المعانی۔ خوب سمجھ لیں کہ یہ توفیق توبہ گناہ سے نہیں ہے کیونکہ نبی معصوم ہوتے ہیں ان سے گناہ صادر ہی نہیں ہوتے۔ اگر اکابر کی تفاسیر نہ دیکھی جائیں تو آدمی کو اشکال پیدا ہوجائے گا کہ پیغمبر آخر کس بات کی توبہ مانگ رہے ہیں۔ علامہ آلوسی نے تفسیر روح المعانی میں اتنے بڑے اشکال کو دو جملوں میں حل کردیا کہ پیغمبروں کی توبہ لِرَفْعِ الدَّرَجَاتِ وَالتَّرَقِّي فِي الْمَقَامَاتِ ہے یعنی رفع درجات اور مقام قرب میں ترقی کی درخواست ہے۔

تواب رحیم کے تقدم و تاخر کے دو عجیب نکتے

اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ اور بے شک آپ تواب بھی ہیں رحیم بھی ہیں یعنی آپ توجہ فرمانے والے مہربانی فرمانے والے ہیں۔ مفسرین لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تواب کو پہلے کیوں نازل کیا اور رحیم کو بعد میں کیوں نازل کیا۔ اس کا عجیب نکتہ بیان فرمایا جو قابلِ وجد ہے۔ دوستو سن لو پھر نہ کہنا ہمیں خبر نہ ہوئی۔ اس تقدم و تاخر کا راز یہ ہے کہ جس پر اللہ رحمت نازل کرتا ہے اسے پہلے توفیق توبہ دیتا ہے۔ تواب کو اللہ تعالیٰ نے اس لئے مقدم فرمایا کہ ہم جس پر رحمت نازل کرتے ہیں پہلے اس کو توفیق توبہ دیتے ہیں اور توبہ کے ساتھ ہی رحمت نازل فرماتے ہیں۔ توفیقِ توبہ اور نزولِ رحمت دونوں ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ آگے آگے توفیقِ توبہ اور ساتھ ملا ہوا نزولِ رحمت۔ دونوں آپس میں ایک دوسرے کے جار اور جیران یعنی پڑوسی ہیں، ایک دم ملے ہوئے آتے ہیں۔ توفیق توبہ اور رحمت کا نزول ساتھ ساتھ ہوتا ہے۔ جس نے اللہ سے معافی مانگی بس وہ سایۂ رحمت میں آگیا، ایک سیکنڈ کی دیر نہیں ہوتی۔ توفیق توبہ شروع ہوئی، بندے نے استغفر اللہ کہا اور نزولِ رحمت ساتھ ساتھ شروع ہوگیا۔

ایک سیکنڈ کی تاخیر نہیں ہوتی لیکن توفیق توبہ چونکہ مقدم ہے خواہ ایک سیکنڈ ہی کے درجہ میں سہی اس لئے اللہ تعالیٰ نے تواب کو مقدم کیا اور رحیم کو مؤخر فرمایا۔

فرقۂ معتزلہ کا رد

دوسری وجہ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بیان فرمائی کہ فرقۂ معتزلہ ایک گمراہ فرقہ ہے جس نے یہ دعویٰ کیا کہ جو بندہ اللہ تعالیٰ سے توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ کو اس کی توبہ قبول کرنا قانوناً لازم ہے اس کو معاف کرنا اللہ پر نعوذ باللہ فرض ہے۔ اس لئے چودہ سو برس پہلے اللہ تعالیٰ نے یہ دو لفظ تواب اور رحیم نازل فرمائے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ آئندہ ایک نالائق فرقہ معتزلہ پیدا ہوگا جو ایسا بے ہودہ دعویٰ کرے گا۔ مفسرین لکھتے ہیں کہ تواب اور رحیم کے اس تقدم و تاخر میں اللہ تعالیٰ نے معتزلہ کا رد فرما دیا کہ اے نالائقو! اگر میں تمہاری توبہ کو قبول کرلیتا ہوں تو یہ قانونی طور پر مجھ پر فرض نہیں ہے۔ میں رحیم ہوں شانِ رحمت سے تمہاری توبہ کو قبول کرتا ہوں شانِ قانون سے نہیں شانِ ضابطہ سے نہیں۔ آہ! کیا بلاغت ہے اللہ تعالیٰ کے کلام میں کیا بلاغت ہے ذرا دیکھو تو سہی بھلا کوئی انسانی کلام ایسا ہوسکتا ہے! اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ شانِ رحمت سے ہم بندوں کی توبہ قبول کرتے ہیں۔

غفور اور ودود کا ربط

اسی طرح وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ میں ایک خاص ربط ہے۔ میں پھولپور کے تالاب میں اپنے حضرت شیخ کے کپڑے دھو رہا تھا حضرت مسجد میں تلاوت کر رہے تھے تلاوت کرتے کرتے حضرت دوڑ کر آئے اور فرمایا حکیم اختر! جلدی آؤ۔ اس وقت ایک عجیب و غریب علم عطا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ تو اللہ تعالیٰ

نے اپنی بخشش کی صفت غفور کی صفت کے بعد ودود کیوں نازل فرمایا کہ اے بندو معلوم ہے کہ ہم تم کو بہت کیوں معاف کرتے ہیں ؟ کیونکہ ہم تم سے بہت زیادہ محبت کرتے ہیں حضرت نے فرمایا کہ دوسرا نام ودود جو نازل فرمایا یہ سبب ہے مغفرت کا۔ یعنی اے بندو! تمھیں ہم جلد معاف کیوں کرتے ہیں تو حضرت نے اپنی پوربی زبان میں فرمایا تھا کہ مارے میا کے یعنی مارے محبت کے مُیا کہتے ہیں پورب کی زبان میں محبت کو ماتا کو۔ کیا عجب الہامی علم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے غفور کے بعد ودود نازل فرما کر یہ بتا دیا کہ ہم تمھیں جو جلد مُعاف کرتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمیں تم سے بے حد محبت ہے پالنے کی محبت ہے۔ جو بلّی پالتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس بلّی کی بھی محبت دل میں ڈال دیتے ہیں، کتّا پالتا ہے تو اس سے بھی محبت ہو جاتی ہے اور ہم ربُّ العالمین تمھیں پالتے ہیں تو ہمیں تم سے محبت نہ ہوگی ؟ جو ظالم توبہ ہی نہ کرے وہی خسارہ میں رہتا ہے۔

مقاصد بعثتِ نبوت

اس کے بعد دونوں پیغمبروں نے ایک دُعا مانگی۔ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ اے اللہ ہماری اولاد اور خونی رشتوں میں ایک پیغمبر پیدا فرما یعنی سید الانبیاء حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرما اور وہ رسول کیا کام کرے گا، اس کی بعثت کا کیا مقصد ہوگا۔ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِكَ آپ کے کلام کی آیات پڑھ کر لوگوں کو سنائے۔ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ اور آپ کی کتاب کی تعلیم دے۔

یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِكَ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ

سے مکاتب قرآن اور دار العلوم کا ثبوت

دونوں پیغمبر دعا فرما رہے ہیں۔ وَابْعَثْ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ

يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ اے ہمارے رب ایک ایسا پیغمبر بھیجئے یعنی نبی آخر الزماں سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم جو آپ کے کلام کی تلاوت لوگوں کو سنائے وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ اور آپ کی کتاب کی تعلیم دے یعنی آپ کے کلام کے الفاظ کے معانی سمجھائے يُعَلِّمُهُمْ اَلْفَاظَهٗ قرآن پاک کے الفاظ کو سمجھائے وَيُبَيِّنُ لَهُمْ كَيْفِيَّةَ اَدَائِهٖ اور ہر لفظ کی کیفیت ادا کو بھی سکھائے کہ یہ لفظ کیسے ادا کیا جائے گا۔ یعنی تجوید و قرات کی تعلیم دے۔ اس آیت سے مکاتب قرآن کے قیام کا ثبوت ملتا ہے جہاں تجوید و قرآت سکھائی جاتی ہے اور اسی آیت میں دار العلوم کا ثبوت ہے جہاں کلام اللہ کی تفسیر ہوتی ہے۔ مقاصد بعثتِ نبوت کو اللہ تعالیٰ قرآن میں نازل فرما رہے ہیں کہ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ ہمارا نبی ہماری آیات لوگوں کو سناتا ہے جس سے مکاتب قرآن کا قائم کرنا ثابت ہوتا ہے اور وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ سے دار العلوموں کے قیام کا ثبوت ہے کیونکہ آپ آخری نبی ہیں لہٰذا آپ کی بعثت کے مقاصد کو جاری رکھنا اُمت پر فرض ہے۔

وَيُزَكِّيْهِمْ سے خانقاہوں کے قیام کا ثبوت

کعبہ کی تعمیر کے ساتھ دونوں

پیغمبر علیہما السلام یہ دُعا بھی فرما رہے ہیں کہ وَيُزَكِّيْهِمْ اور وہ نبی ایسا ہو جو دلوں کا تزکیہ کرے، ان کو پاک کر دے۔ کیا مطلب کہ اے اللہ کعبہ تو ہم نے بنا دیا لیکن اگر دلوں کا کعبہ صحیح نہیں ہوگا تو اس کعبہ کی، بیت اللہ کی کوئی قدر نہیں ہوگی۔ آپ کے گھر کی عزت وہی کرے گا جس کا دل صاف ہوگا، جس کے دل میں خدا کا عشق اور محبت ہوگی۔ دیکھا آپ نے! دونوں نبی کعبہ بنانے کے بعد یہ دُعا کیوں کر رہے ہیں؟ کیونکہ مسلمان کا دل کعبہ ہے۔ پہلے اس کو غیر اللہ سے پاک کرو اسی لیے کلمہ میں پہلے لا اِلٰہ ہے کہ دل کو لا اِلٰہ سے

خالی کرو پھر الا اللہ کا نور ملے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین سو ساٹھ بتوں کو کعبہ سے نکال دیا مگر جب تک دل سے غیر اللہ کے بُت نہیں نکلیں گے اس وقت تک یہ دل اللہ کی عظمتوں کو کعبہ کی عظمتوں کو نہیں پہچان سکے گا۔ اس لئے مزکّٰی و مصفّٰی اور گناہوں سے توبہ کر کے جو متقی بندے حج کرتے ہیں ان کو کعبہ شریف میں کچھ اور نظر آتا ہے انھیں کعبہ کے انوار و تجلیات کا مشاہدہ ہوتا ہے اس لئے حضرت ابراہیم و حضرت اسماعیل علیہما السلام نے درخواست کی کہ ہماری اولاد میں سے ایسا رسول مبعوث فرمائیے یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو لوگوں کا تزکیہ کریں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اپنی اولاد کے لئے دعا کرے کہ اے اللہ آپ قیامت تک میری اولاد میں ایسے علماء ربانی پیدا فرمائیے جو آپ کے دیئے ہوئے دین کے باغ کو پانی دیں اور اس کو ہرا بھرا رکھیں ہمارے مکاتب قرآن کو اور ہمارے دارالعلوموں کو قائم رکھیں۔ تو یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِكَ سے مکاتب قرآن کا ثبوت ہے اور یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ سے مدارس علمیہ کے قیام کا ثبوت ہے اور وَیُزَكِّیْهِمْ سے خانقاہوں کے قیام کا ثبوت ہے۔ تزکیہ بھی مقصد بعثت نبوت ہے اور نبوت اب ختم ہو چکی لہٰذا یہ کارِ نبوت آپ کے سچے نائبین و وارثین کے ذریعہ قیامت تک جاری رہے گا۔ خانقاہوں میں دلوں کی صفائی ہوتی ہے دلوں کو غیر اللہ کے کباڑخانے اور کچرے سے پاک کیا جاتا ہے اخلاص پیدا ہوتا ہے۔ میرے شیخ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم نے ایک تبلیغی مرکز کے بہت بڑے اجتماع میں فرمایا کہ مدرسوں سے، تبلیغی جماعتوں سے اعمال کا وجود ملتا ہے۔ غور سے سنئے فرمایا کہ مدرسوں سے، تبلیغی جماعتوں سے اعمال کا وجود ملتا ہے اور خانقاہوں سے اعمال کا قبول ملتا ہے۔ اللہ والوں سے اخلاص ملتا ہے جس کی برکت سے اعمال قبول ہوتے ہیں ورنہ اعمال میں ریا اور دکھاوا ہو جائے گا۔ اسی لئے مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ

جب تبلیغ سے واپس آتے تھے تو اپنے بزرگوں کی خدمت میں جا کر دل کی ٹیوننگ اور صفائی کراتے تھے اور فرماتے تھے کہ مخلوق میں زیادہ خلط ملط سے دل میں غبار سا آجاتا ہے جس کی صفائی میں خانقاہوں میں کراتا ہوں۔ جب موٹر زیادہ چلتی ہے تو پھر ٹیوننگ ضروری ہے یا نہیں ورنہ گرد و غبار سے انجن خراب ہو جاتا ہے۔ اسی طرح دل میں ریا، دکھاوا اور بڑائی آجاتی ہے۔ جس کی صفائی خانقاہوں میں ہوتی ہے تو خانقاہوں کا ثبوت یُزَکِّیْھِمْ سے ہے۔

تعلیم اور تزکیہ کے تقدم و تاخر کے اسرارِ عجیبہ

میرے شیخ حضرت مولانا شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ پہلے پارہ میں تزکیہ موخر ہے تعلیم کتاب مقدم ہے اس میں علوم دینیہ کی عظمت و شرافت کا بیان ہے تاکہ صوفیاء کو علوم دینیہ سے استغناء نہ ہو اور علم شریعت اور طریقت کو مغایر نہ سمجھیں اور پارہ (۴) اور پارہ (۲۸) میں تزکیہ کو مقدم فرما کر علماء دین کو تنبیہ وہدایت فرمادی کہ تزکیہ کی نعمت سے تغافل نہ کریں اور حضرت نے اس کی تمثیل یہ بیان فرمائی تھی کہ جہاں تعلیم مقدم ہے وہاں تحلیہ کی شرافت مقصود ہے جیسے عطر کی شیشی صاف کرنے سے مقصود عطر ہے کہ اس شیشی میں عطر ڈالا جائے اور جہاں تزکیہ مقدم ہے وہاں تخلیہ کی اہمیت مقصود ہے کہ گندی شیشی میں عطر کی خوشبو ظاہر نہ ہوگی۔ اس مثال سے علماء دین اور صوفیاء کرام دونوں کو ہدایت واضح ہوگئی کہ صوفیاء کرام زندگی بھر صرف قلب کی شیشی نہ دھوتے رہیں علوم کی بھی فکر کریں جو مظروف ہے اور علماء کرام علوم دین کے لئے قلب کی شیشی کے تزکیہ و تطہیر کی فکر کریں، اس سے غافل نہ ہوں۔ سبحان اللہ! میرے شیخ کی یہ تقریر جامع شریعت و طریقت ہے۔ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے لئے فرمایا تھا کہ آپ حامل علوم شریعت اور حامل علوم طریقت ہیں۔

تعلیم کتاب میں حکمت کی اہمیت

اور یُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ معلم ایسا ہونا چاہیے جو کتاب بھی پڑھائے اور حکمت بھی بتائے یعنی لوگوں کو خوش فہمی اور فہم دین کی تعلیم دے۔ اگر معلم حکمت نہیں جانتا تو اس کی تعلیم کتاب ناقص ہے معطوف علیہ معطوف مل کر یعلمہم ہو گا۔ جو کتاب اللہ کو سمجھائے لیکن حکیمانہ انداز سے سمجھائے۔ اسی لئے میں کہتا ہوں کہ جو صاحب حکمت نہیں ہیں ان کی تعلیم ناقص ہے۔ خالی رٹا دینے سے ترجمہ کرا دینے سے تعلیم کتاب کا حق تھوڑی ادا ہوتا ہے۔

حکمت کی پانچ تفسیریں

حکمت کی پانچ تفسیریں یاد کر لیجئے۔ مُفسّرِ عظیم علامہ آلوسی نے فرمایا کہ حکمت کی پانچ تفسیریں ہیں:

۱۔ حَقَائِقُ الْكِتَابِ وَدَقَائِقُهٗ وہ معلم کتاب اللہ کے حقائق و اسرار و حِکَم اور اس کی باریکیاں بتائے۔

۲۔ طَرِيْقُ السُّنَّةِ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت کا طریقہ سکھائے اور سُنّت کا ہر طریقہ حکیمانہ ہے۔

دخولِ مسجد کی دُعا اور قعدہ میں تشہد کے رموز

مثلاً مسجد میں داخل ہوتے وقت رحمت کی دُعا ہے اور نکلتے وقت فضل کی دُعا ہے۔ رحمت سے مُراد وہی رحمت جو معراج کی رات میں اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو التحیات کے جواب میں عطا فرمائی تھی۔ آپ نے فرمایا۔ اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ اے اللہ میری تمام زبانی عبادتیں آپ پر فدا میری

ہر زبانی عبادت آپ ہی کے لیے ہے تو اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ سلام ہو آپ پر اے نبی۔ آپ قولی عبادت مجھ کو دے رہے ہیں میری طرف سے قولی سلام لیجئے۔ پھر آپ نے فرمایا وَالصَّلَوَاتُ اے خدا میری بدنی عبادتیں آپ کے لئے ہیں تو اس کے صلہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَرَحْمَةُ اللّٰهِ اے نبی آپ پر میری رحمتیں نازل ہوں۔ آپ نے بدنی عبادت مجھے پیش کی تو اس کا انعام لے لیجئے کہ میری رحمتیں آپ پر نازل ہوں گی۔ یہ رحمت انعام ہے نماز کا' بدنی عبادت کا۔

بس جو رحمت معراج میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہوتی تو رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے چاہا کہ میری اُمت کو بھی عطا ہو جائے لہٰذا آپ نے مسجد میں داخل ہوتے وقت یہ دُعا سکھا دی کہ کہو اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ تاکہ میری اُمت جو بدنی عبادت کے لیے آرہی ہے' نماز کے لئے آرہی ہے اس کو بھی وہ رحمت عطا ہو جائے جو مجھے معراج میں ملی اور میری اُمت اس رحمت سے محروم نہ رہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وَالطَّیِّبَاتُ اور میرا سب مال اے اللہ آپ پر فدا ہو' میری مالی عبادتیں آپ ہی کے لئے ہیں تو اللہ تعالےٰ نے فرمایا وَبَرَکَاتُهٗ اے نبی میری برکتیں آپ پر نازل ہوں۔ جو ہم پر مال خرچ کرے گا ہماری برکتیں اس پر نازل ہوں گی۔ برکت کے معنی کیا ہیں۔ امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں کہ برکت کے معنی ہیں فیضان خیرات الٰہیہ۔ اللہ تعالیٰ کی خیرات کی بارش۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پر خیر اور بھلائی کی بارش ہو جاتے

مسجد سے نکلتے وقت روزی مانگنے کا راز

تو وَبَرَکَاتُهٗ سے معلوم ہوا کہ جو لوگ اللہ کی راہ میں مال خرچ کرتے ہیں ان پر اللہ کی طرف سے برکات نازل ہوتی ہیں اور مسجد سے نکلتے

وقت جو دُعا ہے اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَسۡئَلُکَ مِنۡ فَضۡلِکَ تو فضل سے مراد رزق ہے فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوۃُ فَانۡتَشِرُوۡا فِی الۡاَرۡضِ وَابۡتَغُوۡا مِنۡ فَضۡلِ اللّٰہِ۔ جب نماز پوری ہو چکے تو تم زمین پر چلو پھرو اور خدا کی روزی تلاش کرو (ترجمہ بیان القرآن) اب دکان کھولو، روزی تلاش کرو۔ فضل سے مراد یہاں روزی ہے جب رزق کا نام اللہ نے فضل رکھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھا دیا کہ جب عبادت کر کے مسجد سے نکلو تو اللہ میاں سے کہو اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَسۡئَلُکَ مِنۡ فَضۡلِکَ اے اللہ میں آپ سے آپ کے رزق کا سوال کرتا ہوں۔ مطلب یہ کہ اے اللہ باطن تو نور سے بھر گیا، عبادت کر کے آرہے ہیں مگر آپ نے پیٹ بھی تو دیا ہے اب اس کے لیے کچھ چاہیے، ڈبل روٹی، انڈا، مکھن بھی دیجیے۔ وَابۡتَغُوۡا مِنۡ فَضۡلِ اللّٰہِ سے اس دُعا کا ایک خاص ربط ہے۔ نبی سے زیادہ اللہ کا مزاج شناس کوئی نہیں ہو سکتا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا۔ فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوۃُ کے بعد اللہ تعالیٰ وَابۡتَغُوۡا مِنۡ فَضۡلِ اللّٰہِ کے بعد اللہ تعالیٰ روزی کی تلاش کی اجازت دے رہے ہیں تو رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد سے نکلتے وقت یہ دُعا سکھا دی کہ اب اللہ تعالیٰ سے روزی مانگو کہ اے اللہ اب ہم مسجد سے نکل رہے ہیں ہم لوگوں کو روزی بھی دیجیے تو حکمت کی پانچ تفسیروں میں دو تفسیریں ہو گئیں (۱) حَقَائِقُ الۡکِتَابِ وَدَقَائِقُہٗ (۲) طَرِیۡقُ السُّنَّۃِ۔

صَلُّوۡا کَمَا رَاَیۡتُمُوۡنِیۡ اُصَلِّیۡ کی شرح اور طریق السنۃ کی تعلیم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ سکھاتے مثلاً نماز تو فرض ہے مگر نماز کا پورا طریقہ قرآن شریف میں نہیں ہے۔ بتایئے قرآن شریف میں کہیں التحیات ہے؟ مغرب کی تین رکعات کہیں ہیں؟ قرآن پاک تو نماز پڑھنے کا حکم دیتا ہے لیکن کیسے پڑھیں وہ ہے طریق السنۃ۔

نبی کے طریقہ پر جو نماز ادا ہوگی وہ قبول ہوگی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صَلُّوْا كَمَا رَأَيْتُمُوْنِي أُصَلِّيْ اے صحابہ نماز ایسے پڑھو جیسے میں پڑھتا ہوں صَلُّوْا كَمَا رَأَيْتُمُوْنِي أُصَلِّيْ ایسے پڑھو جیسا کہ تم مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھ رہے ہو۔ یہ صرف صحابہ کی آنکھوں کو شرف حاصل ہے جنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حالتِ نماز میں پایا ہے۔ صحابہ کے علاوہ کون ہے جس نے پیغمبر کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہو خواہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ہوں یا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہوں کسی کو یہ شرف حاصل نہیں۔ یہ صحابہ کی قسمت تھی جنہوں نے كَمَا رَأَيْتُمُوْنِي أُصَلِّيْ کا مقام پایا۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جیسا تم مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو بس اس کی نقل کردو' اس کی صورت بنالو' نبوت کی نماز کی باطنی کیفیت تمہیں کہاں حاصل ہوسکتی ہے' مقام نبوت سے تمہاری نماز کہاں ہوسکتی ہے۔ بس تم میری نقل کرلو جیسے میں نماز میں اٹھتا بیٹھتا ہوں جیسے رکوع اور سجدہ کرتا ہوں' تم میرے قیام وقعود ورکوع وسجود کی نقل کرلو تو نقل کی برکت سے تمہیں سب انعام مل جائے گا' تمہاری نماز قبول ہوجائے گی۔ صَلُّوْا كَمَا رَأَيْتُمُوْنِي أُصَلِّيْ جیسا تم مجھے دیکھتے ہو کہ میں نماز پڑھتا ہوں تم اس کی نقل کردو ورنہ وہ دل کہاں سے پاؤگے جو پیغمبر کے سینہ میں ہے' وہ مقامِ نبوت کہاں سے پاؤگے لہٰذا تمہارا کام نقل سے بنے گا۔

حکمت کی تیسری تفسیر

حکمت کی تیسری تفسیر ہے اَلْفِقْهُ فِي الدِّيْنِ دین کی سمجھ ہو بعض لوگ علم بہت رکھتے ہیں لیکن دین کی سمجھ نہیں ہے' تفقہ نہیں ہے۔ دین کی سمجھ بھی ہونی چاہیے۔ میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ایک من علم کے لئے دس من

عقل چاہیئے۔ یک من علم را دہ من عقل باید۔ علم کے لیئے عقل وفہم بھی چاہیئے۔ بے وقوف انسان کو اگر مولوی بنادو تو ہر جگہ طاقت استعمال کرے گا۔ مولانا ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم نے فرمایا کہ لندن میں ایک شخص نے گیراج میں موٹر پیش کی کہ اس کو ٹھیک کردو، اس نے ایک چھوٹی سی ہتھوڑی اُٹھائی اور ایک پرزے پر ٹھک سے مار دیا اور کہا لائیے دس پونڈ۔ جو یہاں کا پانچ سو روپیہ ہوا، موٹر والے نے کہا کہ میاں ایک ہتھوڑا ٹھک سے مار دیا یہ کون سا کمال دکھایا جو دس پونڈ مانگ رہے ہو یہ محنت تو ایک پونڈ کے قابل بھی نہیں ہے۔ اس نے کہا میں نے ہتھوڑی مارنے کا پیسہ تھوڑی لیا ہے اس دماغ کا لیا ہے کہ ہتھوڑی کہاں ماری جائے، کس پرزہ پر ماری جائے، اس کا پیسہ لیا ہے، اس کا نام حکمت ہے۔ اَلْفِقْہُ فِی الدِّیْنِ کے معنی ہیں کہ ہم دین کو کس طرح استعمال کریں، کیسے سمجھائیں۔

حضرت شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی حکمتِ دینیہ

میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب سے ایک بدعتی مرید ہوا رام پور میں۔ اس نے پوچھا کہ میں عہدنامہ، دُرودِ تاج، دُرودِ لکھی یہ سب پڑھتا ہوں۔ حضرت نے اس سے پوچھا کہ کتنی دیر تک پڑھتے ہو۔ کہا کہ پچیس منٹ، حضرت نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بنایا ہوا دُرود زیادہ بہتر ہے یا علماء کا؟ اس نے کہا کہ علماء تو غلام ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو ہمارے آقا ہیں۔ فرمایا کہ التحیات کے بعد جو دُرود شریف ہے یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عطا فرمودہ ہے۔ لہٰذا تم اس دُرود کو پچیس منٹ پڑھ لیا کرو۔ اس بہانہ سے اصلاح فرما دی۔ اگر کہہ دیتے کہ یہ سب حرام ہے، ناجائز ہے، یہ ہے وہ ہے تو وہ فوراً کہتا کہ وہ

توبہ توبہ مولانا ہمیں کیا پتہ تھا کہ تم کیا ہو لیکن اللہ تعالیٰ اللہ والوں کو حکمت دیتا ہے محبت سے لوگوں کو اللہ کی طرف بلاتے ہیں اور محبت ملتی ہے اہلِ محبت کی صحبت سے ۔ صحبت میں رہتے نہیں اس لئے اب خشکی آگئی ہے جس کی وجہ سے لوگ ان سے بھاگتے ہیں۔ دیکھئے اہلِ محبت اللہ والوں کی غلامی کے صدقہ میں میرے کچھ شعر ہوئے ہیں۔

شرطِ توحید کامل یہی ہے
عشق ہو آپ کا قلب و جاں میں
گر نہ صلّ علیٰ ہو زباں پر
کیا اثر ہوگا آہ و فغاں میں

اس شخص کی توحید مکمل نہیں جس کے قلب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عشق نہ ہو۔ اگر دُرود شریف نہیں پڑھو گے تو تمہاری دُعائیں تمہاری آہ و فغاں قبول نہیں ہوں گی۔ یہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے جس کو اختر نے نظم کردیا۔ اگر یہ اشعار ساری مسجدوں میں لکھ دیئے جائیں تو ان شاء اللہ کسی فرقہ کا آدمی آپ کا سر نہیں پھاڑے گا، ان کی غلط فہمی دور ہوجائے گی۔ وہ پھر کہیں گے کہ بھائی یہ تو عاشقِ رسول ہیں اور پانچوں وقت مسجد میں آتے ہوئے اور مسجد سے جاتے ہوئے دُرود شریف پڑھ رہے ہیں۔

حکمت کی چوتھی تفسیر

(۴) مَا تَكْمُلُ بِهِ النُّفُوْسُ یہ فعل مضارع مجہول ہے وہ علوم کہ جن سے انسانوں کے نفس اللہ والے بن جاتے ہیں مِنَ الْأَحْكَامِ وَالْمَعَارِفِ ایسے احکام ایسے علوم و معارف بیان کئے جائیں جس سے انسان کا نفس مجلّٰی، مصفّٰی، مزکّٰی ہو کر اللہ والا بن جائے وہ سب حکمت میں داخل ہیں

مَا تَكَمَّلُ بِهِ النُّفُوْسُ مضارع مجہول، یہ مفعول مالم یسم فاعلہ ہوکر مرفوع ہو رہا ہے، اس پر پیش ہے مَا تَكَمَّلُ بِهِ النُّفُوْسُ مِنَ الْاَحْكَامِ وَالْمَعَارِفِ میں مِنْ بیانیہ ہے کہ وہ کیا چیز ہے جس سے نفوس پاک ہوتے ہیں۔ اللہ کے احکام کو اور معارف کو محبت و عظمت کے ساتھ بیان کرو تاکہ معرفت حاصل ہو، معرفت سے محبت پیدا ہوگی اور محبت سے فرماں برداری کی توفیق ہوگی۔ اگر معرفت اور پہچان نہیں ہے تو پھر محبت بھی نہیں ہوگی۔ ناظم آباد میں میرے پاس دو شیخ الحدیث آئے۔ دونوں پاس بیٹھے ہوئے تھے اور دونوں ساتھ پڑھے ہوئے تھے مگر پہچان نہیں تھی کیونکہ چالیس سال کے بعد ملے تھے۔ دونوں اجنبی کی طرح میرے پاس بیٹھے ہوئے تھے میں نے تعارف کرایا کہ یہ خیر المدارس کے محدث ہیں اور یہ ٹنڈو اللہ یار کے محدث ہیں یہ سننا تھا کہ دونوں کھڑے ہوگئے اور ایک دوسرے کے سینہ سے لپٹ گئے کہ ارے ہم دونوں تو ساتھ پڑھتے تھے تو محبت کب ہوئی جب معرفت ہوئی ورنہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے اجنبی کی طرح۔ ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے لیکن محبت کا جوش نہیں ہو رہا تھا۔ عدم معرفت سے عدم محبت تھی جب میں نے تعارف کرایا تو دونوں کھڑے ہوکر لپٹ گئے اور میرا شکریہ ادا کیا۔ اسی طرح جو معرف بندے کی اللہ سے جان پہچان کرادے اس کا بھی شکریہ ادا کیا جاتا ہے۔ اگر چار سال کے بچے کو اس کا ابا چھوڑ کر چلا جائے اور بیس سال کے بعد آئے تو وہ بچہ اپنے ابا کو نہیں پہچانے گا، اپنے ساتھ ایک بڑے میاں کو لے جائے گا کہ بڑے میاں آپ میرے ابا کو دیکھے ہوئے ہیں، پہچانتے ہیں چلیں آپ ایئرپورٹ۔ ایئرپورٹ پر ایک بڈھا کہتا ہے کہ بیٹا بستر اٹھاؤ تو وہ کہے گا کہ کیا بیٹا بیٹا کر رہے ہو، میں اپنے ابا کو ڈھونڈ رہا ہوں تو وہ بڈھا معرف کہتا ہے کہ ارے یہی تو تیرا ابا ہے۔ تب بے چارہ رو کر معافی مانگتا ہے کہ ابا مجھے معاف کر دیجئے میں نے

آپ کو پہچانا نہیں تھا تو ایسے ہی جب اللہ والوں کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی پہچان ہوجاتی ہے تب وہ اللہ کی عبادت نماز، روزہ کرتا ہے اور نظر بچانے کی تکلیف اُٹھاتا ہے اور کہتا ہے اللہ میاں اب تک جو میں نے آپ کے احکام کے بوجھ نہیں اٹھائے میری نالائقی تھی مُعاف فرما دیجئے۔

حکمت کی پانچویں تفسیر

اور پانچویں تفسیر ہے وَضْعُ الْاَشْیَاءِ فِیْ مَحَالِّھَا محل کی جمع محال ہے یعنی ہر چیز کو اس کے محل میں استعمال کیا جائے جس چیز کو جس کام کے لیے اللہ نے بنایا اس کو اسی کام میں استعمال کرو۔ آنکھیں کعبہ شریف دیکھنے کے لیے، والدین کو دیکھنے کے لیے ہیں۔ جو اپنے ماں باپ کو رحمت کی نظر سے دیکھتا ہے اس کو ایک حج مقبول کا ثواب ملتا ہے۔ ان آنکھوں کو وہاں خرچ کرو یَنْظُرُ اِلٰی وَالِدَیْہِ جو اپنے والدین کو دیکھے محبت سے نَظْرَۃَ رَحْمَۃٍ رحمت کی نظر سے دیکھے کہ ایک دن ہم چھوٹے سے تھے ماں باپ نے ہم کو پالا تو اس نظرِ رحمت کے صدقے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ایک حج مقبول کا ثواب ملے گا۔ صحابہ نے پوچھا کہ اگر ہم سو مرتبہ اپنے ماں باپ کو رحمت سے دیکھیں تو کیا اللہ سو حج کا ثواب دے گا؟ فرمایا کہ اللہ پاک اس سے بھی زیادہ کریم ہیں۔ وہاں کوئی کمی نہیں۔ تو یہ پانچویں تفسیر ہے کہ ہر چیز کو اس کے محل میں خرچ کرو۔ جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے جس کام کے لیے بنایا ہے اس میں استعمال کرو اور جس چیز سے منع فرما دیا ہے اس سے رُک جاؤ کانوں کو گانا سننے سے منع کیا گیا ہے آنکھوں کو نامحرم کو دیکھنے سے منع کیا گیا ہے زبان کو حرام کھانے سے منع کیا گیا ہے جن اعضاء کو جس کام کے لئے اللہ نے پیدا کیا ہے وہی کام ان سے لو جس کام سے روکا ہے وہ کام ان اعضاء سے نہ لو۔ یہی ہے۔ وَضْعُ الْاَشْیَاءِ فِیْ مَحَالِّھَا۔

تفسیر اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ

اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ

آخر میں فرمایا کہ یا اللہ پیغمبر کا بھیجنا اور صحابہ کا ایمان لانا اور ان کے دلوں کا تزکیہ اس کے لئے آپ کی زبردست طاقت کی ضرورت اور مدد کی ضرورت ہے آپ غالب القدرۃ ہیں۔ اَلْعَزِيْزُ کے معنی ہیں اَلْقَادِرُ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ وَّلَا يُعْجِزُهٗ شَيْءٌ فِي اسْتِعْمَالِ مُقَدَّرَتِهٖ ایسی طاقت والا جس کے استعمال قدرت میں کوئی چیز رکاوٹ نہ ڈال سکے۔ یعنی اگر آپ ارادہ کرلیں گے کہ مجھے اس پیغمبر کو بھیجنا ہے تو وہ پیغمبر آکر رہے گا۔ اگر آپ ارادہ کرلیں کہ مجھے فلاں فلاں کو اپنے نبی کا صحابی بنانا ہے تو وہ بن کر رہیں گے۔ اگر آپ کسی کو ولی بنانے کا ارادہ کرلیں تو وہ ولی بن کر رہے گا۔ جب تک آپ کا ارادہ آپ کی مشیت آپ کی مدد شاملِ حال نہیں ہوگی، کوئی بندہ اللہ والا نہیں بن سکتا۔ اس لئے کہ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ آپ غالب القدرۃ ہیں اور آپ کی قدرت ایسی ہے کہ اگر کسی چیز کا آپ ارادہ کرلیں تو آپ کے ارادے کو مراد تک پہنچنے میں کوئی چیز رکاوٹ نہیں بن سکتی۔ جب آپ ایسے غالب القدرۃ ہیں تو آپ ہی کی ذات اس قابل ہے کہ اس سے دعا کی جائے۔ اگر اللہ ابھی ارادہ کرلے کہ جتنے لوگ اشرف المدارس کی اس مسجد میں بیٹھے ہیں سب کو ولی اللہ بنانا ہے تو اسی وقت ہم سب کے سب ولی اللہ ہوجائیں گے۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اس آیت کی تفسیر کے صدقے میں ارادہ فرمالے اے اللہ آپ ارادہ فرمائیں اور ہم سب کو ہماری اولاد کو ہمارے خاندان کو ہمارے احباب کو غرض ہم سب کو مزکّٰی، مجلّٰی، مصفّٰی بنا کر اپنا ولی بنالیں، ہم سب کا تزکیہ ہوجائے۔ اور آپ حکیم ہیں کہ آپ قدرت کا استعمال حکیمانہ کرتے ہیں اَلَّذِيْ يَسْتَعْمِلُ

قُدْرَتَهٗ بِالْحِکْمَۃِ جو اپنی قدرت کو حکمت کے ساتھ استعمال کرے۔ کیونکہ ایک ریچھ تھا وہ اپنے آقا کو پنکھا جھل رہا تھا مالک نے اس کو سکھا دیا تھا وہ اپنی طاقت کو صحیح استعمال کر رہا تھا اتنے میں ایک مکھی آقا کی ناک پر بیٹھ گئی تو اس نے ہٹا دیا۔ تھوڑی دیر بعد پھر بیٹھ گئی جب کئی دفعہ بیٹھی تو ریچھ کو غصہ آگیا اور وہ ایک پتھر لایا۔ اب جو مکھی بیٹھی تو تو مالک کی ناک پر پانچ کلو کا ایک بڑا پتھر لا کر مار دیا۔ نہ اس کی ناک رہی نہ مکھی، ناک بھی غائب مکھی بھی غائب تو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بھالو نے طاقت تو استعمال کی مگر غیر حکیمانہ تو اے خدا آپ جو طاقت استعمال فرماتے ہیں وہ حکیمانہ ہوتی ہے کہ جس سے بندوں کا نقصان نہیں ہوتا۔ لَنْ یُّصِیْبَنَآ اِلَّا مَا کَتَبَ اللّٰہُ لَنَا ہمیں ہرگز کوئی مصیبت نہیں آسکتی مگر جو آپ نے ہمارے فائدے کے لئے لکھ دی ہے بعض وقت مصیبت سے بندے ولی اللہ ہو گئے۔ میرا ایک شعر یاد آیا میرا شعر ہے اختر کا۔ بعض لوگ کہتے ہیں میرا کیوں کہتے ہو؟ میں کہتا ہوں تو کیا تیرا کہہ دوں جب میرا شعر ہے تو تیرا کیوں کہوں۔ غور سے سنئے۔

آپ تک لاتی جو موج رنج و غم
اس پہ قرباں سینکڑوں ساحل بھی ہے

کروڑوں کروڑوں بے سکونیاں اور پریشانیاں اس غم پر فدا ہو جائیں جو غم ہمیں اے اللہ آپ تک پہنچا دے مولانا رومی نے لکھا ہے کہ ایک شخص اپنے معشوق کی تلاش میں تھا اور کوتوال شہر نے اس کو سمجھا کہ یہ پاگل ہے یا چور ہے۔ کہا بارہ بجے رات کو کہاں پھر رہے ہو؟ کہا میں اپنے محبوب کی تلاش میں ہوں۔ اتنے میں اس نے مارنا شروع کر دیا بید پر بید لگائے۔ وہ بھاگتا رہا یہاں تک کہ ایک گلی میں مڑ

گیا کوتوال کا گھوڑا نہیں مُڑسکا' پتلی گلی تھی یہ جیسے ہی مُڑا سامنے باغ کی ایک چار دیواری آگئی۔ یہ اس میں کود گیا جہاں اس کا محبوب بیٹھا ہوا تھا' اپنے محبوب کو اچانک پاکر اس نے کہا اے خدا اس تھانیدار کے ہر بید پر ایک ہزار رحمتیں نازل فرما۔ ہر ڈنڈے پر ہزار ہزار رحمت نازل فرما کہ جس کے ڈنڈے نے مجھے میرے محبوب سے ملا دیا تو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ قصہ تو ایسے ہی فرضی و مجازی ہے لیکن اصل مقصد میرا یہ سمجھانا ہے کہ جو مصیبت ہمیں اللہ تک پہنچا دے وہ مصیبت مصیبت نہیں. لیکن خدا سے عافیت مانگئے کیونکہ اللہ قادر ہے ہے کہ ہمیں عافیت سے اللہ والا بنا دے۔ اس لئے مصیبت مانگنا جائز نہیں ہے یہ بات یاد رکھئے۔ یہی کہیے رَبَّنَاۤ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّ فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ ہمیں دُنیا میں بھی آرام سے رکھئے آخرت میں بھی آرام سے رکھئے لیکن اگر کوئی تکلیف آجائے تو سمجھ لو کہ اس میں ہمارا نفع ہے۔ اس آپریشن سے دل کو توڑنا ہے' کبر کو توڑنا ہے' غفلت کے پردوں کو چاک کرنا ہے۔ غفلت کے کیڑے جراثیم پر ڈی ڈی ٹی چھڑکی جا رہی ہے کہ جب صحیح رہتے ہو تو نظار بازی کرتے ہو' معشوقوں کو تلاش کرتے ہو' اب گردے کا درد اٹھا ہے تو اب معشوقوں کو تلاش کرو۔ آنکھوں میں کالا پانی آگیا اب دیکھو نا معشوقوں کو اللہ تعالیٰ کی عطا فرمودہ صحت اور عافیت کی قدر کرو جو آرام میں اللہ کو یاد کرتا ہے تو دکھ میں خدا اس کو یاد رکھتا ہے۔ یہ روایت حدیث شریف کی میں نے خود دیکھی۔ جو سکھ میں اللہ کو یاد کرے تو دکھ میں کیوں ہو۔ بس مضمون ختم ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ سے دُعا کرلیں کہ آج بس اللہ ارادہ کرے اس آیت کی تفسیر اور

پورے قرآن پاک کی عظمت کے صدقے میں اس آیت کی تفسیر کی عظمت کے صدقے میں اے خدا ہم سب کے لیے سو فیصد ارادہ فرمالے ہم میں سے ایک بھی محروم نہ جائے جتنے ہم لوگ بیٹھے ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ ہم سب کو اللہ والی زندگی نصیب فرمادے اللہ والا بنادے تقویٰ کی زندگی عطا فرمادے اور گناہوں سے بچنے کی توفیق دے دے اور ہر چھوٹے بڑے غم سے بچاتے ہر چھوٹی بڑی پریشانی چھوٹی بڑی بلا اور چھوٹے بڑے غم اور مصیبت سے بچاتے اور جو ہمیں ستانے کا ارادہ کرے اللہ اس کو ہدایت دے کر اگر معافی مانگے اگر اس کی ہدایت مقدر نہ ہو تو قدرت قاہرہ کے ڈنڈے سے اس کی کمر توڑ دے۔ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ۔

سلسلہ مواعظ حسنہ نمبر ۳۰

عارف باللہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

ناشر
کتب خانہ مظہری
گلشن اقبال، پوسٹ بکس ۱۱۱۸۲
کراچی، فون ۶-۳۹۸۱۸۱۲، ۳۹۹۲۱۷

ناشر
کتب خانہ مظہری
گلشنِ اقبال ۲ پوسٹ بکس ۱۱۱۸۲
کراچی فون ۳۸۱۸۱۱۲-۳۹۹۲۱۷۶

فہرست

عرضِ مرتب

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم

کل ۲۲ محرم الحرام ۱۴۱۸؁ھ بمطابق ۳۰ مئی ۱۹۹۷؁ء بروز جمعہ دوپہر بارہ بج کر پچیس منٹ پر مرشدنا و مولانا عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم نے خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کی مسجدِ اشرف گلشن اقبال کی محراب سے جہادِ افغانستان کے متعلق ایسا پُرجوش پُردرد ولولہ انگیز اور ایمان افروز بیان فرمایا کہ دل اللہ کے راستہ میں سرفروشی اور جان دینے کے لئے بے تاب ہو گئے۔ یوں محسوس ہوتا تھا کہ

رگوں میں لہو ہے کہ چنگاریاں ہیں

بیان میں حکومتِ افغانستان کے قونصلیٹ مولوی محمد عبداللہ حماد بھی موجود تھے۔ جنہوں نے خواہش ظاہر کی کہ اس بیان کو اُردو میں لکھ کر دے دیا جائے جس کا پشتو زبان میں ترجمہ کرا کے وہ مجاہدین میں ان شاء اللہ تعالیٰ تقسیم کریں گے اور پشتو میں اس کے ترجمہ کو کیسٹ کر کے طالبان کو سنایا بھی جائے گا جس سے ان شاء اللہ تعالیٰ طالبان کے حوصلے اور زیادہ بلند ہو جائیں گے۔ چنانچہ الحمدللہ تعالیٰ گذشتہ رات ہی کو کیسٹ سے نقل کر کے وعظ کو مرتب کر دیا گیا جس کا الحمدللہ پشتو ترجمہ بھی کیا جا رہا ہے اور پشتو میں کیسٹ بھی تیار کی جا رہی ہے اللہ تعالیٰ شرفِ قبول عطا فرمائیں۔

وعظ کا نام تشنگانِ جامِ شہادت حضرت والا نے تجویز فرمایا جو آج طباعت کے لئے دیا جا رہا ہے۔ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم

جامع و مرتب

احقر سید محمد عشرت جمیل ملقب بہ میر عفا اللہ عنہ

تشنگانِ جام شہادت

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم ○ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○ والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا وان اللہ لمع المحسنین ○ وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ○ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَوَدِدْتُ اَنْ اُقْتَلَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ثُمَّ اُحْیٰی ثُمَّ اُقْتَلَ ثُمَّ اُحْیٰی ثُمَّ اُقْتَلَ ثُمَّ اُحْیٰی ثُمَّ اُقْتَلَ (مشکوٰۃ ج ۲، ص ۳۳۹ بحوالہ متفق علیہ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تمنائے شہادت

آج میں نے جو آیت تلاوت کی ہے اس سے میری مُراد جہاد ہے۔ سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ اے دُنیا والو سُن لو! میں محبوب رکھتا ہوں کہ میں اللہ کے راستہ میں جان دے دوں پھر زندہ کیا جاؤں پھر جان دے دوں پھر زندہ کیا جاؤں پھر جان دے دوں پھر زندہ کیا جاؤں پھر جان دے دوں تین چار دفعہ آپ نے فرمایا۔ اگر اللہ کے راستہ میں جان دینا پیارا نہ ہوتا تو اللہ کا پیارا اس بات کا اعلان نہ کرتا۔

جنت میں شہداء کی دوبارہ شہید ہونے کی تمنا

جنت میں اللہ تعالےٰ اہل جنت سے

پوچھیں گے کہ کیا جنت میں کسی چیز کی کمی ہے کیا تم لوگ دُنیا میں جانا چاہتے ہو۔ سب لوگ کہیں گے کہ ہمیں دنیا میں جانے کی کوئی خواہش نہیں؛ جنت میں سب نعمتیں ہیں لیکن شہید کہیں گے کہ جنت میں ایک نعمت نہیں ہے اس کے لئے ہم دوبارہ دنیا میں جانا چاہتے ہیں۔ اللہ پاک پوچھیں گے کہ وہ کیا نعمت ہے جو جنت میں نہیں ہے۔ شہدا کہیں گے کہ جنت میں یہ چیز نہیں ہے کہ آپ کے راستہ میں کافروں سے لڑکر اپنا خون پیش کرنا' جام شہادت نوش کرنا اور جان دینا۔

ہمارا اسلام خونِ نبوت اور خونِ صحابہ کا ممنون کرم ہے

اُحد کے دامن میں ایک ہی وقت میں ستر شہید ہو گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اس وقت ہر شہید کا جنازہ بزبان حال یہ شعر پڑھ رہا تھا"

ان کے کوچہ سے لے چل جنازہ مرا
جان دی میں نے جن کی خوشی کیلئے
بے خودی چاہیئے بندگی کے لئے

چھوٹے چھوٹے بچوں نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم
این ابوی میرے ابا کہاں ہیں؟ آپ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے چھوٹے چھوٹے بچوں سے کس طرح آپ فرماتے کہ تمہارے ابو شہید ہو گئے۔ اسلام ہمیں یوں ہی نہیں مل گیا۔ اس دین پر سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا خون مبارک بہا ہے۔ میدان اُحد میں آپ سر سے پاؤں تک لہولہان

ہو گئے اگر سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا خونِ نبوت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا خونِ شہادت نہ بہتا تو آج ہم سیتارام، رام پرشاد اور نہ جانے کیا کیا ہوتے۔ آج خونِ نبوت اور خونِ صحابہ کے صدقہ میں ہم تک اسلام آیا ہے۔

جہادِ افغانستان پورے عالمِ اسلام کی آبرو

اس وقت افغانستان میں جو جہاد ہو رہا ہے یہ پورے عالمِ اسلام کی آبرو کا مسئلہ ہے۔ ۳۲ صوبوں میں سے الحمد للہ ساڑھے تیس صوبے فتح ہو گئے صرف ڈیڑھ صوبہ رہ گیا ہے۔ ساری دنیا کے کفر لرزاں ہے ساری دُنیا کے کافر دانت پیس رہے ہیں کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ ان طالب علم مولویوں غریبوں پگڑی والوں اور داڑھی والوں کی اللہ تعالیٰ ایسی مدد کر رہا ہے کہ بڑے بڑے پرانے تربیت یافتہ جرنیل اور میجر انگشت بدنداں ہیں کہ ان مولویوں کے ہاتھوں سے اللہ تعالیٰ سب فتح کرا رہا ہے۔

اِس جہاد سے قرونِ اولیٰ کی یاد تازہ ہو گئی

لہٰذا اس وقت جو جہادِ افغانستان میں اپنی جانوں سے نہ اپنے مالوں سے نہ اپنے قلب سے، اپنی اشکبار آنکھوں سے، اپنی دُعاؤں سے شریک نہیں ہوگا تو اندیشہ ہے کہ قیامت کے دن اس سے مواخذہ ہوگا کیونکہ بارہ سو برس کے بعد ایسا جہاد نظر آیا ہے کہ لوگ اپنی آنکھوں سے دیکھ کر آئے ہیں میرا بیٹا مولانا مظہر بھی بار بار جا چکے اور دیکھ کر آئے ہیں کہ وہاں ایک عورت بے پردہ نظر نہیں آتی، کوئی بے داڑھی والا نظر نہیں آتا بھی ریڈیو سے کوئی گانے بجانے کی آواز نہیں آتی کوئی ڈاکہ چوری نہیں

ہے، لوگ دروازے کھول کر امن سے سو رہے ہیں۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانہ کی یاد تازہ کر دی ہے۔ آج بارہ سو برس کے بعد کافروں کو اتنی بے چینی ہے کہ ان کی نیند حرام ہے۔ لہٰذا ہم لوگوں پر فرض ہے کہ جن کو اللہ نے توفیق دی ہے وہ جا کر جہاد میں شریک ہوں۔ کل کراچی سے طالب علموں کی تقریباً پچیس بسیں گئی ہیں، ہمارے مدرسہ سے بھی ایک بس گئی ہے۔ اٹھارہ سال، انیس سال، بیس سال کے نوجوان بچے اللہ تعالیٰ کے نام پر فدا ہونے گئے ہیں، جاتے وقت انھوں نے مجھ سے کہا کہ آپ ہم کو کوئی نصیحت کر دیجئے۔ میں نے کہا کہ بیٹھ جاؤ۔ ان بچاس مجاہدین کو جو نصیحت میں نے کی، وہ آپ کو سناتا ہوں۔

سر میداں کفن بر دوش دارم

میں نے ان سے کہا کہ ہندوستان کے صوبہ یوپی میں ایک شہر ہے۔ فیض آباد۔ وہاں جہاد ہو رہا تھا۔ مولانا امیر خاں صاحب لشکر کے سپہ سالار تھے۔ وہاں کے ایک اسلام دشمن اور مسلمانوں کے دشمن حکمراں کے خلاف جہاد لڑا جا رہا تھا۔ میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا وطن پھولپور ہے۔ ضلع اعظم گڑھ میں۔ وہاں کے ایک بڑے میاں اس جہاد میں شریک تھے۔ انھوں نے آ کر میرے شیخ کو بتایا اور جو میرے شیخ نے بتایا وہ میں آپ کو بتا رہا ہوں۔ بیچ میں زیادہ راوی نہیں ہیں۔ انھوں نے بتایا کہ مولانا امیر خاں صاحب جب کافروں سے جہاد کر رہے تھے اور تلوار چلا رہے تھے تو وہ ایک مصرع پڑھ رہے تھے۔ وہ مصرع کیا تھا۔

سر میدان کفن بر دوش دارم

اے اللہ! میدان جہاد میں امیر خاں کفن کو اپنے کندھے پر رکھ کر لایا ہے کہ اب واپس نہیں جانا ہے' جان آپ پر دینا ہے۔

سر میداں کفن بردوش دارم

میں سر میدان کفن لے کر آیا ہوں' آپ کے راستہ میں جان فدا کرنے کے لئے' میں میدان جہاد سے بھاگنے والا نہیں ہوں۔ آسمان سے آواز آئی جو اس بڈھے نے سُنی جو میرے شیخ کے وطن کا رہنے والا تھا کہ جب جب امیر خاں صاحب یہ مصرع پڑھتے تھے تو فوراً آسمان سے آواز آتی تھی۔

بیا مظلوم اکنوں در کنارم

اے مظلوم! میری رحمت کی گود میں جلدی سے شہید ہو کر آجا۔ یہ آواز اس مجاہد نے سُنی اور میرے شیخ کو بتایا کہ اس وقت میں جوان تھا اور اس جہاد میں شریک تھا۔ میں نے اپنے کانوں سے یہ آواز سُنی ہے۔ اس نے یہ آواز میرے شیخ کے کان میں ڈالی' شیخ نے یہ آواز میرے کان میں ڈالی اور آج اختر یہ آواز آپ کے کانوں میں ڈال رہا ہے۔

آں منم کاندر میان خاک و خوں بینی سرے

پھر میں نے اپنے ان نوجوان مجاہدین سے کہا کہ شیخ سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے گلستان میں فرمایا کہ ایک شاہزادہ دبلا پتلا تھا' دوسرے شہزادے تگڑے تھے۔ وہ اس شہزادے کا مذاق اڑایا کرتے تھے' توہین کرتے تھے۔ ایک دن اس شہزادے نے اپنے باپ سے کہا کہ آپ لوگوں کو جمع کیجیے' میں جواب

دوں گا۔ آخر یہ کیوں میری غیبت کرتے ہیں؟ بادشاہ نے مجمع جمع کیا اور اس شہزادہ نے اعلان کیا کہ کیونکہ میں دُبلا پتلا ہوں اس لئے لوگ مجھے حقیر سمجھتے ہیں لیکن یاد رکھئے کہ۔

اسپ لاغر میاں بہ کار آید
روز میداں نہ گاؤ پرواری

دُبلا پتلا گھوڑا جہاد میں کام آتا ہے میدانِ جنگ میں تین من کی موٹی گائے کام نہیں آتی۔ اس کے بعد اس نے یہ شعر پڑھا جس کو حضرت سعدی شیرازی رحمتہ اللہ علیہ نے بیان کیا۔

آں نہ من باشم کہ روزِ جنگ بینی پشت من

اے سلطنت کے تمام بڑے بڑے علماء اور ارکین سلطنت سن لو کہ میں اپنے باپ کا وہ لڑکا نہیں ہوں کہ میدان جنگ میں کوئی میری پیٹھ دیکھ لے۔

آں منم کاندر میان خاک وخوں بینی سرے

میں وہ ہوں کہ میدان جہاد میں خاک اور خوں میں میرا سر دیکھو گے میں میدان جہاد سے بھاگنے والا نہیں ہوں۔

تشنہ زارم بہ خون خویشتن

اور مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کافروں کے ساتھ ہمارے جہاد کا کیا عالم ہے۔ فرماتے ہیں۔

تو مکن تہدیدم از کشتن کہ من

اے دُنیا والو! اللہ کے عاشقین کو، مجاہدین کو، اللہ کے راستہ میں کافروں سے

جہاد کرنے والوں کو موت سے مت ڈراؤ۔

تو مکن تہدیدم از کشتن کہ من

اے دُنیا والو! مجھے مت ڈراؤ کہ میں جہاد میں قتل کر دیا جاؤں گا کیونکہ

تشنۂ زارم بہ خون خویشتن

ہم تو اپنے خون کے خود پیاسے ہیں کہ ہم اس کو اللہ کے راستہ میں فدا کر دیں، تم ہم کو کیا ڈراتے ہو؟ ابھی بی بی سی نے مسلمانوں کو ڈرانے کے لئے اِعلان کیا کہ طالبان کی سینکڑوں لاشیں سڑکوں پر نظر آتیں۔ یہ قسمت والے ہیں جو اللہ کے یہاں جنت کی سیر کرنے والے ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ ان کو مُردہ مت کہو، اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا کہ جو ہماری راہ میں شہید ہو جائے اس کو مردہ مت کہو، وہ زندہ ہیں ان کو ایک خاص حیات ہم دیتے ہیں جس کو تم نہیں جانتے۔

حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت

اِس کے بعد سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ سن لو۔ یہ دونوں بہت بڑے لوگ ہیں، اتنے بڑے لوگ ہیں کہ ان کی زبان میں اللہ نے اثر دیا۔ ایک بدکار رنڈی جو بہت مالدار تھی اس کے گھر جا کر مولانا اسماعیل شہید نے تقریر کی۔ پہلے تو آواز لگائی کہ فقیر کچھ صدا سنانا چاہتا ہے۔ اس بدکار عورت نے سمجھا کہ کوئی بھیک مانگنے والا ہے اپنی خادمہ سے کہا کہ اس کو آٹا دے دو۔ مولانا اسماعیل شہید کو آٹا بھیجا تو مولانا

نے فرمایا کہ فقیر آتا نہیں لیتا پہلے اپنی صدا سناتا ہے۔ پردہ کراؤ۔ پردہ کرا کے پھر تقریر فرمائی اور قیامت کا حال بیان کیا کہ اذا السماء انفطرت جب آسمان پھٹ جائے گا اور سورج گر جائے گا اور ستارے جھڑ جائیں گے تو ان عورتوں کو ایسا لگا کہ ابھی سورج گر رہا ہے، آسمان پھٹ رہا ہے ستارے جھڑ رہے ہیں سب چیخ مار کر رونے لگیں۔ اس بدکار عورت نے کہا کہ جلدی مجھے توبہ کرا دو اور میری شادی کرا دو۔ مولانا اسماعیل شہید نے اسی وقت توبہ کرائی اور اس کی شادی بھی کرا دی۔ اسی طرح ایک عورت نے سید احمد شہید کے ہاتھ پر توبہ کی اور گناہ کی زندگی سے اللہ والی زندگی اختیار کر لی۔

جب جہاد کا اعلان ہوا تو ان دونوں نے کہا کہ ہم بھی اپنے شوہروں کے ساتھ جہاد پر چلیں گے۔ مولانا نے پوچھا کہ تم لوگ جہاد میں کیا کرو گی ان عورتوں نے کہا کہ ہم مجاہدین کے گھوڑوں کے لئے رات بھر چنے دلیں گے، چکی چلائیں گے، دلّی سے چکی لے چلیں گے اور چنا دل کر مجاہدین کے گھوڑوں کی غذا تیار کریں گے۔

جہاد کی بدولت کیسا ایمان عطا ہوتا ہے

جب بالاکوٹ کے دامن میں جہاد شروع ہوا تو پھولوں پر لیٹنے والی ان عورتوں نے جب چکی چلائی تو ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے۔ ایک دل جلے نے پوچھا کہ اے میری بہنو! دلّی میں تمہاری زندگی عیش کی تھی، تم پھولوں کی سیج پر سوتی تھیں اب چکی چلانے سے تمہارے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے۔ بتاؤ کہ یہ زندگی اچھی ہے یا وہ گناہوں والی زندگی اچھی تھی

ان دونوں خواتین نے جواب دیا کہ خدا کی قسم! رات بھر چکی چلا کر مجاہدین کے گھوڑوں کے لیے چنے دلنے سے اور بالاکوٹ کے پہاڑوں کی کنکریوں پر سونے سے سید احمد شہیدؒ اور مولانا اسماعیل شہیدؒ کے صدقہ میں ہمیں ایسا ایمان عطا ہوا ہے کہ اگر ہمارا ایمان بالاکوٹ کے پہاڑوں پر رکھ دیا جائے تو یہ پہاڑ اس کو برداشت نہیں کر سکتے۔ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے۔

اللہ اس مشقت سے ملتا ہے۔ اللہ اس حرام کاری سے نہیں ملتا کہ جہاں چاہو نظر ڈال دو، نفس کی غلامی کرو۔ نفس کی غلامی تو کافر بھی کرتا ہے۔ آپ نے نفس کی غلامی کر کے کون سا تیر مار دیا۔ مسلمان کی تو یہ شان نہیں ہے۔ مسلمان کی شان تو اللہ کی راہ میں جان دینا ہے۔ کبھی نفس سے مقابلہ کر کے کبھی کافروں سے مقابلہ کر کے۔ جہاد سے جان چرانا مسلمان کا کام نہیں ہے۔

ایک بڑے عالم نے مجھ سے کہا کہ جب میں افغانستان گیا تو بندوق کی گولیاں کانوں کے پاس سے گذر رہی تھیں۔ کبھی اِدھر سے گولی گذر گئی کبھی اُدھر سے گذر گئی کہنے لگے کہ اگر میں ایک ہزار سال عبادت کرتا، مجاہدہ کرتا تو ایسا ایمان نصیب نہ ہوتا جو وہاں چند دن میں عطا ہوا۔

خون خود را بر کہ و کہسار ریخت

تو سید احمد شہیدؒ اور مولانا اسماعیل شہیدؒ بالاکوٹ کے دامن میں آگئے۔ مولانا اسماعیل شہیدؒ کی قبر پر ایک مصرع لکھا ہوا ہے۔

خون خود را بر کہ و کہسار ریخت

یہ وہ شخص ہے جس نے بالاکوٹ کے پہاڑوں کے کنکروں پتھروں اور گھاس

سنگینوں پر اپنے خون کو بکھیر دیا۔

یہ شاہ ولی اللہؒ کا پوتا' ناز ونعمت کا پلا ہوا دِلّی سے چل کر آیا۔ دہلی میں جو عزت شاہانِ مغلیہ کے شہزادوں کی تھی اتنی ہی عزت شاہ ولی اللہؒ کے بیٹوں اور پوتوں کی تھی کہ ان کو دیکھ کر بھی دِلّی کے تاجر کھڑے ہو جاتے تھے۔ شاہ ولی اللہؒ کا یہی پوتا تھا جو جہاد میں جان دینے کے لیے دلّی کی جامع مسجد کے گرم پتھروں پر بارہ بجے دن کے روزانہ ایک گھنٹہ چلتا تھا تاکہ بالاکوٹ کے پہاڑوں کی گرمی برداشت کر سکے اور عین برسات میں دریائے جمنا میں کود کر دہلی سے آگرہ تک تیرتے تھے تاکہ اگر جہاد میں کہیں دریا میں کودنا پڑے تو وہاں بھی کفار سے لڑکر اللہ کے راستے میں اپنی جان فدا کردیں۔

حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کا شوقِ شہادت

جہاد کے دن سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ نے علی الصبح جہاد کا جامہ زیبِ تن فرمایا' تلوار کو میان سے نکال لیا' اشراق کی نماز پڑھ کر' شہادت کے شوق میں جہاد کے لیے تیار ہو گئے۔ اتنے میں لاہور سے ایک مسلمان فوجی کا خط آیا کہ میں اگرچہ کافروں کا نمک کھاتا ہوں' رنجیت سنگھ سکھ کا نوکر ہوں لیکن آپ ہمارے پیشوا ہیں' مسلمانوں کی بڑی اہم شخصیت ہیں۔ میں آپ کو خبر کرتا ہوں کہ سکھوں کی بہت بڑی فوج آ رہی ہے آپ کہیں چھپ جائیے تو آپ کی جان بچ جائے گی۔ آپ کی جان ہمارے لیے بہت قیمتی ہے۔

آج یا فتح ہو گی یا شہادت

اب سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کا جواب سن لیجئے۔ سیّد احمد شہیدؒ نے لکھا کہ مسلمان کی شان کے خلاف ہے کہ میدان جہاد میں اتر کر' اللہ کے راستہ میں آکر' جنگی لباس پہن کر' تلوار کو ننگی کرنے کے بعد پھر وہ اپنے جنگی ذوق سے توبہ کر کے میدان جہاد سے بھاگ جائے۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ یا تو آج میں لاہور پر اسلام کا جھنڈا لہرا دوں گا اور یا پھر آج شہید ہو کر اپنے اللہ سے ملاقات کروں گا۔ جب سیّد احمد شہیدؒ ہو گئے تو اس تاریخ کو لکھ کر مولانا علی میاںؒ ندوی نے اس موقع پر ایک شعر لکھا ہے کہ۔

جو تجھ بن نہ جینے کو کہتے تھے ہم
سو اس عہد کو ہم وفا کر چلے

شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کا شوقِ شہادت

میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جہاد کے شوق میں دس سال تلوار سیکھی تھی۔ آخری عمر میں جب حضرت کے گھٹنے بیکار ہو گئے تھے حضرت خود کھڑے نہیں ہو پاتے تھے دو آدمی اٹھا کر کھڑا کرتے تھے میرے سامنے ایک فوجی افسر سے فرمایا کہ جب ہندوستان سے جہاد ہو تو مجھے جنگ کی سرحد پر لے چلنا اور توپ خانہ میرے ہاتھ میں دے دینا میں توپ چلاؤں گا' کافروں کو گولے ماروں گا کافروں کا کوئی گولہ مجھے بھی لگ جائے گا اور میں شہید ہو جاؤں گا۔ یہ کہہ کر حضرت رونے لگے۔ حضرت کو ایسا شوقِ شہادت تھا۔

دوستو! اس وقت افغانستان بہت نازک مرحلہ میں ہے اس وقت سارے عالم اسلام کی آبرو کا مسئلہ ہے یہ خالی افغانستان کا مسئلہ نہیں ہے، ہر مسلمان کی عزت کا مسئلہ ہے کیونکہ ہر کا فرد انت پیس رہا ہے کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ یہ چند ملا لوگ کیسے فتح کر رہے ہیں؟ اللہ تعالیٰ کی مدد سے انشاء اللہ وہ دیکھیں گے جو ان کو اپنی آنکھوں کے سامنے نظر آ رہا ہے۔

مَنْ جَهَّزَ غَازِيًا فِي سَبِيلِ اللهِ فَقَدْ غَزٰى

لہٰذا اس جہاد میں جو ایک روپیہ بھی دے گا وہ انشاء اللہ قیامت کے دن مجاہدین میں اُٹھے گا۔ کوئی ایک روپیہ بھی دینا چاہے تو لے لو، انکار نہ کرو۔ میں کبھی چندے کی اپیل نہیں کرتا لیکن آج میں مجاہدین افغانستان کے درد سے مجبور ہو کر کہتا ہوں کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ من جھز غازیا فی سبیل اللہ فقد غزٰی کہ جس نے کسی مجاہد کو جہاد کا کچھ سامان خرید کر دے دیا، یا مجاہدین کو کچھ کھانے کے لیے دے دیا، کسی قسم کی مدد کر دی کوئی ہتھیار دے دیا قیامت کے دن وہ بھی جہاد کرنے والوں میں شامل ہو جائے گا۔

سب سے اعلیٰ نمبر تو یہ ہے کہ اللہ کو اپنی جان کا نذرانہ پیش کرو۔ الحمد للہ کل ہمارے مدرسے سے طلباء کی ایک بس بھر کر افغانستان گئی ہے۔ ہم نے مجاہدین بچوں کا تحفہ اللہ کو پیش کیا، اللہ عافیت سے ان کو لائے اور مجاہدین افغانستان کی تقویت کا سبب بنائے۔

اگر طیارہ کا انتظام ہوتا تو میں خود افغانستان جاتا لیکن دل کا مریض ہوں ہوائی جہاز ابھی کابل نہیں جا رہے ہیں۔ میں دُعا کر رہا ہوں کہ جلدی ہوائی جہاز کی سروس

شروع ہو تو میں بھی انشاء اللہ شرکت کروں گا اور یہ شعر پڑھوں گا۔

جان دی دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

میں عرض کر رہا ہوں کہ مجاہدین کو اس وقت پیسہ کی سخت ضرورت ہے اس وقت معرکۃ الآراجہاد ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ مجاہدین کی مدد فرمائے۔ جو لوگ اپنی جان سے، اپنے مال سے، اپنی اشکبار آنکھوں سے یا رونے والے چہروں کی شکل بنا کر دعا نہیں کریں گے غور سے سن لیجئے کہ اندیشہ ہے کہ قیامت کے دن مواخذہ ہو کہ جہاد ہو رہا تھا، ہمارے بندے شہید ہو رہے تھے اور تم اپنا مال اور مکھن اور انڈے اور ڈبل روٹی اڑا رہے تھے تمہارا ایک آنسو بھی نہ نکلا، تم دعا سے بھی شریک نہیں ہوئے لہٰذا کم سے کم دو دو رکعات پڑھ کر رو رو کر دعائیں شروع کر دیجئے کہ اللہ تعالیٰ ان کو فرشتوں سے مدد بھیج دے، غیب سے ان کو غلبہ عطا فرمادے، ان کے حوصلے بلند کر دے یا اللہ! ان کے جو مخالفین کمیونسٹ ہیں یا جتنے کفار ہیں ان پر بزدلی اور جبن مسلط فرمادے۔ اللّٰھُمَّ الق فی قلوب اعداء الطالبین الرعب اے اللہ طالبان کے دشمنوں کے دلوں پر رعب اور ہیبت اور جبن مسلط کر دے اللّٰھم زلزل اقدامھم اے اللہ ان کے قدم اکھاڑ دے۔ اس وقت وہاں سخت جنگ ہو رہی ہے اس وقت ان کو پیسوں کی سخت ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ جتنی زیادہ توفیق دے اتنا پیسہ جمع کرا کے دیدے لیں اور جس کے جسم میں جان ہے صحت ہے میں دعوت دیتا ہوں کہ وہ ضرور جائیں اور وہاں جا کر ان کی حوصلہ افزائی کریں اور اس وقت ان کو ڈاکٹروں کی بھی ضرورت

ہے لہٰذا جن کو اللہ نے ایم بی بی ایس ڈاکٹر بنایا ہو۔ کچھ دن کے لئے وہ مستشفیٰ قندھار میں جا کر زخمیوں کے علاج میں اپنی خدمات اور اپنا ہنر پیش کر کے اللہ پر فدا ہو جائیں۔

جہاد میں شرکت کی ترغیبِ عاشقانہ

لہٰذا بعد نماز خانقاہ میں اجتماع ہو گا۔ جن کو اللہ تعالیٰ کے کلمہ اسلام کی بلندی کا اور اس دین کی بلندی کا درد ہے جس دین پر اُحد کے میدان میں اور طائف کے بازار میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا خونِ نبوت فدا ہوا ہے۔ خونِ نبوت سے بڑھ کر ہماری جان اور ہماری دولت نہیں ہو سکتی اس لیے اللہ تعالیٰ جو توفیق دے جلد سے جلد طالبان کو اپنا مال بھی پہنچائیں اور جن کو اللہ نے طاقت، ہمت اور توفیق دی ہے وہ خود بھی فوراً مشورہ کر کے وہاں پہنچنے کی کوشش کریں۔ جان سے مال سے اور دعاؤں سے شریک ہو جائیے سمجھ لو کہ اس وقت اسلام کی آبرو کا مسئلہ ہے اپنی جان اور مال کی کوئی قیمت مت لگاؤ۔ دلیل کیا ہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا خونِ مبارک اس دین پر فدا ہوا ہے اور زمین آسمان نے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خونِ نبوت سے بڑھ کر کوئی قیمتی چیز نہیں دیکھی۔ آپ سید الانبیاء ہیں لہٰذا آپ کا خونِ نبوت بھی تمام نبیوں کے خون کا سردار ہے۔ اس سے سمجھو کہ اللہ کتنا قیمتی ہے اور کتنا پیارا ہے۔

میرے شیخ نے سنایا تھا کہ ایک مجذوب نے اللہ سے پوچھا کہ اے اللہ میں آپ کی کیا قیمت ادا کروں جس سے آپ مجھے مل جائیں۔ دل میں آواز آئی کہ دونوں جہان مجھ پر فدا کر دے۔ اس اللہ والے نے کہا کہ۔

قیمت خود ہر دو عالم گفتئی

اے خدا آپ نے اپنی قیمت دونوں جہان بتائی ہے۔

نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

اپنا دام ابھی اور بڑھایئے ابھی تو آپ ہمیں سستے معلوم ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق دے اور افغانستان کو فتح مبین دے اے اللہ فرشتوں سے مدد بھیج دے ہم داڑھی والے گول ٹوپی والے علماء کی عزت رکھ لے۔ سارے عالم اسلام کی آبرو رکھ لے۔ عالم اسلام کے دشمنوں کو خاک میں ملادے۔ ان کے خیالات اور ان کے مذموم عزائم کو خاک میں ملادے اور افغانستان کو مضبوط اسلامی سلطنت قیامت تک کے لئے بنادے۔ اے اللہ! تقریباً سوا لاکھ شہید ہوئے ہیں ان سوا لاکھ شہیدوں کے خون کو اپنی رحمت سے قبول فرما کر ان کے خون کی عظمت کے صدقہ میں طالبان افغانستان کو فتح مبین، فتح عاجل کامل مستمر عطا فرما اور جلدی سے فرشتوں سے مدد فرما کر جتنے کمیونسٹ بدمعاش دھوکہ باز منافقین ہیں ان سب کو گرفتار کرا کے ان کو قانون شریعت کے مطابق عبرتناک سزاؤں سے روسیاہ کردے اور ان کی ذلت وخواری کی خبروں کو سارے عالم میں ریڈیو سے نشر کرادے۔ اے اللہ اگرچہ ہم آپ کے نالائق بندے ہیں۔ لیکن کافر ہمیں آپ کا سمجھتے ہیں۔ اگرچہ ہم اپنی نالائقی سے آپ کے نہیں بن سکے لیکن کافر سمجھتے ہیں کہ یہ مسلمان اللہ کے ہیں۔ اے اللہ اپنی اس نسبت کی لاج رکھ لے کافروں کے اس خیال اور اس نظریہ سے کہ وہ ہمیں آپ کا سمجھتے ہیں۔ ہماری آبرو کی لاج رکھ لے اور ہم نالائقوں کو لائق بھی بنادے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وآلہ وصحبہ اجمعین برحمتك یا ارحم الراحمین۔

ارشادات

حضرت حکیم الامت مجدد ملت مولانا
اشرف علی صاحب تھانوی نوراللہ مرقدہ

بدنگاہی کے نقصانات

○

فرمایا کہ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ کسی نامحرم کو دیکھنے کا زیادہ تقاضا قلب میں ہو، اس کو ہم ایک دفعہ جی بھر کر دیکھ لیں تو تسکین ہو جائے گی، یہ محض غلط ہے وہ تسکین عارضی ہے۔

اس دیکھنے سے جوش کم نہیں ہوتا بلکہ دل کی گہرائی میں اتر جاتا ہے اس لئے محسوس نہیں ہوتا اور تسکین کا جو شبہ ہوتا ہے تو قصداً اس کا تصور کر کے مزہ لینا زہر قاتل، رہزنِ دین ہے۔

حدیث شریف میں ہے

اَلنَّظَرُ سَهْمٌ مِنْ سِهَامِ اِبْلِيْس

نظر ابلیس کے تیروں میں سے ایک تیر ہے۔

○

توبہ کا کمال

فرمایا کہ اگر ساری زمین گناہوں سے بھر جاوے تو توبہ سب کو مٹا دیتی ہے۔ دیکھئے بارود ذرا سی ہوتی ہے مگر بڑے بڑے پہاڑوں کو اڑا دیتی ہے۔

●

صحبتِ اولیاء

فرمایا جو شخص بخشش کا طالب ہو اولیاء کرام کی صحبت میں بیٹھے۔ تمہارے اعمال میں ان کی صحبت سے برکت ہوگی۔ اہل اللہ کے دل روشن ہیں۔ پاس بیٹھنے سے دل میں نور آتا ہے۔ جب نور آتا ہے ظلمت و تاریکی بھاگ جاتی ہے، شبہ جاتا رہتا ہے۔ ان کا دیکھ لینا ہی کافی ہو جاتا ہے۔

●

اتباعِ سنّت سے محبوبیت کا راز

فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں خاص برکت کا راز یہ ہے کہ جو شخص آپ کی ہیئت (وضع) بناتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ کو محبت اور پیار آتا ہے کہ یہ میرے محبوب کا ہم شکل ہے۔ پس یہ وصول کا سب سے اقرب طریق ہے (اللہ تک پہنچنے کا سب سے قریب راستہ ہے۔)

(کمالاتِ اشرفیہ)

جی اٹھو گے تم اگر بسمل ہوئے

سیکڑوں غم سے ملی ان کو نجات
جو تمھارے درد کے حامل ہوئے

تم نہیں حاصل تو کچھ حاصل نہیں
تم ہوئے حاصل تو سب حاصل ہوئے

آپ یک ہوتی جو موج رنج و غم
اس پہ قرباں سیکڑوں ساحل ہوئے

دردِ عشق حق بھی تم حاصل کرو
لاکھ تم عالم ہوئے فاضل ہوئے

یک زمانے صحبتے با اولیا
جس نے پائی ہے وہی کامل ہوئے

آشنائے دردِ جان سوختہ
دیکھ کر رندوں میں ہم شامل ہوئے

دیکھتے ہی دل مرا گھبرا گیا
واعظانِ خشک جب نازل ہوئے

اختر بسمل کی تم باتیں سنو
جی اٹھو گے تم اگر بسمل ہوئے

گر خدا چاہے تو پہلے عاشقِ ابرار ہو

عشق کا اے دوستو! ہم سب کا یہ معیار ہو
متبعِ سنت ہو اور بدعت سے بھی بیزار ہو

اتباعِ سنتِ نبوی سے دل سرشار ہو
نورِ تقویٰ سے سراپا حاملِ انوار ہو

عاشقِ کامل کی بس ہے یہ علامت کاملہ
جاں فدا کرنے کو ہر دم سر بکف تیار ہو

عشقِ سنت کی علامت ہر نفس سے ہو عیاں
خواہ وہ رفتار ہو، گفتار ہو، کردار ہو

صحبتِ مرشد سے نسبت تو عطا ہو گی مگر
اجتنابِ معصیت ہو ذکر کی تکرار ہو

عشقِ کامل کی علامت یہ سنا کرتا ہوں میں
آشنائے یار ہو بیگانۂ اغیار ہو

ہے یہی مرضی خدا کی ہم مٹا دیں نفس کو
گرچہ وہ سارے جہاں کا بھی کوئی سردار ہو

اس کی صحبت سے نہیں کچھ فائدہ ہو گا کبھی
بے عمل کوئی محبت کا طلبگار ہو

جب کسی بندہ پہ ہوتا ہے خدا کا فضلِ خاص
دم میں وہ ذُو النور ہو گا گرچہ وہ ذُو النار ہو

عمر بھر کا تجربہ اختر کا ہے یہ دوستو
گر خدا چاہے تو پہلے عاشقِ ابرار ہو

سبق دیتی ہے بزمِ اہلِ دل کی داستاں مجھکو

جہاں سے کربلا ہے دل میں وہ جانِ جہاں مجھ کو
بسے گلشنِ تمنا سے بلا سلطانِ جہاں مجھ کو

نظر آتا ہے اپنے دل کا جب زخمِ نہاں مجھ کو
تو اپنا درد خود کرتا ہے مجبورِ بیاں مجھ کو

بیانِ دردِ دل آساں نہیں ہے دوستو لیکن
سبق دیتی ہے بزمِ اہلِ دل کی داستاں مجھ کو

زبانِ عشق کی تاثیر اہلِ دل سے سنتا ہوں
مگر مسرور کرتی ہے محبت بے زباں مجھ کو

قفس کی تیلیاں رنگین دھوکہ دے نہیں سکتیں
کہ ہر دم مضطرب رکھتی ہے یادِ گلستاں مجھ کو

مری صحرا نوردی اور یہ میری چاک دامانی
بہت مجبور کرتی ہے مری آہ و فغاں مجھ کو

کہاں تک ضبطِ غم ہو دوستو راہِ محبت میں
سنانے دو تم اپنی بزم میں میرا بیاں مجھ کو

ملا کرتی ہے نسبت اہلِ نسبت ہی سے اے اختر
زباں سے ان کی ملتا ہے بیانِ ذرفشاں مجھ کو